مشاہیر اکابر کے اخلاص و للّٰہیت

علم و فضل حسنِ معاشرت خدمتِ خلق

اور حسنِ اخلاق کے واقعات و کرامات

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738
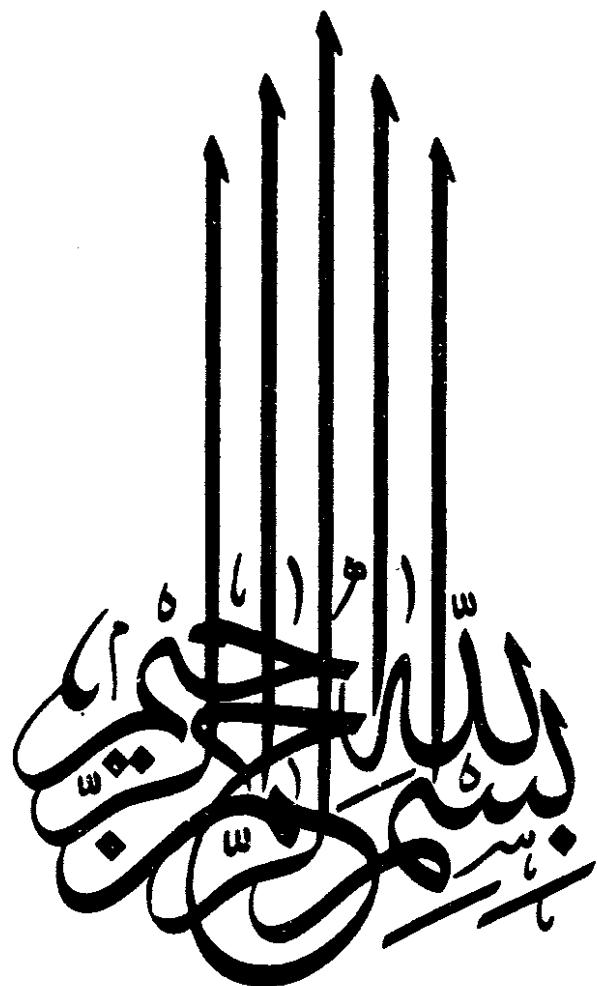
برصغیر پاک وہند کے

علمائے حق کے

۳۱۳ واقعات و کرامات

01-2018

برصغیر پاک وہند کے مشاہیر اکابر کے
اخلاص وللّٰہیت، علم وفضل حُسنِ مَعاشرت
خدمتِ خَلق اور حُسنِ اَخلاق کے
درخشندہ واقعات وکرامات

جمع و ترتیب
محمد اسحٰق مُلتانی
مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ مُلتان 0322-6180738

برصغیر پاک و ہند کے

علمائے حق کے 313 واقعات و کرامات

تاریخ اشاعت............ جمادی الاوّل ۱۴۳۹ھ

ناشر.....................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.................. شاہکار پرنٹنگ پریس، ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ.... ملتان

ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور   دارالاشاعت.......اُردو بازار..........کراچی

مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار......لاہور   ادارۃ الانور.......نیوٹاؤن..........کراچی

مکتبہ رحمانیہ.......اُردو بازار .... لاہور   مکتبہ دارالاخلاص.....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K   119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE   BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

عرضِ مرتب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

امابعد! مسلمانانِ برصغیر اس لحاظ سے بجاطور پر فخر کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس دور میں بھی ایسے علمائے حق سے نوازا جنہوں نے اپنے اپنے دور میں خیر القرون کی یاد تازہ کردی' انہوں نے عزم و ہمت' حق گوئی و سچائی اور بے باکی کے فقید المثال کارنامے سرانجام دیئے ان کی زندگی شریعت و طریقت کے تلازم کی آئینہ دار اور ان کا ہر معاملہ دین کی صحیح تصویر کا عکاس رہا۔

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ' قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی' حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ' حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ' شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ' شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمہ اللہ' حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ' بانی تبلیغ مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ' فخر المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ' علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ' شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ' حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ' مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ' ولی کامل حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ جیسے سینکڑوں اساطین علم و فضل اور ارباب اخلاص و للّٰہیت کے درخشندہ واقعات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں جن کی روشنی میں ہم بہت کچھ سیکھ کر اپنی دنیا و عقبیٰ سنوار سکتے ہیں۔

برصغیر کے اکابر علماء حق کے واقعات پر مشتمل یہ جدید کتاب صرف دلچسپی اور معلومات میں اضافہ کا ذریعہ نہیں بلکہ ہر واقعہ اصلاح افروز ہونے کے ساتھ ساتھ دین کے فہم و بصیرت کا ذریعہ بھی ہے۔ اس جدید ایڈیشن میں مکرر واقعات حذف کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ 313 کے مبارک عدد کے مطابق واقعات کی حامل اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازیں اور ہمیں اپنے اکابر علماء حق کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

والسلام   محمد اسحٰق غفرلہ

جمادی الاوّل ۱۴۳۹ھ بمطابق جنوری 2018ء

اجمالی فہرست

فہرست عنوانات

برصغیر کے اکابر علمائے حق

سیدالطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس اللہ سرہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (بانی دارالعلوم دیوبند)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

جدید اضافہ

والبقیت الصلحت خیر عند ربک ثوابا وخیر املا القرآن الحکیم
اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ
خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا (سورہ کہف ۴۶)
مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور جو نیکیاں پائیدار رہنے والی ہیں وہ تمہارے
رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور امید وابستہ کرنے کیلئے بھی بہتر
قل متاع الدنیا قلیل
والاخرۃ خیر لمن اتقی صدق اللہ العظیم
قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا
تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (سورہ نساء ۷۷)
کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے اور جو شخص تقویٰ اختیار کرے اس کیلئے آخرت
کہیں زیادہ بہتر ہے اور تم پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا

برصغیر کے اکابر علمائے حق

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی سادگی

حضرت شاہ سید احمد صاحب بریلویؒ جن کے ہمراہ مولانا اسماعیل شہیدؒ بھی تھے جب پشاور پہنچے ہیں تو وہاں کے علماء مولانا شہیدؒ کی شہرت سن کر امتحان کی غرض سے آئے' مولانا اس وقت ایک خستہ سا تہبند باندھے ہوئے گھوڑے کو کھترا کر رہے تھے ان سے پوچھا کہ مولانا کہاں ہیں؟

مولانا نے فرمایا کیا کام ہے انہوں نے کہا کہ تجھ کو اس سے کیا مطلب ہے' مولانا کا پتہ بتلاؤ۔ مولانا نے فرمایا کہ تم بتلاؤ تو سہی کیا غرض ہے' کہنے لگے کہ ہم کو کچھ پوچھنا ہے' مولانا نے فرمایا کہ مجھ سے ہی پوچھ لو۔ ان کو معلوم ہو گیا کہ یہی ہیں پھر جو کچھ جس فن میں پوچھا گھوڑے کو کھترا کرتے ہوئے حل کر دیا۔ سب متعجب ہوئے کہ ہم باوجود اس کے کہ ہم کم علم ہیں ایسے قباء و عباء و عمامے باندھے ہوئے ہیں اور مولانا اتنے بڑے عالم اور اس حالت میں رہتے ہیں.... (یادگار ملاقاتیں)

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا دندان شکن جواب

کلکتہ میں ایک ملحد نے حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے کہا کہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاڑھی رکھنا خلاف فطرت ہے کیونکہ اگر فطرت کے موافق ہوتی تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت بھی ہوتی۔ مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر خلاف فطرت ہونے کی یہی وجہ ہے تو دانت بھی تو خلاف فطرت ہیں ان کو بھی توڑ ڈالو کیونکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت دانت بھی نہ تھے۔ (امثال عبرت)

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی فراست

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے زمانے میں مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی اور مفتی صدر الدین صاحب کا شباب تھا۔ مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صاحب نے ایک ایک قصیدہ لکھا کہ شاہ صاحب کے پاس چل کر پیش کریں۔ دیکھیں ادب میں کتنی مہارت ہے لے کر چلے اور راستے میں سوجھی کہ ہر ایک نے دوسرے کا قصیدہ لے لیا کہ میرے قصیدے کو تم اپنا بتانا تمہارے والے کو میں اپنا بتاؤں گا وہاں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نابینا ہو گئے تھے۔ معمولی باتیں کر کے آنے کی غرض دریافت کی۔ انہوں نے کہا ہم نے کچھ لکھا ہے۔ اصلاح کے لئے حضور میں لائے ہیں۔ فرمایا پڑھو سب پڑھ گئے کچھ نہیں بولے یہ سمجھے کہ کچھ نہیں سمجھے۔ پوچھا کسی جگہ اصلاح فرما دیجئے فرمایا اصلاح تو دیکھی جاوے گی مگر یہ بتلاؤ کہ یہ تبادلہ قصیدوں کا کہاں ہوا حیرت ہو گئی۔ شاہ صاحبؒ نے ان معمولی باتوں سے دونوں کی طبیعت کا رنگ پہچان لیا اس سے سمجھے دونوں نے خجلت کے ساتھ اقرار کیا۔ دوبارہ پھر سنا اور جا بجا اصلاح دی۔ (ص ۱۹۵ جلد چہارم حسن العزیز)

حضرت میاں جی نور محمد اور وقت کی قدر

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا کہ جب بازار میں کوئی چیز خریدنے جاتے تو ہاتھ میں پیسوں کی تھیلی ہوتی اور چیز خریدنے کے بعد خود پیسے گن

کردکاندار کو نہیں دیتے تھے بلکہ پیسوں کی تھیلی اس کے سامنے رکھ دیتے اور اس سے کہتے کہ تم خود ہی اس میں سے پیسے نکال لو اس لئے کہ اگر میں نکالوں گا اور اس کو گنوں گا تو وقت لگے گا۔ اتنی دیر میں سبحان اللہ کئی مرتبہ کہہ لوں گا۔

ایک مرتبہ وہ اپنے پیسوں کی تھیلی اٹھائے ہوئے جا رہے تھے کہ پیچھے سے ایک اچکا آیا اور وہ تھیلی چھین کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت میاں جی نور محمد نور نے مڑ کر بھی اس کو نہیں دیکھا کہ کون لے گیا اور کہاں گیا اور گھر واپس آ گئے کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے سوچا کہ کون اس چکر میں پڑے کہ اس کے پیچھے بھاگے اور اس کو پکڑے، بس اللہ اللہ کرو، بہر حال ان حضرات کا مزاج یہ تھا کہ ہم اپنی زندگی کے اوقات کو کیوں ایسے کاموں میں صرف کریں جس میں آخرت کا فائدہ نہ ہو۔ (اصلاحی خطبات جلد ۴ ص ۲۱۶)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی زندہ دلی

مولانا اسماعیل شہیدؒ نے ایک عالم سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص فرش پر بیٹھا ہوا اور قرآن کو رحل پر رکھے ہوئے پڑھ رہا ہو اور دوسرا آدمی پلنگ پر پیر لٹکا کر بیٹھ جاوے یہ جائز ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے کہا جائز نہیں کیونکہ اس میں قرآن کی بے ادبی ہے..... مولانا اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ اگر قرآن کے سامنے کھڑا ہو جائے تو یہ کیسا؟ کہا یہ جائز ہے مولانا نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے، چارپائی پر بیٹھنے میں اگر بے ادبی پیروں کی ہے تو پیر تو پلنگ پر بیٹھنے والے کے بھی نیچے ہیں اور اگر بے ادبی سرین کے اونچے ہونے سے ہے تو سرین کھڑے ہونے والے کے اونچے ہیں وہ مولوی صاحب حیران ہو کر خاموش ہو گئے (فرمایا حضرت سیدی مرشدی حکیم الامت رحمہ اللہ نے کہ اگر فقیہ ہوتے تو کہہ دیتے کہ ادب کا مدار عرف پر ہے اور عرف میں پہلی صورت کو بے ادبی اور دوسری کو ادب شمار کیا جاتا ہے..... مولانا اسماعیل شہیدؒ کے مزاج میں شوخی یعنی زندہ دلی بہت تھی اس لئے ان کے یہاں ایسے ایسے لطیفے اکثر ہوتے رہتے تھے..... جن کا جواب کوئی ان ہی جیسا دے سکتا تھا..... ہر شخص نہ دے سکتا تھا..... ہمارے (یعنی مولانا مرشدی حکیم الامۃ شاہ محمد اشرف علی صاحب کے) ماموں امداد علی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شوخی مزاج دلیل ہے

نفس کے مردہ ہونے اور روح کے زندہ ہونے کی اور متانت دلیل ہے روح کے مردہ ہونے اور نفس کے زندہ ہونے کی اسی لئے اکثر اہل اللہ شوخ مزاج یعنی زندہ دل ہوتے ہیں.....(دعتہ آداب المصائب)

حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کی عجیب کرامت

حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں

جب سید احمد شہید رحمہ اللہ ہفتے میں ایک دن جنگل میں سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو بڑے بڑے لوگ یہ حسرت کرتے تھے کہ ہمیں بھی سید صاحب کے ساتھ جانے کا موقع مل جائے حضرت میاں جی فرماتے ہیں ایک روز موقع مل گیا اور میں سید صاحبؒ کے ساتھ چل پڑا سید صاحب گھوڑے پر تشریف فرما تھے خانم بازار دہلی سے گزرے وہاں سے آگے ایک گلی سے گزرے اس گلی میں ایک رنڈی کا مکان تھا وہ نہایت حسین اور پڑھی لکھی تھی اور اس گلی میں سے معمولی آدمی کا گزرنا ناممکن تھا گلی میں اس کا بڑا بنگلہ تھا بڑے بڑے شہزادے اور امیر زادے اس کے بنگلے پر جاتے تھے جب سید احمد شہیدؒ اس کے بنگلے سے گزرے تو وہ حسن اتفاق سے اپنے دروازے پر کھڑی تھی زرق برق لباس میں ملبوس تھی۔ سید صاحب نے اس کی طرف نظر اٹھائی پھر کیا تھا۔

وہ چیخ پڑی اور سید صاحب کے گھوڑے کے پیچھے دوڑ پڑی اور پیچھے یہ آواز بھی لگا رہی تھی۔ اے شاہسوار! خدا کے واسطے ذرا گھوڑا روک لے۔ آپ نے گھوڑا روک لیا اور وہ بے تحاشا گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں کو لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ سید صاحب بار بار فرماتے تھے کہ بی بی سن تو سہی بات تو بتلاؤ تو کون ہے اور کیوں روتی ہے؟ گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دے اور اپنا مطلب بتا۔ وہ برابر روتی رہی اور گھوڑے کے پاؤں پکڑے ہوئے تھی۔ جب اسے رونے سے افاقہ ہوا تو اس نے کہا.... کہ جی میں توبہ کرنا چاہتی ہوں اور کچھ نہیں چاہتی۔ سید صاحب نے فرمایا اس وقت تمہارے مکان میں بندے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں سید صاحب نے فرمایا توبہ کے بعد نکاح کرے گی؟

اس نے اقرار کرلیا اور کہا کہ جو آپ فرمائیں گے وہ کروں گی۔ اس وقت اس رنڈی

کے گھر میں کل دس آدمی تھے۔ فرمایا سب کو بلاؤ تو آ گئے جس شان سے (رونے کے ساتھ) وہ رنڈی آئی تھی اس شان سے یہ لوگ بھی آ گئے اور رو رو کر سب توبہ تائب ہو گئے۔ سید صاحب نے فرمایا آپ سارے اکبری مسجد میں چلیں میں آ رہا ہوں تھوڑی دیر کے بعد سید صاحب پہنچ گئے اور نو بندوں میں سے ایک کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی نکاح بھی ہو گیا۔

سید صاحب نے مسکرا کر پوچھا بی بی اب کہاں جاؤ گی؟ بڑا پیارا جواب دیا کہا کہ خاوند کے ساتھ ان کے گھر میں جاؤں گی۔ کسی نے کہا اپنے بنگلے پر نہیں جائے گی؟ کہا اس بنگلے پر لعنت بھیجتی ہوں۔ گناہ کے کاروبار سے اس کو بنایا تھا۔ اب اس سے نفرت ہو رہی ہے۔ یہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ بالاکوٹ کے جہاد میں بھی گئی تھی۔ اکبری مسجد میں جو نو بندے سید صاحب سے بیعت ہوئے تھے۔ وہ سارے شہید ہو گئے اور وہ خود مجاہدین کے گھوڑوں کی خدمت کرتی تھی۔ ان کے لئے چارہ وغیرہ بناتی۔ حتیٰ کہ اس کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے۔ ایک مجاہد نے ازراہ تعجب پوچھا کہ بی بی اس وقت آپ خوش تھیں کہ جب تمہاری خدمت کیلئے شہزادے موجود ہوتے تھے یا اب اس حالت میں خوش ہو کہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتی ہیں؟ وہ مسکرائی اور فرمایا سامنے جو پہاڑی کھڑی ہے۔ خدا کی قسم اب میرے پاس ایمان و یقین الحمدللہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر سامنے پہاڑی پر اپنا ایمان و یقین رکھ دوں تو ان شاء اللہ یہ پہاڑی بھی نیچے دب جائے گی اور میرے ایمان و یقین کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ فرمایا الحمدللہ اب سکون ہی سکون ہے پہلے تو میں مصیبت میں ہوتی تھی۔ (ارواح ثلاثہ)

حلم کا نادر الوقوع واقعہ

حضرت شیخ الآفاق مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں ایک شخص آیا کہ میری سفارش نوکری کیلئے فلاں شخص سے کر دیجئے وہ شخص جس سے سفارش چاہی گئی تھی آپ کا مخالف تھا مگر باوجود اس امر کے آپ نے اپنی خوش خلقی سے رقعہ لکھ دیا یا اس شخص نے حامل رقعہ سے اس رقعہ کی بتی بنا کر کہا کہ شاہ صاحب سے کہہ دینا کہ اس کو اپنے اس مقام میں رکھ لو استغفراللہ اس بھلے آدمی نے ویسے ہی آ کر روایت نقل کر دی فرمانے لگے

:۔ ’’کہ اگر تیرا مقصود اس طریق سے حاصل ہو جاتا یا اب بھی ہو جائے تو خدا کی قسم مجھے اس سے بھی عذر نہیں‘‘ اس سائل نے اس مخالف سے یہ حکایت جا کر نقل کی وہ متاثر اور متضرع ہوا اور آ کر عقیدت ظاہر کی خطا معاف کرائی اور بیعت ہوا۔ (ماہنامہ الامداد)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے حلم کا عجیب واقعہ

ایک مرتبہ ایک شخص نے مجمع عام میں مولانا اسماعیل شہیدؒ سے پوچھا کہ مولانا میں نے سنا ہے کہ آپ حرامزادے ہیں۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے بہت متانت اور نرمی سے فرمایا تم سے کسی نے غلط کہا ہے‘ شریعت کا قاعدہ ہے:۔

الولد للفراش سو میرے والدین کے نکاح کے گواہ اب تک موجود ہیں ایسی باتوں کا یقین نہیں کیا کرتے وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ مولانا میں نے امتحاناً ایسا کیا تھا مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کی تیزی سب اللہ کے واسطے ہے۔

فائدہ: اہل اللہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کی ذات کو جس قدر کوئی کہے وہ اپنے کو اس سے بدتر جانتے ہیں۔ (امثال عبرت ص ۱۱۹)

جانی دشمن سے درگزر کا واقعہ

’’حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (م ۶۲۷ھ) کی طبیعت میں حلم وعفو کی درویشانہ صفتیں انتہائی درجہ تک تھیں، ایک بار ایک بدباطن شخص ان کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا، حضرت خواجہؒ کو اس کا علم نورِ باطن سے ہو گیا، وہ شخص جب نزدیک آیا تو بہت ہی اخلاق سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا جس ارادہ سے آئے ہو اس کو پورا کرو، یہ سنتے ہی وہ شخص کانپنے لگا، سربسجود ہو کر عاجزی سے بولا کہ مجھ کو لالچ دے کر آپ کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا، یہ کہہ کر بغل سے چھری نکالی اور سامنے ڈال دی، پھر قدموں پر گر کر کہنے لگا کہ آپ مجھ کو اس کی سزا دیجئے، بلکہ میرا کام ہی تمام کر دیجئے، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم درویشوں کا شیوہ ہے کہ ہم سے کوئی بدی بھی کرتا ہے تو ہم اس کے ساتھ نیکی سے پیش آتے ہیں، تم نے تو میرے

ساتھ اب تک کوئی برائی نہیں کی۔ یہ کہہ کر اس کے لئے دعائیں کیں وہ شخص بہت متاثر ہوا اور اسی وقت سے خدمت میں رہنے لگا، حضرت خواجہؒ کی دعاؤں کی بدولت اس کو متعدد بار حج کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اسی مقدس سرزمین میں پیوندِ خاک ہوا۔ (جواہر پارے)

شاہ اسماعیل شہید کے حلم اور تواضع کا عجیب واقعہ

مسجد میں جب سب سو جاتے تو مولانا اسماعیل شہیدؒ مسافروں کے پیر دبایا کرتے تھے، صرف اس واسطے کہ تواضع پیدا ہو، ایک دفعہ مولانا کسی سفر میں کسی مسجد میں ٹھہرے تو وہاں کسی نے ان کو مسجد سے نکال دیا، لوگوں کو جب معلوم ہوا تو وہ آئے اور اس شخص سے مولانا کا تعارف کرایا، پھر تو وہ پاؤں میں پڑ گیا اور معافی چاہی، مولانا نے اس کو معاف کر دیا، پوچھنے پر فرمایا کہ میں نے اپنے تکبر کا علاج کیا ہے۔ (پسندیدہ واقعات)

مخالف سے انتقام یا صبر میں عارفین کا ضابطہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا محمد علی صاحب مونگیریؒ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ کے خلیفہ تھے۔ شروع میں کسی نیم مجذوب سے بھی استفادہ کیا تھا ان کا ایک ملفوظ مجھے یاد رہ گیا۔ فرمایا کہ: ”اگر کوئی تمہیں ستائے تو تم نہ انتقام لو اور نہ بالکل صبر کرو“۔

مطلب یہ تھا کہ مکمل صبر کرنے سے بعض اوقات ستانے والے پر منجانب اللہ کوئی عذاب آجاتا ہے اس لئے اس پر نظرِ شفقت کر کے کچھ معمولی سا عمل انتقامی کرلو۔

حضرت مولانا دیوبندی (شیخ الہندؒ) نے حدیث لدود کی تشریح اسی اصول کی بناء پر فرمائی ہے لدود اس دواء کو کہتے ہیں جو خاص طریقہ سے مریض کے حلق میں ڈالی جاتی ہے۔ واقعہ حدیث کا یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے۔ صحابہ کرام میں باہم مشورہ ہوا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لدود کیا جائے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا۔ بعد میں اتفاقاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غشی ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ نے یہ خیال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منع فرمانا ایک طبعی امر ہے کہ مریض کو دواء

سے کراہت ہوا کرتی ہے کوئی واجب التعمیل حکم نہیں ہے۔ اس لئے غشی کی حالت میں لدود کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو افاقہ ہوا تو پوچھا کہ کس نے مجھے لدود کیا تھا اور فرمایا کہ جس جس نے لدود میں شرکت کی ہے ان سب کو لدود کیا جائے۔ چنانچہ ایسا کر دیا گیا۔

اس واقعہ میں بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخالفت کرنے والوں سے اپنا انتقام لے لیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عام عادت کسی سے اپنے نفس کا انتقام لینے کی نہ تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ اس وقت غالباً انتقام لینا اس مصلحت سے تھا کہ یہ لوگ جن سے یہ مخالفانہ عمل سرزد ہو گیا ہے۔ دنیا و آخرت کے کسی بڑے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ راستہ پر تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک مریدان کے ساتھ تھا۔ ایک کنویں پر گزر ہوا جہاں لوگ پانی بھر رہے تھے ان میں ایک بڑھیا عورت بھی تھی اس نے ان بزرگوں کو دیکھ کر کچھ ناشائستہ الفاظ برائی کے کہے۔ ان بزرگ نے مرید سے کہا کہ اس کو مارو، مرید حیرت میں رہا کہ یہ بزرگ کسی سے انتقام نہیں لیتے اور اس وقت ایک عورت کو مارنے کے لیے فرما رہے ہیں شاید ان کی بات کو سمجھا نہیں۔ اس میں کچھ توقف ہوا تو یہ بڑھیا وہیں گر کر مر گئی۔ ان بزرگ نے مرید سے کہا کہ ظالم تو نے اس کا خون کیا جب اس نے وہ کلمات کہے تو میں نے دیکھا کہ اللہ کا قہر اس کی طرف متوجہ ہوا اس کو اس قہر سے بچانے کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں کچھ انتقام لے لوں اس لئے مارنے کو کہا تھا تم نے تاخیر کر دی جس کی وجہ سے عذاب نے اس کو پکڑ لیا۔ (مجالس حکیم الامت)

شاہ اسماعیل شہید کا حکیمانہ انداز و تبلیغ

حکایات اولیاء میں ہے کہ امیر خان صاحب نے فرمایا کہ مرزا ثریا جاہ بیان فرماتے تھے کہ اکبر بادشاہ دہلی کی ایک بہن تھیں جن کو بی چھکو کہتے تھے۔ یہ اکبر شاہ سے بہت بڑی تھیں اور انہوں نے اکبر شاہ کو گود میں کھلایا تھا اس لئے بادشاہ بھی ان کا ادب کرتے تھے اور تمام شہزادے اور شہزادیاں بھی ان کو بڑا مانتے تھے۔ غرض تمام اہل قلعہ ان سے دبتے

تھے اور یہ کوستی اور گالیاں بہت دیتی تھیں۔

ایک مرتبہ چند شہزادوں اور چند شہدوں نے مشورہ کیا کہ ایک دن بھر سے مجمع میں بی چھکو سے مولوی اسماعیل کو گالیاں دلوانی چاہئیں اور اس کیلئے تدبیر یہ کی گئی کہ ان شہزادوں نے ایک دعوتی جلسہ تجویز کیا جس میں بی چھکو کو بھی مدعو کیا اور مولانا شہید کو بھی اور جو شہزادے اور شہدے اپنے ہم مذاق تھے ان کی بھی دعوت کی گئی۔ اور جو شہزادے وغیرہ ان کے ہم مذاق نہ تھے ان کو مدعو نہیں کیا گیا۔ اور اس عرصہ میں یہ کارروائی کی گئی کہ مولانا شہید کی طرف بی چھکو کو خوب بھر دیا گیا کہ اسماعیل بی بی کی صحنک کو منع کرتا ہے اور میراں کے بکرے کو ناجائز کہتا ہے۔ فلاں کے روٹ کو منع کرتا ہے فلاں کے توشہ کو۔ شیخ عبدالقادر کی گیارہویں کو منع کرتا ہے اور یہ کرتا ہے اور وہ کرتا ہے۔

جب خوب اچھی طرح بی چھکو کے کان بھر دیئے تو جلسہ منعقد کیا گیا۔ سب لوگ جلسہ میں آئے اور بی چھکو بھی آئیں (مگر یہ پردہ میں تھیں) اتفاق سے مولوی اسماعیل صاحب کو ذرا دیر ہوگئی اس پر ان کو موقع ملا اور انہوں نے بی چھکو سے کہا کہ دیکھئے یہ شخص کتنا مغرور ہے کہ اب تک نہیں آیا اس پر وہ اور بھی برہم ہوگئیں۔

غرض جب مولانا شہید جلسہ میں پہنچے تو اس وقت یار لوگ بی چھکو کو خوب برہم کر چکے تھے۔ ان کے پہنچنے پر بی چھکو نے غصہ کی آواز سے پوچھا کہ عبدالعزیز کا بھتیجا اسماعیل آگیا؟ مولانا جلسہ کا رنگ دیکھ کر تاڑ گئے تھے کہ آج ضرور کوئی شرارت کی گئی ہے۔ آپ نے اس کا تو کچھ جواب نہیں دیا اور فرمایا اخاہ! یہ آواز تو چھکو اماں کی معلوم ہوتی ہے اماں سلام۔ جب انہوں نے اس انداز سے گفتگو کی تو بی چھکو کا غصہ سب کافور ہوگیا اور انہوں نے بڑوں کے قاعدے سے ان کے سلام کا جواب دیا اور ادھر ادھر کی دو چار باتیں کر کے کہا کہ اسماعیل ہم نے سنا ہے کہ تم بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہو؟ مولانا نے فرمایا کہ اماں میں منع نہیں کرتا، بھلا میری کیا مجال ہے کہ میں بی بی کی صحنک کو منع کروں۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ جو کوئی کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بی بی کے ابا جان منع کرتے ہیں میں لوگوں کو بی بی کے ابا جان کا حکم سناتا ہوں۔ اس پر بی چھکو نے حیرت کے

لہجہ میں پوچھا کہ بی بی کے ابا منع کرتے ہیں؟ مولانا نے فرمایا جی ہاں۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں مَنْ اَحْدَثَ فِی دِیْنِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَرَدٌّ اور حدیث پڑھ کر اس کی تفصیل فرمائی اور اس سے صحنک کی ممانعت ثابت فرمائی۔ بی چھکو نے جو یہ تقریر سنی تو مان گئی اور کہا کہ اب سے اگر کوئی عورت کرے گی تو اس حرام زادی کی چٹیا کاٹ لوں گی ہم بی بی پر ایمان نہیں لائے ہم تو بی بی کے ابا پر ایمان لائے ہیں۔ جب وہی منع کرتے ہیں تو پھر ہم کیوں کریں۔ (حکایات اولیاء)

شاہ اسحٰق صاحب رحمہ اللہ کا کمال برداشت

حکایات اولیاء میں ہے کہ امیر خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولوی عبدالجلیل صاحب علی گڑھ کے صاحبزادے مولوی اسماعیل صاحب نے بیان فرمایا کہ میرے والد مولوی عبدالجلیل صاحب اپنے زمانۂ طالب علمی میں شاہ اسحاق صاحب کی مسجد میں رہتے تھے اور اس زمانہ میں فتح پوری کی مسجد میں ایک عالم رہتے تھے جن کا نام آخون شیر محمد تھا۔ میرے والد سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک روز شمس بازغہ کی ایک عبارت کا مطلب ان کی سمجھ میں نہ آیا اور وہ جس مسجد میں رہتے تھے اسی مسجد میں ایک مقام پر بیٹھے ہوئے اس عبارت میں غور کر رہے تھے۔

اتفاق سے شاہ اسحاق صاحب بھی اسی وقت مسجد میں ٹہل رہے تھے۔ شاہ صاحب نے ان کے پاس آکر دریافت کیا کہ میاں صاحبزادے بڑے مصروف ہو کونسی کتاب دیکھ رہے ہو؟ والد صاحب نے اس پر کچھ التفات نہ کیا اور ہوں ہاں کر کے ٹال دیا۔ شاہ صاحب نے دوسری مرتبہ پھر پوچھا کہ میاں صاحبزادے ہمیں تو بتاؤ کونسی کتاب دیکھ رہے ہو؟ والد صاحب نے پھر ٹال دیا۔ شاہ صاحب پھر چلے گئے۔ تیسری مرتبہ شاہ صاحب پھر ٹہلتے ہوئے آئے اور والد صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور ذرا اصرار سے پوچھا کہ میاں بتاؤ تو سہی کہ یہ کیا کتاب ہے اور تم اس میں اتنے مصروف کیوں ہو؟ تب والد صاحب نے مجبور ہو کر کہا کہ یہ کتاب شمس بازغہ ہے، میں ایک مقام میں الجھا ہوا ہوں اسے سوچ رہا ہوں۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ کونسا مقام ہے؟ انہوں نے اس کا جواب بھی

لاپرواہی سے دیا۔ جب کئی مرتبہ شاہ صاحب نے اصرار کیا۔تب انہوں نے ان کو وہ مقام دکھلایا (وجہ ان کی بے التفاتیوں کی یہ تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ شاہ صاحب اور ان کے خاندان والے لوگ معقول نہیں جانتے) شاہ صاحب نے اس مقام کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ تمہارے استاد نے یہ بتلایا ہوگا اور تم یہ کہتے ہوگے۔انہوں نے اقرار کیا۔اس پر شاہ صاحب نے اس کا صحیح مطلب بتلایا اور عبارت پر اس کو منطبق فرما دیا۔(حکایات اولیاء)

مخلوق کی ایذائیں برداشت کرنے کی تلقین

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب عبادت و ریاضت میں ایک خاص لذت محسوس ہونے لگی تو آپ دنیا کے ہنگاموں سے گھبرانے لگے اور دل چاہنے لگا۔ کہ جنگل بیابان میں نکل جاؤں وہاں ہر وقت محبوب حقیقی کی عبادت میں مشغول رہوں ایک روز امیر خسرو رحمہ اللہ کے پاس گئے اور کہا آپ پیر و مرشد سے زیادہ بے تکلف ہیں۔ میری گزارش خدمت اقدس میں پہنچا دیں۔گزارش یہ ہے کہ جب میں اپنے وطن اودھ جاتا ہوں تو لوگوں کی مداخلت کی وجہ سے مشغول نہیں رہ سکتا۔اگر حضرت کی رائے ہو تو جنگل میں جا کر عبادتِ حق میں مشغول ہو جاؤں۔

امیر خسرو رحمہ اللہ تعالیٰ کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد محبوب الٰہی کے پاس جاتے اور دیر تک باتیں کرتے رہتے تھے۔حضرت نصیر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی خواہش کا حضرت محبوب الٰہی سے اظہار کیا۔آپ نے ارشاد فرمایا:''اس سے کہو کہ تجھے مخلوق خدا کے درمیان ہی رہنا چاہیئے اور لوگوں کے ظلم و ستم برداشت کرنے چاہئیں۔اس حکم کے بعد آپ نے ارادہ ترک کر دیا اور اس طرح کی خواہش کو اپنے دل سے نکال دیا۔(تذکرہ اولیائے پاک و ہند)

مولانا مملوک علی رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ

مولانا مملوک علی صاحب رحمہ اللہ جو استاذ الکل تھے۔ان بزرگوں کے یعنی حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے۔وہ ایک دن فرمانے لگے کہ تم علم کیا حاصل کرو گے۔علم ہم

نے حاصل کیا ہے اور جو ہم نے محنتیں اٹھائی ہیں تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ فرمایا کہ ہمارے پاس کوئی غذا کا سامان نہیں تھا اور نہ کوئی کھانا ہی مقرر تھا، اور نہ کوئی وظیفہ تھا ہمارے پاس کھانے کا ڈھنگ یہ تھا کہ شام کو سبزی منڈی جاتے تھے۔ جب سبزی فروش سبزیاں بیچ کر چلے جاتے تھے تو وہاں سبزیوں کے ڈنٹھے اور پتے پڑے رہتے تھے ان سب کو جمع کر کے دھوتے اور پاک کرتے اور اس میں نمک ڈالتے اور ابال کر کھالیا کرتے تھے۔ یہ کھانا ہوتا تھا۔ بعض دفعہ روٹی بھی نہیں ہوتی تھی پتے ہی کھا کر گزر کیا کرتے تھے۔

اور فرمایا کہ مطالعہ کی صورت یہ تھی کہ مدرسہ میں کوئی روشنی کا بندوبست نہیں تھا ہم چلے جاتے تھے بازار میں بنیوں کی دکان پر۔ ان تختوں کے بیچ میں چراغ کی روشنی کی چھینٹ پڑ جاتی تھی۔ بنیوں کا قاعدہ یہ تھا کہ رات بھر دوکان میں چراغ جلاتے تھے وہ اسے بدفالی سمجھتے تھے کہ رات کو دکان میں اندھیرا رہے، وہ دکان کے اندر شام کو چراغ جلا کر چھوڑ دیتے۔ مولانا مملوک علی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم دکانوں کے تختوں پر بیٹھ کر جو روشنی دکان سے نکلتی تھی اس میں کتاب دیکھا کرتے تھے یہ ہمارے مطالعہ کا طریقہ تھا۔ اس پر فرمایا کہ تم کیا علم حاصل کرو گے کیا محنتیں اٹھاؤ گے۔ محنتیں تو ہم نے اٹھائی ہیں۔

بہر حال اس سے اخلاص اور علم کی راہ میں فنائیت معلوم ہوتی ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام)

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی حکایت

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں بدعت کی بہت کثرت ہوگئی تھی۔ اور دلی کے لال قلعہ میں ہر بدعت جاری تھی۔ سنت کا پتہ نہیں تھا۔ بس بدعات اور خرافات پھیلی ہوئی تھیں تو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں لوگوں نے ایک شوشہ اٹھایا اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تختے پر تصویر بنائی جو بہت رنگین اور خوشنما تھی اور ہاتھی منگا کر اس پر وہ تصویر رکھی اور جلوس نکالا۔

ہزاروں آدمی پیچھے جمع ہو گئے اور ظاہر بات ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک کا نام آجائے تو طبعی طور پر مسلمان ٹوٹ پڑتے ہیں۔

یہاں تک تو ان کی حرکت تھی پھر آدمی بھیجا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس کہ شبیہ مبارک کا جلوس نکل رہا ہے۔ آپ اس میں شریک ہوں اور مقصد یہ تھا کہ انہوں نے اگر انکار کر دیا تو ہم کو کہنے کا موقع مل جائے گا کہ ان لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی تصویر تھی۔ ہم نے بلایا مگر وہ نہیں آئے اور اگر آ گئے تو کل کو ان کو کچھ کہنے کا موقع نہیں رہے گا۔

بہرحال اس شخص نے جا کر کہا شبیہ مبارک کا جلوس نکل رہا ہے آپ بھی شرکت کریں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا شبیہ مبارک کا جلوس نکل رہا ہے؟ تمام طلباء کو کہا کہ سب چلو۔ لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا، جو اپنے تھے وہ بھی خوش ہوئے کہ اب فتنہ نہیں ہوگا۔ اور جو فتنہ پرداز تھے وہ یوں خوش ہوئے کہ اب ان کی زبان بند ہو جائے گی، اب یہ کسی بدعت سے روک نہیں سکیں گے۔

بہرحال شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک مجمع چلا اور جلوس میں بڑی خوشی ہو گئی کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آ گئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت ہی ادب سے شبیہ مبارک کی زیارت کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ بھائی اس سے تو کوئی برکت بھی حاصل کرنی چاہئے۔ یہ کوئی معمولی چیز نہیں یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک ہے اس کی برکات سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

لوگ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے آنے سے مطمئن ہو گئے تھے، کہا کہ جو مناسب ہو وہ کریں تو شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گلاب اور کیوڑے کی بوتلیں منگاؤ اور ایک بڑا طشت منگاؤ۔ اس ہاتھی پر بیٹھ کر اس شبیہ مبارک کو اس طشت میں رکھا، اور چھینٹے دینے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ وہ تصویر مٹ گئی اور رنگ دھل گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ جو پانی ہے یہ برکت کی چیز ہے اس میں نسبت ہو گئی ہے کوئی منہ میں لگائے کوئی آنکھوں میں، لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ کسی نے آنکھوں میں لگایا اور کسی نے چہرہ پر ملا۔ اس طرح تصویر بھی ختم ہو گئی اور جلوس بھی ختم ہو گیا۔ (مجالس حکیم الاسلام)

حضرت تھانیسری رحمہ اللہ کا کمال مجاہدہ

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

مولانا جعفر تھانیسریؒ اپنی کتاب ''تاریخ کالا پانی'' میں لکھتے ہیں کہ ہمارا علماء کا ایک قافلہ تھا۔ انگریز نے اس قافلے کو دہلی سے لاہور بھیجا۔ مگر جس انگریز نے دہلی سے لاہور بھیجا اس نے ہمیں فقط ہتھکڑیاں لگائیں لہٰذا ہم بڑے اطمینان سے اللہ اللہ کرتے ہوئے دہلی سے لاہور پہنچ گئے۔ لیکن لاہور جیل کا انچارج بہت ہی جابر اور متشدد قسم کا آدمی تھا۔ اس نے کہا، یہ مولوی آرام کے ساتھ سفر کر کے یہاں آ گئے !!!

اب میں ان کو سبق سکھاؤں گا کہ یہ ہمارے ساتھ کیسے غداری کرتے ہیں اور ہمارے نمک حرام بنتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ریل گاڑی کے اندر چھوٹے چھوٹے کیبن بنوائے اور ہر کیبن میں چاروں طرف کیل لگوائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بیٹھنے کی جگہ کے چاروں طرف ایک ایک دو دو انچ کے فاصلے پر کیل لگے ہوئے تھے۔ ان کیبنوں میں ہمیں بٹھایا گیا۔ جب ریل گاڑی چلتی اور پیچھے جھٹکا لگتا تو ہمارے جسم پر پیچھے کیل چبھ جاتے۔ جب دائیں طرف جھٹکا لگتا تو دائیں طرف کیل چبھ جاتے، جب بائیں طرف جھٹکا لگتا تو بائیں طرف کیل چبھ جاتے۔ چلتی ہوئی گاڑی پر ہمیں پتہ نہیں ہوتا تھا کہ بریک لگنی ہے یا نہیں۔ جب یکدم بریک لگتی تو ہمارے ان زخموں پر پھر کیل چبھتے۔ فرماتے ہیں کہ وہیں پسینہ بھی نکلتا اور خون بھی بہتا۔ سو بھی نہیں سکتے تھے۔

ہمیں انہوں نے لاہور سے ملتان بھیجنا تھا۔ یہ تکلیف دہ سفر ایک ماہ میں طے ہوا۔ اور ہم پورا مہینہ دن کو بھی بیٹھے رہتے اور رات کو بھی بیٹھے رہتے۔ اسی جگہ پر ہمارا پیشاب پاخانہ بھی نکل جاتا تھا۔ مگر ہمارے لئے پانی وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا تھا جس کی وجہ سے بدبو بھی بہت زیادہ تھی۔ اتنی سخت سزا اس لئے دی کہ ہم تنگ آ کر کہہ دیں کہ جی آپ جو کچھ کہتے ہیں ہم مان لیتے ہیں۔ مگر قربان جائیں ان کی عظمتوں پر کہ انہوں نے یہ تکلیف تو برداشت کر لی مگر انہوں نے فرنگی کی بات کو ماننا پسند نہ کیا۔

فرماتے ہیں کہ ایک مہینہ کے اتنے پر مشقت سفر کے بعد جب ہم ملتان پہنچے تو وہاں پر موجود حاکم نے کہا کہ ان لوگوں کو ہم کل پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیں گے۔ جب ہم نے پھانسی کی خبر سنی تو ہمارے دل خوش ہوئے کہ اب ہمیں اپنا مقصود نصیب ہو جائے گا۔

اگلے دن وہ جب ہمیں پھانسی دینے کیلئے آیا تو اس نے دیکھا کہ ہمارے چہروں پر رونق تھی۔ کیونکہ تھکاوٹ ختم ہو چکی تھی۔ ہمارے تروتازہ چہروں کی رعنائی دیکھ کر وہ کہنے لگا، او ملاؤ! تمہارے چہرے پر مجھے تازگی کیوں نظر آ رہی ہے؟ ہم میں سے ایک نے جواب دیا کہ ہمارے چہرے اس لئے تروتازہ ہیں کہ آپ ہمیں پھانسی دیں گے تو ہمیں شہادت نصیب ہو جائے گی۔ جب اس نے یہ بات سنی تو وہ وہیں سے واپس اپنے دفتر چلا گیا اور اس نے اپنی بڑی اتھارٹیز سے رابطہ کیا اور بتایا کہ یہ تو خوش ہیں کہ ان کو پھانسی دیدی جائے۔

چنانچہ اس نے واپس آ کر اعلان کیا کہ او ملاؤ! تم خوش ہو کر موت مانگتے ہو لیکن ہم تمہیں موت بھی نہیں دینا چاہتے، ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے تمہیں کالا پانی بھیج دیا جائے۔ اس جگہ پر پہنچ کر مولانا جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر لکھا۔ فرماتے ہیں:

مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا — کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

(خطبات فقیر ج 8 ص 172)

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کا ایمان افروز واقعہ

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد تھا، اس کو ایک مرتبہ کسی عورت نے بہانے سے گھر میں بلوایا کہ ایک مریض ہے اس کو پڑھ کر دم کر دیجئے۔ وہ سادہ آدمی تھا بیچارہ، جب گھر میں گیا تو دروازے بند۔ تب اس کو پتہ چلا کہ اس خاتون کی تو نیت ٹھیک نہیں۔ اب کیسے گناہ سے بچے؟ اس نے فوراً بہانہ کیا کہ مجھے Toilet جانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ Toilet میں چلا گیا۔ وہاں جا کر جو گندگی پڑی ہوئی تھی اس نے وہ گندگی اپنے جسم پر مل لی۔ جب باہر نکلا تو بُو کے بھبھوکے آ رہے تھے۔ جب وہ اس عورت کے قریب آیا تو اتنی بو آ رہی تھی۔ اس نے

کہا مجھے کیا پتہ کہ تم اتنے کمینے اور اتنے بیوقوف انسان ہو۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔

چنانچہ دروازہ کھولا، اس نے اپنا ایمان بچایا نکل آیا۔ اب رو رہا تھا کہ راستے میں لوگوں کو بو آئی تو میں کیا جواب دوں گا۔ سید ھا مدرسے پہنچا۔ وہاں جا کر غسل خانے میں کپڑے بھی پاک کیئے، دھوئے، غسل بھی کیا اور گیلے کپڑے پہن کر حضرت کے درس کے اندر آ کر پیچھے بیٹھ گیا۔ یہ کبھی لیٹ نہیں آیا تھا، اس دن لیٹ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے درس دینے کے دوران رک کر پوچھا ارے تم میں سے آج اتنی تیز خوشبو لگا کر کون آیا۔ لڑکوں نے جب ادھر ادھر دیکھا۔ ایک لڑکے نے بتایا کہ جو یہ نیا لڑکا آیا ہے ابھی، دیر سے، اس نے خوشبو لگائی ہے۔

حضرت نے قریب بلایا۔ فرمایا کہ تم نے اتنی تیز خوشبو کیوں لگائی؟ جب بار بار پوچھا تو بتانا پڑا۔ اس کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے، اس نے واقعہ سنایا۔ کہنے لگا حضرت! میں نے تو دامن کو بچانے کے لئے عزت کو بچانے کے لئے اپنے جسم پر گندگی کو لگایا تھا لیکن اب میں نہا بھی چکا، دھو بھی چکا جہاں جہاں گندگی لگائی تھی۔ میرے جسم کے ان ان حصوں سے خوشبو آ رہی ہے۔ چنانچہ جب تک یہ نوجوان زندہ رہا اس کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی رہی۔

کتابوں میں لکھا ہے اسی وجہ سے ان کا نام خواجہ مشکی پڑ گیا تھا۔ لوگ انہیں خواجہ مشکی کہتے تھے۔ کہ جہاں جہاں انہوں نے گناہ سے بچنے کے لئے گندگی لگائی تھی۔ ان کے جسم کی ان جگہوں سے خوشبو آیا کرتی تھی۔ (خطبات فقیر ج 19 ص 146)

شیخ مظہر جانِ جاناں رحمہ اللہ کی حکیمانہ دعوت

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور وہ ہندو تھا۔ کہنے لگا کہ مجھے کشف القلوب حاصل ہے۔ کشف القلوب کا کیا مطلب؟ کہ دلوں میں جھانک کر دیکھ لیتے ہیں کہ کسی کے دل میں کیا ہے۔ یہ کشف کی ایک قسم ہے اور اللہ والوں کو بھی اللہ تعالیٰ دے دیتے ہیں۔ اور غیر مسلم بھی اگر ریاضت اور مجاہدہ کریں تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کو بھی یہ دے دیتے ہیں کہ چل دنیا میں تمہیں بھی تھوڑا منظر دکھا دیں۔ اس ہندو کو یہ

حاصل تھا اور وہ کہنے لگا کہ مجھے کشف القلوب حاصل ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا میرا دل دیکھو! اس نے دل دیکھا، کہنے لگا کہ جی دل میں تو بالکل سیاہی ہی سیاہی نظر آرہی ہے۔ حضرت نے فرمایا: اچھا تمہیں یہ نعمت کیسے ملی؟ کہنے لگا کہ میں نے ہر کام اپنے نفس کے خلاف کیا جس وجہ سے مجھے یہ چیز مل گئی۔ حضرت نے تھوڑی دیر بعد بات بدلی اور فرمایا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ کہنے لگا کہ میرا جی نہیں چاہتا، حضرت نے پکڑا کہ اچھا کہ جب تم نے باقی کام جی (نفس) کے خلاف کیئے تو یہ بھی جی کے خلاف کرو۔ اب وہ پکڑا گیا اصل میں توجہ پڑ رہی تھی۔ چنانچہ اس نے کلمہ پڑھ لیا، کلمہ پڑھنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب میرے دل میں ذرا جھانک کر دیکھو! تو کہنے لگا کہ حضرت ہر طرف نور ہی نور نظر آتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھو بھئی! میرا دل آئینے کی مانند تھا، جب تم نے پہلے دیکھا، چونکہ تم پہلے کافر تھے تمہیں اپنے دل کی سیاہی اس آئینے میں نظر آئی، اب کلمہ پڑھ لیا اور جھانک کر دیکھا تو تمہیں اپنے دل کا ایمان نور کی شکل میں نظر آیا۔ تو دوسروں کی شخصیت میں انسان کو اپنی تصویر نظر آرہی ہوتی ہے۔ (خطبات فقیر ج 26 ص 241)

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا حُسنِ اَخلاق

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنا ایسی بزرگ ہستی کہ ماضی قریب میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے.... شاہی خاندان کے شہزادے تھے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیلئے نکل پڑے اور قربانیاں دیں ایک مرتبہ دہلی کی جامع مسجد میں خطاب فرما رہے تھے.... خطاب کے دوران بھرے مجمع میں ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا (العیاذ باللہ) ہم نے سنا ہے کہ آپ حرام زادے ہیں اتنے بڑے عالم اور شہزادے کو ایک بڑے مجمع میں یہ گالی دی اور وہ مجمع بھی معتقدین کا تھا.... میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم جیسا کوئی آدمی ہوتا تو اس کو سزا دیتا اگر وہ سزا نہ بھی دیتا تو اس کے معتقدین اس کی تکہ بوٹی کر دیتے.... ورنہ کم از کم اس کو ترکی بہ ترکی یہ

جواب تو دے ہی دیتے کہ تو حرام زادہ.... تیرا باپ حرام زادہ لیکن حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جو پیغمبرانہ دعوت کے حامل تھے جواب میں فرمایا۔

آپ کو غلط اطلاع ملی ہے میری والدہ کے نکاح کے گواہ تو آج بھی دلی میں موجود ہیں۔

اس گالی کو ایک مسئلہ بنا دیا لیکن گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا۔(اصلاحی خطبات ج۴ص۲۵۵)

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی ایک پادری سے گفتگو

انگریزوں کے دور حکومت میں ایک مشہور عیسائی پادری دہلی آیا۔ انگریز وائسرائے سے ملاقات کی اور کہا کہ میں کسی بڑے مسلمان عالم کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہتا ہوں تو اسے بتلایا گیا کہ مسلمانوں کا بڑا عالم اور رہنما موجودہ دور میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے مناظرے کی چیلنج قبول کر لی ایک تاریخ طے ہوگئی بڑی دنیا تماشے کے لئے موجود تھی عیسائی پادری نے شاہ صاحب پر تین اعتراضات کر لئے کہ ان کا جواب دو۔ پہلا اعتراض یہ تھا کہ آپ مسلمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد کائنات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے تو کربلا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ حضرت سیدنا امام حسین جب دشمن کے درمیان پھنسے ہوئے تھے تو ان کے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیوں نہیں بچایا ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں کی؟

حضرت شاہ صاحب نے عقلی جواب دیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ یا رب العالمین میرے نواسے کو دشمنوں کے شر اور تکلیف سے بچا دیں مگر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ اپنے نواسے کے بارے میں پریشان ہیں یہ لوگ بڑے ظالم ہیں۔ خود میرا بیٹا حضرت عیسیٰ جب دشمنوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا اور یہودی آپ کو پھانسی پر چڑھا رہے تھے تو وہ ہائے ابو ہائے کہہ رہے تھے کہ مجھے دشمن سے بچا دیں وہ مجھے قتل کر رہے ہیں اللہ پاک نے فرمایا جب میں ان ظالموں سے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت عیسیٰؑ کو نہ بچا سکا اور آخر انہیں پھانسی پر چڑھایا گیا تو آپ کے نواسے کو کیسے بچا سکتا ہوں یاد رہے کہ یہ جواب حضرت شاہ صاحب نے الزامی طور پر دیا کہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور یہودیوں نے پھانسی پر چڑھایا تو یہ اعتراض آپ پر خود آ سکتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں نہیں بچایا اس جواب پر پادری لاجواب ہو گیا یہ شاہ صاحب کی طرف سے عقلی جواب تھا کہ یہ اعتراض تو اللہ تعالیٰ پر بھی آتا ہے کہ بیٹے کو کیوں نہیں بچایا؟

پادری نے دوسرا اعتراض یہ کیا کہ ایک بڑے شہر میں ایک چوک ہے چوک میں ایک آدمی سو رہا ہے اور اس کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ اب ایک مسافر وہاں پہنچا اس کو راستے کا علم نہیں۔ اب وہ مسافر راستے کے بارے میں کس سے پوچھے گا جو سو رہا ہے اس سے پوچھے گا یا جو جاگ رہا ہے؟

حضرت شاہ صاحب نے بڑا حکیمانہ جواب دیا فرمایا مسافر کو تو راستے کا پتہ نہیں بلکہ جو بیٹھا ہوا ہے اسے بھی راستے کا علم نہیں۔ وہ دونوں سوئے ہوئے شخص کا انتظار کریں گے کہ جب یہ جاگ اٹھیں گے تو دونوں ان سے راستے کے بارے میں معلومات لیں گے۔ پادری کا مطلب یہ تھا کہ آپ مسلمان کہہ رہے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ ہیں تو دین میں رہنمائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لینی ہے نہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وفات پا چکے ہیں تو شاہ صاحب سمجھ گئے اور ایسا پیارا جواب دیا کہ عیسیٰ بھی خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی لیں گے۔ اس جواب پر پادری بڑا شرمندہ اور لاجواب ہو گیا۔ تیسرا اعتراض پادری نے یہ کیا کہ میرے ہاتھ میں انجیل ہے آپ قرآن پاک لے آئیں اور دونوں کو آگ میں ڈالتے ہیں جو کتاب حق پر ہوگی وہ آگ میں محفوظ رہے گی اور جو حق پر نہیں ہوگی وہ جل جائے گی۔ حضرت شاہ صاحب نے بڑا ایمان افروز جواب دیا فرمایا یہ تو کتابوں کی توہین ہے کہ آگ میں پھینکتے ہیں۔ آپ اپنی کتاب سینے سے لگائیں اور میں قرآن مجید کو سینے سے لگاتا ہوں اور آگ میں چھلانگ لگاتے ہیں جو بندہ حق پر ہوگا وہ آگ میں نہیں جلے گا اصل میں پادری نے انجیل کتاب پر ایسا مصالحہ لگایا تھا جس پر آگ اثر نہیں کرتی تھی۔ اس پر پادری مناظرہ ہار کر میدان سے بھاگ گیا۔ (ملفوظات عزیزی)

عالمگیر رحمہ اللہ کی عالمگیر حکمت

عالمگیر رحمہ اللہ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ عالم گیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں علماء اس قدر کس مپرسی میں مبتلا ہو گئے کہ انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا عالم گیر رحمہ اللہ چونکہ خود عالم تھے اہل علم کی عظمت کو جانتے تھے انہوں نے کوئی بیان وغیرہ اخبارات میں شائع نہیں کرایا کہ علماء کی قدر کرنی چاہیئے۔

بلکہ یہ تدبیر اختیار کی کہ جب نماز کا وقت آ گیا تو عالم گیر رحمہ اللہ نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ آج فلاں والی ملک جودکن کے نواب ہیں وہ ہمیں وضو کرائیں چنانچہ جودکن کے والی تھے انہوں نے سات سلام کیئے کہ بڑی عزت افزائی ہوئی کہ بادشاہ سلامت نے مجھے حکم دیا کہ میں وضو کراؤں.... وہ سمجھے کہ اب کوئی جاگیر ملے گی بادشاہ بہت راضی ہے.... نواب صاحب فوراً پانی کا لوٹا بھر لائے اور آکر وضو کرانا شروع کر دیا....

عالمگیر رحمہ اللہ نے پوچھا کہ وضو میں فرض کتنے ہیں؟ انہوں نے ساری عمر کبھی وضو کیا ہوتا تو انہیں خبر ہوتی.... اب وہ حیران! کیا جواب دیں.... پوچھا واجبات کتنے ہیں؟ کچھ پتہ نہیں.... پوچھا سنتیں کتنی ہیں؟ جواب ندارد....

عالمگیر رحمہ اللہ نے کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ لاکھوں کی رعیت کے اوپر تم حاکم ہو.... لاکھوں کی گردنوں پر حکومت کرتے ہو اور مسلم تمہارا نام ہے.... تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ وضو میں فرض.... واجب.... سنتیں کتنی ہیں.... مجھے امید ہے کہ میں آئندہ ایسی صورت نہ دیکھوں....

دوسرے کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ان سے کہا: آپ ہمارے ساتھ افطار کریں اس نے کہا جہاں پناہ یہ تو عزت افزائی ہے.... ورنہ فقیر کی ایسی کہاں قسمت کہ بادشاہ سلامت یاد کریں.... جب افطار کا وقت ہوا تو عالم گیر رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ مفسدات صوم جن سے روزہ فاسد ہوتا ہے کتنے ہیں؟

انہوں نے کبھی اتفاق سے روزہ ہی نہیں رکھا تھا.... انہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ روزے کے مفسدات کیا ہیں.... اب دوسرے صاحب چپ ہیں.... کیا جواب دیں!!

عالم گیر رحمہ اللہ نے کہا بڑی شرم کی بات ہے کہ تم مسلمانوں کے امیر والی ملک اور نواب کہلاتے ہو.... ہزاروں آدمی تمہارے حکم پر چلتے ہیں ....تم مسلمان....ریاست کے والی ہو اور تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ روزہ فاسد کن کن چیزوں سے ہوتا ہے؟!

اسی طرح کسی سے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا تو زکوٰۃ کا مسئلہ نہ آیا.... کسی سے حج وغیرہ کا غرض سارے فیل ہوئے اور عالم گیر رحمہ اللہ نے سب کو یہ کہا کہ آئندہ میں ایسا نہ دیکھوں....

بس جب یہاں سے امراء واپس ہوئے اب انہیں مسائل معلوم کرنے کی ضرورت پڑی تو علماء کی تلاش شروع ہوئی اب علماء نے ناز شروع کئے کسی نے کہا ہم پانچ سو روپے تنخواہ لیں گے انہوں نے کہا حضور! ہم ایک ہزار روپیہ تنخواہ دیں گے۔ اس لئے کہ جاگیریں جانے کا اندیشہ تھا پھر بھی علماء نہ ملے تمام ملک کے اندر اہل علم حضرات کی تلاش شروع ہوئی جتنے علماء طلباء تھے سب ٹھکانے لگ گئے بڑی بڑی تنخواہیں جاری ہوگئیں اور ساتھ ہی یہ کہ جتنے امراء تھے انہیں مسائل معلوم ہوگئے اور دین پر انہوں نے عمل شروع کر دیا.... (از انمول موتی)

حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کی ایک کرامت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ بڑے صاحب کشف تھے اور تقویٰ میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ سے بڑھ کر تھے۔ مولوی فضل حق صاحب معقولی حدیث میں آپ کے شاگرد تھے۔ ان سے ایک سید شیعی نے یہ کہا کہ سنا ہے تمہارے استاد بڑے صاحب کشف ہیں۔ میں تو جب جانوں کہ جب میں جاؤں تو وہ میری تعظیم کے لئے باعتبار میری سیادت کے کھڑے ہو جاویں اور ان کو میرا سید ہونا معلوم ہو جاوے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کسی کی تعظیم نہیں فرماتے تھے۔ مزاج میں سادگی بہت تھی اور ان کی یہ بھی ایک کرامت تھی کہ اہل حق کے سلام کے جواب میں داہنا ہاتھ اور اہل باطل کے سلام کے جواب میں بایاں ہاتھ خود بخود اٹھ جاتا تھا۔ پس وہ شخص مولوی فضل حق صاحب کے ساتھ آیا تو سلام کا جواب تو حسب عادت شاہ صاحب کی طرف سے ملا۔ یعنی مولوی صاحب کے سلام پر داہنا ہاتھ اور اس شیعی کے سلام پر

بایاں ہاتھ اٹھ گیا۔ مگر شاہ صاحب تعظیم کے لئے نہیں کھڑے ہوئے۔ مولوی فضل حق صاحب دل میں بہت زچ پیچ ہوئے کہ کاش اس وقت کھڑے ہو جاتے تو میری بات رہ جاتی۔ شاہ صاحب دفعۃً کھڑے ہو گئے اور فرمایا میر صاحب! یہ آپ کی سیادت کی تعظیم ہے اور میں نے جو اول تعظیم نہ کی تھی وجہ اس کی یہ ہے کہ باوجود سیادت کے تم میں جو عقائد باطلہ مل گئے ہیں تمہاری مثال قرآن محرف کی سی ہے۔ جس کی تعظیم غیر واجب ہے اور شاہ صاحب کی ایک تیسری کرامت اس شیعی نے وہاں سے اٹھنے کے بعد بیان کی کہ جب میں یہاں آیا تھا تو دل میں تبرا کہنا شروع کیا تھا اور پاس بیٹھ کر بھی دل میں وہی شغل رکھا مگر کیفیت یہ تھی کہ اس کے خیال کرنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص چھریاں مار رہا ہے۔ یا سوئیاں چبھو رہا ہے۔ جب وہ خیال دفع کر دیتا تھا۔ راحت ہو جاتی تھی۔ پھر خیال کرنے سے وہی کیفیت ہو جاتی تھی اس کرامت کو بیان کر کے اس شیعی نے مولوی صاحب سے کہا کہ تمہارے استاد بڑے ساحر ہیں (ملفوظات حصہ سوم، ص ۱۵ م ۲۴)

میاں جی نور محمد رحمہ اللہ کی کرامت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک کرامت حضرت شیخ الشیوخ قطب العالم میاں جی نور محمد صاحب قدس اللہ سرہ کی مشہور ہے کہ آپ کے یہاں کوئی تقریب تھی حضرت پیرانی صاحبہ آنکھوں سے بالکل معذور تھیں۔ عورتوں کا ہجوم ہوا، ان کی مدارت میں مشغول ہوئیں مگر بینائی نہ ہونے سے سخت پریشان تھیں۔ حضرت رحمہ اللہ سے بطور ناز کہنے لگیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ولی ہیں کیا جانیں۔ ہماری آنکھیں جب درست ہو جائیں تب ہم جانیں۔ حضرت رحمہ اللہ باہر چلے گئے دعا فرمائی ہوگی۔ اتفاقاً حضرت پیرانی صاحبہ بیت الخلاء تشریف لے گئیں راستے میں دیوار سے ٹکر لگی وہاں غشی ہوگئی اور گر پڑیں۔ تمام جسم پسینے پسینے ہو گیا۔ آنکھوں سے بھی بہت پسینہ نکلا۔ ہوش آیا تو خدا کی قدرت سے دونوں آنکھیں کھل گئیں اور نظر آنے لگا۔ حضرت میاں جی صاحب کی دعا کا یہ اثر ہوا۔ یہ کرامت تھی میاں جی صاحب کی۔ (ص ۱۳۲ امثال عبرت حصہ دوم)

اکابر کی کمال سادگی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: مولانا مملوک علی صاحب جو کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد اور مولانا رشید احمد صاحبؒ و مولانا محمد قاسم صاحب کے استاد ہیں دہلی میں دارالبقا سرکاری مدرسہ تھا۔ اس میں ملازم تھے۔ دہلی سے نانوتہ جاتے ہوئے راستے میں کاندھلہ پڑتا تھا مولانا مظفر حسین صاحب نے ان سے کہہ رکھا تھا کہ کاندھلہ میں مل کر جایا کرو۔ مولانا مملوک علی صاحب نے یہ کہہ دیا تھا کہ تکلف نہ کرنا صرف ملنے کے لئے کچھ دیر ٹھہر جایا کروں گا چنانچہ گاڑی راستے ہی میں چھوڑ کر ملنے آتے۔ مولانا اول یہ پوچھتے کہ کھانا کھا چکے یا کھاؤ گے اگر کہا کہ کھا چکا تو پھر کچھ نہیں اور اگر نہ کھائے ہوتے تو کہہ دیتے کہ میں کھاؤں گا تو پوچھتے کہ رکھا ہوا لادوں یا تازہ پکوادوں۔ چنانچہ ایک بار یہ فرمایا کہ رکھا ہوا لادو۔ اس وقت ایک دفعہ صرف کھچڑی کی کھرچن تھی۔ اسی کو لے آئے اور کہا کہ رکھی ہوئی تو یہی تھی۔ انہوں نے کہا بس یہی رکھ دو۔ پھر جب رخصت ہوتے تو مولانا مظفر حسین صاحبؒ ان کو گاڑی تک پہنچانے جاتے یہ ہمیشہ کا معمول تھا۔ (ص ۴۰۵ م ۴۹۲ حسن العزیز جلد اول)

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا مقام

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ "ایک دفعہ ایک انگریز افسر ہندوستان میں علماء کی ایک مجلس میں آیا مجلس میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے' انگریز افسر نے علماء حضرات سے کہا کہ میرے سوال کا جواب دیں کہ پہلے ہم لوگ غلام تھے اور مسلمان ہمارے آقا تھے اب مسلمان غلام ہیں اور ہم ان کے آقا ہیں؟ ایسا کیوں ......؟ علماء حضرات نے اپنے اپنے انداز میں جواب دیا لیکن انگریز افسر مطمئن نہیں ہوا اور پھر کھڑے ہو کر کہنے لگا "جب سے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کے لوگوں کو قیادت سے ہٹا دیا تو ہم آقا بن گئے اور تم غلام۔"

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھئے زمانے کے آقا ہوئے اب غلام

انگریز افسر کا جواب آج کے مسلمانوں کے لئے تازیانہ ہے۔ (دین و دانش جلد ۳)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے مکالمہ

شاہ اسمٰعیل شہید کے زمانے میں دہلی کی جامع مسجد میں کسی شخص نے نماز باجماعت کے دوران اونچی آواز سے آمین کہہ دی لوگوں نے اس شخص کی پٹائی کر دی اس نے شاہ اسمٰعیل شہید کو بتلایا کہ میں نے اس طرح ایک سنت کو زندہ کیا جس پر لوگوں نے میرا یہ حال کر دیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا آج سے ہم بھی اس سنت کو زندہ کریں گے پھر دیکھتے ہیں لوگ ہمیں کس طرح منع کرتے ہیں تو شاہ صاحب نے بھی اونچی آواز سے آمین کہنی شروع کر دی۔ یہ بات جب اُن کے اُستاد و مربی محترم شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ (جو حضرت شہید کے تایا جان بھی تھے) کو پہنچی تو فرمایا کہ ہم سمجھے تھے کہ اسمٰعیل عالم بن گیا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابھی دیر ہے اور اسمٰعیل نے یہ اچھا نہیں کیا۔

بعد میں جب دونوں حضرات کی ملاقات ہوئی تو شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ سنت وہاں زندہ کی جاتی ہے جہاں اُس کے مقابلے میں بدعت ہو اگر سنت کے مقابلے میں سنت ہی ہو تو پھر وہاں سنت کے زندہ کرنے کا کیا معنیٰ؟ اس علمی جواب سے شاہ اسمٰعیل شہید کی تسلی و تشفی ہو گئی۔ (دین و دانش جلد ۳)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کا عشق رسول

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ اپنی زندگی کو عملی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے سانچے میں ڈھالنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہے۔ تمام عمر عشق الٰہی میں وارفتہ و بے خود رہنے کے ساتھ ساتھ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نشے میں سرشار رہے۔ اپنے ملفوظات میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ایسے والہانہ انداز میں کرتے تھے کہ پوری محفل میں سوز و گداز کا ماحول پیدا ہو جاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایسا عملی نمونہ پیش کرتے تھے کہ جو شخص ان کے حلقہ میں شامل ہو جاتا وہ اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہوئے بغیر نہ رہتا تھا.... آپ کے حلم وعفو....

فیاضی....دریادلی اور احکام دین کی پابندی نے لوگوں کو ایسا متاثر کیا کہ ان کے ہاتھ پر ایمان لانے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی۔ اکثر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے آپ کی محفلیں گداز رہتی تھیں۔ احادیث کا بیان کرتے کرتے آپ بھی روتے اور دوسروں کو بھی رلاتے تھے۔

ایک جگہ ملفوظات میں فرمایا:

''افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ ہو....اس کی جگہ کہاں ہوگی جو آپ سے شرمندہ ہوگا....وہ کہاں جائے گا....''

یہ فرما کر ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور کئی دن تک آنسو بند نہ ہوئے کہ دیکھنے والوں کو بھی رونا آنے لگا....(دلیل العارفین مجلس دوم)

سلطان الاولیاء حضرت نظام الدین رحمہ اللہ کا واقعہ

سلطان الاولیاء حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر وقت سرشار رہتے تھے....عشق ومحبت اور وارفتگی میں ان کا مقام بہت بلند تھا لیکن یہ عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سمجھتے تھے....حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی شغف تھا....

آپ زندگی بھر اپنے مریدوں اور خادموں کو اتباع سنت اور احترام حدیث کی تلقین کرتے رہے....آپ کا ارشاد ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں پوری ثابت قدمی دکھانی چاہیے اور کوئی مستحب اور ادب بھی فوت نہ ہونے پائے....''

آپ کے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں: ''نظام ہمیں تمہارا بڑا اشتیاق ہے....''

بیدار ہوئے تو وارفتگی اور استغراق کی کیفیت طاری ہوگئی....چالیس دن تک اسی حال میں رہے....کھانا پینا چھوڑ دیا....آپ کا سینہ تجلیات وانوار کا مرکز نظر آتا تھا....بس نماز پڑھنے کے علاوہ کسی چیز کا ہوش نہیں تھا....چالیسویں دن ارشاد ہوا:

''خانقاہ میں موجود تمام غلہ اور سامان ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا جائے.... گودام میں کوئی چیز باقی نہ رہے....'' ایک خادم نے عرض کیا'' آپ نے اتنے دنوں سے کچھ نہیں کھایا ہے.... کمزوری بڑھ رہی ہے....''

آپ نے فرمایا: '' جسے اس حبیب پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات کا اشتیاق ہو اس سے دنیا میں کھانا کب کھایا جا سکتا ہے....''

غرض اسی عالم میں ۱۸ ربیع الاول ۲۵ےھ کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے.... (سیر الاولیاء)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا احیاء سنت

مولوی عبدالقیوم صاحب اور مولوی محمود پھلتی بیان فرماتے تھے کہ مولوی اسمٰعیل شہیدؒ کی بہن کی شادی شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے بڑے بیٹے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ ہوئی تھی.... مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا انتقال ہو گیا.... ایک مرتبہ مولوی اسماعیل صاحب شہید قصبہ پھلت میں منبر پر کھڑے ہو کر نکاح ثانی کی ترغیب دلا رہے تھے.... پھلت کے صاحبوں میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ مولوی صاحب میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں.... مولانا نے فرمایا ابھی نہ پوچھو....

پھر پوچھنا.... اور یہ فرما کر وعظ بند کر دیا اور منبر پر سے اُتر گئے اور اسی دن دہلی روانہ ہو گئے اور دہلی پہنچ کر بہن کے پاس پہنچے ان کی بہن مولوی صاحب سے بھی عمر میں بڑی تھی اور دمہ کے مرض کی وجہ سے کمزور بھی بہت تھیں.... آپ نے اپنا عمامہ بہن کے قدموں پر ڈال دیا اور فرمایا بہن اگر تم چاہو تو میں وعظ کہہ سکتا ہوں ورنہ نہیں کہہ سکتا انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ فرمایا کہ تم نکاح کر لو.... انہوں نے کہا کہ مجھے نکاح سے انکار نہیں.... لیکن میں تو نکاح کے قابل ہی نہیں.... مولانا نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر لوگ نہیں مانتے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ تم رسم کی بناء پر نکاح نہیں کرتیں.... اس پر وہ رضا مند ہو گئیں اور ان کا نکاح مولوی عبدالحئی صاحب سے کر دیا گیا۔

مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ میرے والد سے نکاح ہونے کے بعد بھی وہ بیمار رہیں اور میرے والد کو ان سے صحبت کا کبھی اتفاق نہیں ہوا.... اور یہ بھی فرمایا کہ جب ہندوستان میں نکاح ثانی بند ہوا تھا اس وقت سے مولوی اسماعیل صاحب کی بہن کا نکاح ثانی سب سے پہلا نکاح ثانی تھا.... (ارواح ثلاثہ ص ۸۰)

قاری عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کا حُسنِ سلوک

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی قدس سرہ کے ہاتھ پر ایک حلال خور (بھنگی) نے اسلام قبول کیا.... آپ نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھ دیا تھا.... یہ شخص اسلام لانے کے بعد بھی پاک صاف اور اجلا نہیں رہتا تھا.... اس لئے محلے کے شرفاء اس کی میلی کچیلی حالت سے گھن کھا کر مسجد کے (وضو کے) لوٹے چھپا دیا کرتے.... تاکہ یہ شخص انہیں ہاتھ نہ لگا سکے.... حضرت قاری صاحب نے یہ بات محسوس کر کے ایک دن سب محلے والوں کی موجودگی میں عبداللہ کو بلایا اور فرمایا: ''میاں! عبداللہ ذرا مجھے پانی پلانا''

وہ انگلیاں ڈبوتا ہوا ایک پیالہ بھر لایا....

فرمایا: ''یہ تو زیادہ ہے.... اس میں سے کچھ تم پی لو.... باقی مجھے دے دو''

وہ بے تامل پی گیا اور اس سے بچا ہوا آپ نے پی لیا.... اگرچہ آپ نے زبان سے کسی سے کچھ نہ فرمایا.... مگر طرز عمل دیکھ کر سب حاضرین اور اہل محلہ نے ندامت اور شرم سے گردنیں جھکا لیں.... (سات ستارے)

شیخ کی خدمت اور ادب واحترام

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید صاحب رحمہ اللہ کی یہ حالت تھی کہ حضرت سید صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں شرکت کرنے کو اور ایک مجلس میں بیٹھنے کو خلاف ادب سمجھتے تھے حضرت سید صاحب کی جوتیاں لئے ہوئے موخر مجلس میں بیٹھے رہتے تھے اگر کبھی بیٹھے بیٹھے کسل ہو جاتا تو وہیں جوتیاں سر کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے تھے جس وقت حضرت سید صاحب کی پالکی چلا کرتی تھی تو حضرت مولانا شہید صاحبؒ

پالکی کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتے تھے اور اس کو اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔ چاندنی چوک میں پالکی جا رہی ہے اور آپ ساتھ ساتھ دوڑ رہے ہیں۔ حالانکہ دہلی میں اس خاندان کے ہزاروں سلامی تھے مگر ذرہ برابر حضرت شاہ صاحبؒ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے کیا یہ حضرات خشک تھے ان کو خشک کہا جاتا ہے اصلاح یوں ہی ہوتی ہے آج ذرا ذرا بات پر ناگواری ہوتی ہے غرض ہر شخص کو اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہنا چاہئے۔ مرتے دم تک یہی حالت رہے عارف رومی فرماتے ہیں۔

اندریں رہ می تراش و می خراش   تا دمے آخر دمے فارغ مباش

تا دم آخر دمے آخر بود   کہ عنایت باتو صاحب سر بود

(الافاضات الیومیہ نمبر ۱۲۳ام ۱۶۳)

مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کی لطافت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں۔ اکبر شاہ ثانی جو کہ بادشاہ وقت تھا ایک مرتبہ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ کو پیاس لگی کوئی خادم اس وقت موجود نہ تھا خود اٹھ کر پانی پیا اور پانی پی کر کٹورہ صراحی پر ٹیڑھا رکھ دیا۔ مرزا صاحب کے سر میں درد ہو گیا طبیعت پریشان ہو گئی لیکن ضبط فرمایا چلتے وقت بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے یہاں کوئی آدمی خدمت کے لئے نہیں ہے اگر ارشاد ہو تو کوئی آدمی بھیج دوں۔ اب تو مرزا صاحب سے رہا نہ گیا جھنجھلا کر فرمایا کہ پہلے تم تو آدمی بنو۔ کٹورہ ٹیڑھا رکھ دیا۔ طبیعت اب تک پریشان ہے۔ ایک شخص نے مرزا صاحب کی خدمت میں انگور بھیجے بہت نفیس۔ وہ منتظر داد کے ہوئے مگر مرزا صاحب ساکت تھے آخر اس نے خود پوچھا کہ حضرت انگور کیسے تھے؟ فرمایا مردوں کی بو آتی تھی۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں انگور بوئے گئے تھے۔ وہ انگور وہاں سے آئے تھے۔ مرزا صاحب کے اندر حسن پسندی تھی وہ طبعی تھی طبیعت کی ساخت ایسی واقع ہوئی تھی کہ ہر اچھی شے پسند فرماتے تھے ان کے نفس میں برے خیال کا شائبہ بھی نہ تھا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ بچپن میں بھی بدصورت کی گود میں نہ جاتے تھے۔ بھلا اس وقت کیا احتمال ہو سکتا ہے۔ (امثال عبرت حصہ دوم نمبر ۲۳)

سید الطائفہ شیخ العرب والعجم

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس اللہ سرہ

پُرخلوص بیعت کا ایک واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ والد صاحبؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت کا خیال ظاہر کیا ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کچھ لوگوں کو بیعت فرما رہے تھے۔ اسی وقت والد صاحب سے بھی فرمایا کہ آؤ عبدالحق (اسم گرامی والد صاحب پیرو مرشد حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ) تم بھی بیعت ہو جاؤ۔

والد صاحب نے جواب دیا کہ حضرت میں ابھی نہیں ہوتا، میں ایسے کس طرح ہو جاؤں، حضرت نے فرمایا کہ بھائی اور کس طرح ہوگے عرض کیا کہ حضرت مٹھائی تو منگالوں۔ بس پھر ایک سینی میں مٹھائی منگائی اور ایک سفید عمامہ رکھا ہوا منگایا اور پچیس روپے نقد یہ سب چیزیں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کیں اور بیعت ہو گئے۔

پھر حضرت والا (پیرو مرشد حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہ) نے فرمایا کہ پہلے کچھ رسم کی پابندی نہ تھی بلکہ سادگی سے ایسا کرتے تھے۔ مگر اب چونکہ یہ رسم ہو گئی ہے کہ بغیر نذرانہ پیش کئے بیعت نہ ہوں اس لئے اس رسم کے توڑنے کی ضرورت ہوئی۔ (قصص الاکابر)

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شان

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سے ایک غیر مقلد شخص بیعت ہوئے اور انہوں نے یہ شرط کی کہ میں مقلد نہ ہوؤں گا بلکہ غیر مقلد ہی رہوں گا..... حضرت نے فرمایا کہ کیا

مضائقہ ہے؟ بیعت ہونے کے بعد جو نماز کا وقت آیا تو انہوں نے نہ آمین زور سے کہی اور نہ رفع یدین کیا' کسی نے حضرت حاجی صاحبؒ سے ذکر کیا کہ حضرت آپ کا تصرف ظاہر ہوا' فلاں شخص جو غیر مقلد تھے وہ مقلد ہو گئے' حضرت حاجی صاحبؒ نے ان غیر مقلد صاحب کو بلا کر فرمایا کہ بھائی کیوں کیا تمہاری تحقیق بدل گئی' یا صرف میری وجہ سے ایسا کیا..... اگر تم نے میری وجہ سے ایسا کیا ہو تو میں ترک سنت کا وبال اپنی گردن پر لینا نہیں چاہتا' ہاں اگر تمہاری تحقیق ہی بدل گئی تو مضائقہ نہیں' یہ بیان فرما کر حضرت والا یعنی صاحب ملفوظ (پیرو مرشد مولانا محمد اشرف علی صاحب رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ کیا کسی فقیر کا یہ منہ ہو سکتا ہے کہ جو ایسی بات کہے' کم و بیش ہر اہل سلسلہ کے اندر تعصب پایا جاتا ہے' مگر ہمارے حضرت حاجی صاحب کی ذات اس سے بالکل پاک صاف تھی' جیسا کہ قصہ سے ظاہر ہے (جامع عفی عنہ) نیز یہ بھی فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کا علم ایک سمندر تھا کہ جو موجیں مار رہا تھا' حالانکہ آپ ظاہری عالم نہ تھے حق تعالیٰ نے اس سے بھی آپ کو علیحدہ رکھا تھا..... (قصص الاکابر)

مخالف سے درگزر اور صلہ رحمی کا واقعہ

یہ واقعہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء) کا ہے جو اکابر دیوبند کے شیخ و مرشد ہیں' حکیم الامت حضرت تھانویؒ رقمطراز ہیں:

حضرت حاجی صاحب کے اجل الخلفاء حضرت مولانا رشید احمد صاحب دام فیوضہم بیان فرماتے تھے کہ حضرت صاحب کے فلاں عزیز جو رشتہ قرابت کے بھائی ہوتے تھے نہایت تند خو اور تلخ مزاج تھے اور حضرت صاحب سے دو بدو گستاخانہ و مخاصمانہ گفتگو کرتے تھے غرض حضرت صاحب کو ایذا پہنچانے میں بیباک تھے ایک بار جس زمانہ میں کہ مظفر نگر میں جناب مولوی نصر اللہ خان صاحب (کہ درویش اجازت یافتہ وذی علم بھی تھے) ڈپٹی کلکٹر تھے وہی عزیز مذکور کسی سرکاری سپاہی سے کسی بات پر الجھ گئے اور اس کے ساتھ سختی سے پیش آئے اس نے شکایت کر دی ڈپٹی صاحب نے طلب کر کے حوالات میں کر دیا اور مقدمہ کی تاریخ مقرر کر دی یہ خبر حضرت صاحب کو تھانہ بھون میں پہنچی حضرت صاحب فی الفور سوار ہو کر مظفر نگر تشریف لے

گئے اور ڈپٹی صاحب کے مہمان ہوئے ڈپٹی صاحب بڑی تعظیم سے پیش آئے اور اپنے ایک پیر بھائی کو حضرت صاحب کی خدمت کے لئے متعین فرمایا غرض فرصت کے وقت میں حضرت صاحب نے اس عزیز کی سفارش فرمائی ڈپٹی صاحب کو سخت حیرت ہوئی اور کہا کہ آپ ایسے مفسد و موذی کی سفارش کرتے ہیں آپ رہنے دیجئے یہ بدون سزا کے نہ مانے گا آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ چلنے کی تیاری کرو ڈپٹی صاحب نے قیام پر اصرار کیا آپ نے فرمایا کہ میں تو خاص اسی کام کے واسطے آیا تھا جب آخر عاجز ہوئے اور کہا کہ بہت اچھا میں وعدہ کرتا ہوں ضرور رہا کر دوں گا اور رہا تو ابھی کر دیتا لیکن اس میں شبہ ہوگا اس لئے ایک ہفتہ کے بعد چھوڑ دوں گا، آپ اطمینان فرمائیے؟ جب حضرت صاحب راضی ہوئے سب میں چرچا تھا کہ دیکھو آ کر پھر حضرت ہی کو ایذا دے گا مگر آپ کو اصلاً اس کا خیال نہ تھا"۔ (کمالات امدادیہ ص ۳۲)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا کمال حلم

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی کی شکایت نہیں سنی جاتی تھی اور نہ کسی سے بدگمان ہوتے تھے اگر کوئی کہنے لگتا تو حضرت بوجہ حلم منع بھی فرماتے، مگر جب وہ کہہ لیتا تو فرماتے کہ وہ شخص ایسا نہیں ہے (یعنی تم جھوٹے ہو) (حکایات اولیاء)

حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے والد صاحب مرحوم نے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک واقعہ بیان فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ میرے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو بیٹا کہا کرتے تھے۔ قرابت داری کا بھی تعلق تھا۔ اور محبت بھی فرماتے تھے۔ فرمایا کہ بیٹا! جب میں ہندوستان سے ہجرت کی نیت سے حجاز مقدس کیلئے چلا اور جہاز میں بیٹھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ آپ کے گھر جا رہا ہوں نہ کسی سے سوال کروں گا نہ مانگوں گا نہ کسی کی چیز پر نگاہ کروں گا۔ آپ دیں گے تو کھا پی لوں گا۔ اگر نہیں دیں گے تو زیادہ سے زیادہ آپ موت دیں گے تو وہ بھی آپ ہی دینے والے ہیں وہ بھی نعمت ہے لیکن میں کسی سے مانگوں گا نہیں۔

کریم کے دروازے پر جا کر آدمی دوسروں کے دروازوں کو تا کے یہ کفران نعمت ہے۔
جہاز میں بیٹھ کر خدا سے پکا عہد کیا۔ جب مکہ معظمہ پہنچے اس وقت حضرت کوئی رئیس تو تھے نہیں کہ زیادہ ساز وسامان ہوتا۔ معمولی قسم کی پونجی ساتھ تھی وہ دو چار دنوں میں ختم ہوگئی۔ وہاں آپ کا کوئی جاننے والا نہیں تھا جو آپ کی امداد یا اعانت کرتا۔ اس کے بعد فاقے شروع ہوگئے۔ دو تین فاقے ہوگئے مگر کوئی انتظام نظر نہیں آیا۔ ضعف بڑھنا شروع ہوا۔ مگر بایں ہمہ حرم شریف میں آتے رہے۔ یہاں تک کہ سات وقت کا فاقہ ہوگیا۔ اب کمزوری بھی شروع ہوگئی مگر پھر بھی تکلف کے ساتھ حرم شریف میں حاضر ہوتے رہے۔

اسی زمانہ میں ایک مصیبت پیش آئی۔ آپ طواف کر رہے تھے بڑھاپے کا زمانہ اور سات وقت کے فاقے۔ ضعف ونقاہت کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اتفاق سے کسی بدوی کی لنگی پر پیر پڑ گیا۔ اس نے جوش میں آکر زور سے ایک دھونس مارا۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دھول لگتے ہی گر پڑے۔ دوسرے لوگ طواف میں مصروف رہے۔ اسی حالت میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ بیت اللہ کی ایک جانب حضرت جبرئیل علیہ السلام کھڑے ہیں اور ایک جانب حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت میکائیل سے کہتے ہیں کہ بندہ بڑا صابر ہے اور میکائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی سی کسر اور ہے۔

حضرت فرماتے تھے کہ جب مجھ کو ہوش آیا تو پھر ہم نے عہد کی تجدید کی اور کہا کہ اے اللہ! میں اس عہد پر قائم ہوں کہ کسی اور سے نہیں مانگوں گا اگر آپ موت دیں گے تو وہ بھی آپ کی نعمت ہے۔ عہد کو پورا کیا یہاں تک کہ گیارہ وقت کا فاقہ ہوگیا۔ اب حرم شریف میں آنا مشکل ہوگیا۔ گھر کے قریب ایک مسجد تھی وہیں نماز پڑھنے لگے۔ جب گیارہ وقت کا فاقہ ہوگیا اور بیٹھنا بھی مشکل ہوگیا تو پھر عہد کی تجدید کی کہ میں کسی اور سے نہیں مانگوں گا۔ آپ ہی اگر کھلائیں گے تو کھاؤں گا۔

والد صاحب کا بیان ہے کہ مجھے خطاب کر کے فرمایا۔ بیٹا جب گیارہ وقت کا فاقہ ہوگیا تو میں بالکل نڈھال ہوگیا۔ اسی حال میں ایک شخص نے دروازے پر آواز دی، میں نے کہا کہ بھائی آجاؤ۔ اس کے ہاتھ میں چینی کا ایک رقاب تھا اوپر سے کپڑا ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے کھولا تو پکا ہوا پلاؤ نکلا۔ ہم نے سوچا کہ جو چیز بغیر اشراف نفس اور بلا طلب کے آئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

ہوگی۔ کھاؤ چونکہ نہایت عمدہ پلاؤ تھا اور بھوک بھی شدت کی تھی۔ اس لئے خوب سیر ہو کر کھایا کچھ بچ گیا تو خیال آیا کہ رات کیلئے رکھدوں۔ پھر خیال آیا کہ جس نے مجھے گیارہ وقت کے بعد یاد کیا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ رات کو یاد نہ کرے، تو میں نے برتن ڈھنک دیا۔ اس نے رقاب اٹھالی اور کہا کہ بہت اچھا ہوا کہ رات کیلئے نہیں رکھا ورنہ زندگی بھر فاقے سے مارا جاتا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ حضرت یہ فرماتے تھے کہ مجھے کچھ خبر نہیں کہ وہ کون تھا۔ پھر میں نے اس کو نہیں دیکھا۔

اس کے بعد فرمایا بیٹا آج وہ دن ہے کہ کثرت سے دنیا میرے پاس آرہی ہے۔ نقد پر نقد۔ کپڑوں پر کپڑا۔ غذا پر غذا۔ میں رکھتا رکھتا اور بانٹتا بانٹتا تنگ آ گیا۔ مگر دنیا آتے آتے نہیں تھک رہی ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کا کمال ادب

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ' جو ہماری ساری جماعت دیوبند کے شیخ طریقت ہیں اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے جہاد کیا ہے پھر حضرت نے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ وہیں ان کی وفات ہوئی مکہ معظمہ میں پہنچ کر پوری عمر کبھی سیاہ جوتا نہیں پہنا۔ لوگوں نے شروع شروع میں تو اتفاقی بات سمجھا مگر جب لوگ کالے رنگ کا جوتا لاتے تو ان سے فرماتے کہ دوسرے رنگ کا لاؤ یا سفید لاؤ۔ یہ جوتا نہیں پہنوں گا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت کا طریقہ ہے تو پوچھا کہ حضرت سیاہ جوتے میں کیا حرج ہے فرمایا کہ بیت اللہ شریف کا غلاف سیاہ ہے ادب مانع ہوتا ہے کہ وہ رنگ میں اپنے پیروں میں استعمال کروں۔ حالانکہ سیاہ جوتا پہننا شرعاً جائز ہے کوئی قباحت ونقصان نہیں ہے مگر چونکہ جب ادب کا غلبہ ہوتا ہے تو آدمی بعض جائز چیزوں کو بھی ترک کر دیتا ہے کیونکہ اس جائز چیز کے استعمال کرنے میں ادب مانع ہوتا ہے۔ جیسے حضرتؒ نے فرمایا کہ مجھے حیا آتی ہے کہ وہ رنگ جو بیت اللہ کے غلاف کا ہے اس کو پاؤں میں ڈالوں تو ظاہر بات ہے کہ یہاں جائز و ناجائز کی بحث نہیں یہ تو محبت کا غلبہ ہے چونکہ محبت خداوندی اتنی غالب تھی اسی کے مطابق محبت کعبہ بھی اسی قدر غالب تھی کہ اس رنگ کو پاؤں میں لانا گوارہ نہ کیا..... کیا ادب کی انتہاء تھی..... (خطبات طیب)

بزرگوں کے مزاج کا اختلاف

فرمایا کہ دوپہر کو حضرت حاجی صاحبؒ سہ دری میں قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن ایک صاحب دوپہر کو تشریف لاکر بیٹھ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ حضرت بڑے خلیق تھے۔ دل شکنی کے خیال سے کچھ نہ بولے برابر باتیں کرتے رہے آنکھیں مارے نیند کے بند ہو جاتی تھیں۔ دوسرے دن پھر اسی وقت تشریف لائے اور باتیں شروع کر دیں حضرت پھر بیٹھے باتیں کرتے رہے یہ صاحب یہ سمجھ کر آتے تھے کہ تخلیے کا وقت ہے تنہائی میں خوب توجہ ہوگی۔ حضرت حافظ ضامن صاحب بڑے تیز تھے ان کی اور ہی شان تھی انہوں نے جو یہ قصہ دیکھا تو للکارا کہ تم خود تو رات بھر بیوی کو بغل میں دبا کر سوتے رہتے ہو تمہیں کیا خبر کہ یہ بے چارے اللہ والے رات بھر اللہ اللہ کر کے آنکھیں پھوڑتے ہیں دوپہر کو کچھ دیر کے لئے سو رہتے ہیں سو اس وقت تم آکر ستاتے ہو۔ خبردار جو پھر کبھی اس وقت آئے ورنہ ٹانگیں توڑ ڈالوں گا۔ پھر فرمایا کہ حضرت حافظ بڑے تیز تھے کبھی حضرت حاجی صاحب کو بھی مولانا شیخ محمد صاحب کو بھی سنا دیتے تھے۔ سختی اگر نفس کے لئے نہ ہو دنیا کی طمع اور حرص نہ ہو دل شکنی کا قصد نہ ہو وہ بھی کمال ہے اور یوں کوئی کم فہم نہ سمجھے اس کا کیا علاج، پھر فرمایا۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگرست

مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پاس کوئی بیٹھا ہوا ہوتا تو اشراق اور چاشت بھی قضا کر دیتے تھے۔ مولانا رشید احمدؒ صاحب کی اور شان تھی کوئی بیٹھا ہو جب وقت اشراق یا چاشت کا آیا، وضو کر کے وہیں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ یہ بھی نہیں کہ کچھ کہہ کر اٹھیں کہ میں نماز پڑھ لوں، یا اٹھنے کی اجازت لیں۔ جہاں کھانے کا وقت آیا لکڑی لی اور چل دیئے چاہے کوئی نواب ہی کا بچہ بیٹھا ہو وہاں یہ شان تھی جیسے بادشاہوں کی شان ایک تو بات ہی کم کرتے تھے اور اگر کچھ مختصر سی بات کہی تو جلدی سے ختم کر کے تسبیح لے کر ذکر میں مشغول ہو گئے۔ کسی نے کوئی بات پوچھی تو جواب مختصر دے دیا اور اگر نہ پوچھی تو کوئی گھنٹوں بیٹھا رہے انہیں کچھ مطلب نہیں۔

مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس جب تک کوئی بیٹھا رہتا برابر بولتے رہتے، طبیعت

بھی پیدائشی ہے کوئی بدل نہیں سکتا مولوی محمد علی صاحب نے بہت اچھی بات فرمائی تھی کہ طبائع تو خلقۃً ہی متفاوت ہوتے ہیں انہیں میں بعض بزرگ بن جاتے ہیں احقر (خواجہ عزیز الحسن صاحب سلمہ) کے استفسار پر فرمایا کہ بزرگی خود مختلف چیز نہیں البتہ امور طبعیہ جو پیدائشی ہیں جیسے تیزی نزاکت تحمل عدم تحمل صفائی انتظام بے انتظامی غرض جو پیدائشی اخلاق ہیں ان سے بزرگوں کی شانیں مختلف ہو جاتی ہیں۔ (حکمت و نصیحت کے واقعات)

دین دنیا کا نفع

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک مولوی صاحب کی شکایت کی کہ وہ حضرت کے نام سے کماتے پھرتے ہیں کہ میں حضرت کا حلیف ہوں۔ انہیں منع لکھ دیجئے ورنہ لوگ آپ سے بداعتقاد ہو جاویں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم اوروں کا کیوں نام لیتے ہو۔ تمہارا دل چاہتا ہے تو تم بداعتقاد ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کہ اگر ساری دنیا مجھ سے بداعتقاد ہو جائے تو میرا کیا ضرر ہے۔ اس اعتقاد کی بدولت تو مجھے کوئی وقت حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا بھی نہیں ملتا۔ تم خوش ہوتے ہوگے کہ ہم حضرت کے معتقد ہیں۔ میں تمنا کرتا ہوں کہ لوگ مجھ سے بداعتقاد ہو کر چھوڑ دیں اور میں اپنے محبوب میں مشغول ہوں۔ پھر فرمایا کہ مجھے اس کا اہتمام کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میرے نام سے کوئی دنیا بھی نہ کمانے پاوے۔ مجھ سے دین کا تو نفع نہ ہوا تو کیا دنیا کا بھی نہ ہووے پھر حضرت والا (پیرو مرشد مولانا محمد اشرف علی صاحب رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ واقعی انتظام کے پہلو کی نظر سے دنیا کی طرف توجہ کرنا یہ بھی دنیا ہے۔ دنیا کو ہیچ سمجھنا تو یہی ہے کہ اس کے انتظام کی فکر بھی نہ کرے الا بوجوب شرعی چنانچہ اگر کوئی ہمارے نام سے ٹھیکرے جمع کرے تو ہم اس کا کچھ بھی انتظام نہ کریں گے۔ حضرت کی نظر میں دنیا کے مال کی حقیقت یہ تھی۔ ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں چھ ہزار روپے بھیجے۔ حضرت کو پہلے سے اطلاع تھی کہ فلاں شریف شخص کو کچھ پریشانی ہے۔ حضرت نے فوراً ان کو بلا کر یکمشت سب روپے دیدیئے حضرت کا جب وصال ہوا ہے تو کچھ بھی نہ تھا۔ پھر فرمایا کہ حضرت اس کا بھی اہتمام رکھتے تھے کہ قرض نہ ہونے پاوے۔ (ص ۲۳۴ م ۶۲۷)

سید الطائفہ رحمہ اللہ کی حکیمانہ تربیت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہمارے حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ کے مرید تھے جلال آباد کے ایک نوجوان پٹھان' جوان تھے خوشرو' بہت ہی خوبصورت تھے نوجوانی میں ہی مرید ہو گئے تھے۔ نماز نہیں پڑھتے تھے لوگوں نے شکایت کی کہ آپ کے مرید ہیں مگر نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت حاجی صاحب نے بلایا وہ آ گئے شفقت سے سر پر ہاتھ رکھا کمر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ بیٹا! جب تم مرید ہو گئے تو نماز پڑھا کرو نماز ہی اسلام کا ستون ہے۔ نماز ہی سے فرق پیدا ہوتا ہے مسلم میں اور کافر میں۔ نماز کا ترک کرنا بہت بری بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت نماز تو پڑھ سکوں مگر میں اپنی عرض کر دوں۔ مجھے ڈاڑھی چڑھانے کی عادت ہے۔ اس زمانہ میں نوجوانوں کا تمدن یہی تھا کہ بجائے ڈاڑھی منڈانے کے چڑھاتے تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ ڈاڑھی چڑھانے میں تقریباً سوا گھنٹہ لگتا ہے پہلے اس میں گوند لگاؤ' پھر اس کو پتوں سے باندھوں پھر جب وہ خشک ہو جائے تو تیل لگاؤ۔ اس میں سوا گھنٹہ لگتا ہے پھر آپ کہیں گے بے وضو نماز نہیں ہوتی ہے۔ جب میں وضو کروں گا گوند وند سب ڈھل جائے گا پھر سوا گھنٹہ مجھے ڈاڑھی چڑھانے میں چاہیے۔ نمازیں تو پانچوں ہو جائیں گی ایک گھنٹہ میں اور ڈاڑھی چڑھانے میں لگ جائیں گے سات گھنٹے اب ضرورت تھی حکمت تربیت کی فرمادیا کہ بھائی ڈاڑھی چڑھانا خود مکروہ ہے۔ چھوڑ دو ڈاڑھی چڑھانا مگر دیکھا کہ یہ مان نہیں سکتے۔ یہ فعل ان کے دل میں جما ہوا ہے فرمایا کہ میں نے وضو کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے یہ کہا کہ نماز پڑھا کرو۔ اس نے کہا کہ حضرت بے وضو پڑھ لیا کروں فرمایا پھر وضو کا ذکر میں تو وضو کا نام ہی نہیں لے رہا ہوں۔ بس تم نماز پڑھا کرو۔

ان خان صاحب نے بلا وضو نماز پڑھنا شروع کر دی۔ وہ بے وضو نماز پڑھ رہا ہے اور حضرت دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ احادیث میں آتا ہے کہ **لاتقبل صلوٰۃ بغیر طھور** بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی ہے اور آپ دیکھ بھی رہے ہیں مگر بول نہیں رہے ہیں پندرہ بیس دن کے بعد نوجوان پٹھان کے دل میں خود خیال پیدا ہوا کہ تو محنت بھی کر رہا ہے اور اکارت

جارہی ہے بے وضو کے نماز ہوتی ہی نہیں۔ تو ساری نمازیں ہی بے کار ہو گئیں۔ اور چھوڑ یوں نہیں سکتا ہے کہ پٹھان کی زبان ہے جو کٹ چکی ہے پیر کے آگے کہ نماز پڑھوں گا لہذا چھوڑنے کا تو سوال ہی نہیں اور بے وضو پڑھوں تو بے کار ہے۔ اب انہوں نے یہ کیا کہ صبح کی نماز کے لئے وضو کرتے اور نماز کے بعد ڈاڑھی چڑھاتے اور اس وضو کو عشاء تک باقی رکھتے سب نمازیں ایک وضو سے ہی پڑھتے۔

اب ظاہر بات ہے کہ نوجوان آدمی بارہ گھنٹے ایک دم باوضو رہے یہ ممکن نہیں مشکل ہے۔ اپھارا، ریح، حبس شروع ہوا بیمار ہونے لگے تو اب یہ کیا کہ ایک وضو صبح کو کی۔ نماز کے بعد داڑھی چڑھائی پھر ایک وضو ظہر کے وقت کیا اور اس کو باقی رکھتے عشاء تک اس سے ظہر سے عشاء تک کی نمازیں پڑھتے مگر چھ گھنٹے باوضو رہنا ایک نوجوان آدمی کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ اس ڈاڑھی چڑھانے کی ہی ساری مصیبت ہے اس دن سے ڈاڑھی چڑھانا چھوڑ کر باوضو نماز شروع کر دی اب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت حاجی صاحب نے بہت شاباش دی۔ فرمایا کہ جوانان سعادت مند ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ماشاء اللہ بہت دل بڑھایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ بھائی تم نے بے وضو کتنے دن نمازیں پڑھی ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت جی! پندرہ دن کی۔ کہا اسے لوٹا لینا۔ وہ ہوئی نہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ تمہاری عمر کیا ہوگی؟ عرض کیا کہ حضرت! پندرہ سال پورے ہو چکے ہیں سولہواں سال لگ رہا ہے۔ فرمایا کہ بھائی چودہ سال جب پورے ہوتے ہیں تو آدمی شرعاً بالغ ہو جاتا ہے اور نماز فرض ہو جاتی ہے اس لئے ایک سال کی نمازیں دوہرا لینا۔ وہ سرکاری ملازم تھے انہوں نے رخصت لے کر ایک ہفتہ میں ساری نمازیں پڑھ ڈالیں۔ پکے نمازی بن گئے۔ یہ حکمت تھی تربیت کی۔ مسئلہ تو یہ تھا کہ بلا وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ مگر محض مسئلہ ہی نہیں بتانا تھا تربیت بھی کرنی تھی تربیت میں مزاج کو دیکھا جاتا ہے چونکہ بعض مزاج نرم ہوتے ہیں اور بعض مزاج سخت ہوتے ہیں۔ جیسے مزاج ہوتے ہیں ویسی ہی دوا دی جاتی ہے۔ جیسا آدمی ویسی ہی خادمی۔ تعلیم ہوتی ہے عام اور تربیت ہوتی ہے خاص وہ ہر ایک کی الگ الگ ہوتی ہے۔ (خطبات طیب)

ایک ایمان افروز واقعہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی نے کہا کہ حضرت! ایک شخص نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں حج کے لئے بھیجوں گا اب وہ انکار کرتا ہے سنتے ہی خفا ہو کر فرمایا کہ شرک کی باتیں مت کرو، مطلب یہ تھا کہ بھلا اس آدمی سے کیا ہو سکتا ہے اس کا دل حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے اسی لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ تکلیف و خوشی کے سارے ڈورے حق تعالیٰ کے اختیار میں ہیں لہٰذا مخلوق سے جس نے نظر ہٹائی وہ عافیت میں ہے اور جس نے مخلوق پر نظر جمائی وہ پریشانی کا شکار ہے، تو جس کی نظر اس پر جم گئی وہ بہت اطمینان میں ہے، ایک شعر یاد آیا بہت سادہ، بہت چھوٹا مگر اتنا جاندار شعر ہے کہ اگر اللہ نے سمجھ سے کچھ حصہ دیا ہو تو آدمی جھوم جائے، شاعر توحید کی ترجمانی کر رہا ہے، عموماً آدمی کہتا ہے یہ میرا بیٹا ہے، یہ میری ماں ہے، یہ میری دکان ہے، یہ میرا بنک بیلنس ہے، یہ میری کار ہے، یہ میری پوزیشن ہے، یہ میرے ساتھی ہیں تو شاعر کہتا ہے۔

جو نظر آتے ہیں وہ نہیں اپنے   جو ہے اپنا وہ نظر نہیں آتا

اس لئے کہ حقیقت میں وہی اپنا ہے جو آنکھوں سے نظر نہیں آتا، جو نظر آتے ہیں وہ اپنے نہیں ہیں، اسی لئے جنہوں نے ایک غم اپنا لیا ان کے لئے کوئی پریشانی اور حیرانی نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دلوں کی دنیا حضرت حق کے ہاتھ میں ہے۔ (فیض ابرار)

سنت چھوڑنے پر نور میں کمی

ہمارے بزرگ حاجی حضرت امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کے متعلقین میں سے ایک شخص بڑے صاحب کشف تھے۔ انہوں نے ایک بار ارادہ کیا کہ ایک دفعہ دو رکعتیں ایسی پڑھیں جن میں کوئی وسوسہ نہ آئے۔ چنانچہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی جس میں تمام ظاہری و باطنی شرائط کا لحاظ رکھا اور شروع سے اخیر تک کوئی وسوسہ نہ آیا اور پوری طرح کامیاب ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو عالم مثال کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے کہ دیکھوں کہ اس نماز کی وہاں کیا صورت ہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک نوجوان پری پیکر

حور کھڑی ہے۔ جو حسن میں لاثانی ہے سر سے پیر تک زیورات سے مرصع ہے۔ ہر ہر عضو خوبصورت ہے مگر آنکھوں سے اندھی ہے۔ یعنی آنکھیں تو موجود ہیں اور نہایت خوبصورت ہیں مگر روشنی نہیں۔ انہوں نے قبلہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے اس کا مجملاً تذکرہ کیا۔ حضرت نے فی البدیہہ فرمایا کہ شاید آپ نے یکسوئی کے لئے آنکھیں بند کرلی ہوں گی۔ کہا جی ہاں فرمایا کہ بس اتنی ہی کمی رہی۔ اگر سنت کے موافق ہوتو گو اس میں لاکھوں وساوس آئیں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے اس سے جو اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف طریقہ پر پڑھی جائے۔ اگر آنکھیں سنت کے مطابق کھلی رکھتے گو وساوس آتے جس کی وجہ سے اس حور کے حسن اور زیورات میں کمی ہوتی مگر آنکھوں سے تو اندھی نہ ہوتی۔ اب آپ نے آنکھیں بند کر رکھیں اور سنت رسول کے خلاف عمل کیا۔ گو وساوس میں کمی آ گئی اور وساوس نہ آنے کی وجہ سے زیادہ حسن والی حور حاصل ہوئی مگر رہی تو اندھی اور ظاہر ہے کہ اندھی عورت خواہ کیسی ہی حسین اور خوبصورت ہو اس سے سوانکھی یعنی آنکھوں والی عورت افضل ہے گو حسن میں کم ہو۔ یہ ہے سنت پر عمل کرنے کا ثمرہ....(اتباع سنت)

مشائخ وقت کی بیعت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ حضرت حافظ ضامن صاحب اور حضرت حاجی صاحب' دونوں میں وعدہ تھا کہ دونوں ایک ہی جگہ مرید ہوں گے اتفاق سے حضرت حاجی صاحب کو یاد نہ رہا اور وہ حضرت میاں جی صاحبؒ سے بیعت ہو گئے۔ جب حافظ صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے حاجی صاحب سے شکایت کی۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ بھائی مجھے خیال نہیں رہا پھر حافظ صاحب حاجی صاحب کے ہمراہ حضرت میاں جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضرت میاں جی صاحب نے انکار کر دیا ۔حافظ صاحب خاموش ہو گئے مگر تیسرے چوتھے دن وہیں کھڑے رہتے تھے مگر بیعت کر لینے پر اصرار نہیں کیا۔ آخر کار میاں جی صاحب نے جب کثرت سے آمد ورفت دیکھی تو فرمایا کہ کیا اب بھی وہی خیال ہے۔ عرض کیا کہ حضرت! درخواست کو بے ادبی سمجھتا ہوں۔ محبت وعقیدت کافی ہے اور جگہ بیعت ہوؤں گا نہیں۔ پھر میاں جی صاحب نے فرمایا کہ اچھا وضو کرلو۔ پھر دورکعتیں

پڑھوائیں۔ پھر حضرت والا سیدنا و مولانا مرشدنا حکیم الامۃ شاہ محمد اشرف علی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان واقعات سے میں سمجھتا ہوں کہ بیعت کو آج کل ایک رسم سمجھتے ہیں حقیقت بیعت کی نہیں سمجھتے۔ بیعت میں کمی کرنے سے حقیقت سمجھ میں آوے۔ (ص ۸۷ ص ۲۷۰ جلد مذکور)

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے

جناب قدرت اللہ شہاب مرحوم لکھتے ہیں: انسٹی ٹیوٹ آف پیرا سائیکالوجی کے سربراہ پروفیسر مٹین ہاف اکثر مہینے میں ایک ویک اینڈ ہمارے ہاں گزارا کرتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی کتاب ضیاء القلوب کا انگریزی ترجمہ کر کے میں نے انہیں دیا تو وہ ششدر رہ گئے۔ ان کا جی تو بہت للچایا کہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں، لیکن اپنی ملازمت کے تحفظ کی فکر اور معاشرے کے خوف سے اس سعادت سے محروم رہے۔ البتہ انکی سٹینوگرافر مس جین ڈالٹن پر بیٹھے بٹھائے اللہ کا فضل ہو گیا۔ اپنے ادارے میں واپس جا کر پروفیسر صاحب نے ضیاء القلوب کا انگریزی ترجمہ اپنی سٹینو گرافر کے حوالے کر دیا کہ وہ اسے ان کے کاغذات کے ساتھ سنبھال کر رکھ دے۔ مس ڈالٹن تجسس کا شوق رکھنے والی تحقیق پسند لڑکی تھی۔ اس نے ضیاء القلوب کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر ایسا اثر قبول کیا کہ ایک روز ہمارے ہاں آئی اور درخواست کی کہ ہم اسے مسلمان کر لیں۔

میں نے کہا کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر بتائے کہ وہ کیوں مسلمان ہونا چاہتی ہے؟

اس نے جواب دیا کہ وہ اس راہ سلوک پر چلنے کی آرزومند ہے جسے اختیار کرنے کا طریقہ ضیاء القلوب میں بتایا گیا ہے۔ ہم نے نہایت خاموشی سے اسے مشرف بہ اسلام کر کے اس کا نام رابعہ رکھ دیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک وہ ہمارے ہاں رہی۔ میری اہلیہ نے اسے قرآن شریف ختم کروایا۔ پھر وہ ملازمت چھوڑ کر اپنے گاؤں چلی گئی اور عبادت اور ریاضت کے سہارے راہِ سلوک پر ایسا قدم رکھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہم جیسے گناہگاروں کی پہنچ سے بہت دور نکل گئی۔ اور اب کچھ عرصہ سے اس کا مستقل قیام مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ہے۔ (از شہاب نامہ)

حجۃ الاسلام

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ

(بانی دارالعلوم دیوبند)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی حضرت شیخ الہند کو دُعا

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے والد ماجد جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو قیام ان کے جانثار شاگرد حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف شیخ الہند کے مکان پر تھا۔ اسی دوران جبکہ دستوں کا مرض تھا ایک دفعہ دست چارپائی پر خطا ہوگیا اس وقت حضرت نانوتوی بھی نہ تھے حضرت شیخ الہندؒ موجود تھے اور نجاست اٹھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی اسی لمحہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بے تکلف ساری نجاست اپنے ہاتھوں اور ہتھیلیوں میں لے لی اور سمیٹنی شروع کردی اسی وقت حضرت نانوتویؒ پہنچ گئے اور دیکھا کہ حضرت شیخ الہندؒ کے دونوں ہاتھ نجاست سے آلودہ ہیں اور اسے سمیٹ سمیٹ کر بار بار باہر جاتے ہیں اور پھینک آتے ہیں اس پر حضرت نانوتویؒ بہت متاثر ہوئے اور وہیں کھڑے کھڑے جس طرح ان کے ہاتھ مصروف دیکھے اپنے ہاتھ دعا کیلئے اٹھائے اور عرض کیا کہ اے خداوند محمودؒ کے ہاتھوں کی لاج رکھ لے۔ دل سے نکلی ہوئی دعا نے اثر کر دکھایا اور وہی محمود حسنؒ ہند کے شیخ اور عالمگیر شخصیت بنے۔ جن کی فراست وجوان مردی اور جوش جہاد کے چرچے ہند اور بیرون ہند میں تھے اور ان کی تفسیر عثمانی کو اللہ پاک نے عالمی قبولیت سے نوازا.... (یادگار ملاقاتیں)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی زاہدانہ زندگی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی معتقد نے ایک چادر بیش قیمت اور ایک عدد زیور طلائی بی بی صاحبہ (یعنی اہلیہ محترمہ) کی ملک کر کے بھیجا تو حضرت نے اہلیہ محترمہ سے فرمایا: ''فی الحقیقت چادر اور زیور سے دل خوش ضرور ہوتا ہے، لیکن چند روز کے استعمال سے یہ دونوں ہی چیزیں خراب ہو جائیں گی یہ کام اس ریشمین چادر سے نکلے گا، وہی لٹھے کی سفید چادر سے بھی نکل سکتا ہے، کسی مستحق کو دے دو۔ خداوند تعالیٰ ان کے عوض، عاقبت میں پائدار لباس اور زیور عطا فرمائیں گے۔''

اللہ اکبر! یہ صحابۂ کرامؓ کی زندگی کے مطابق زندگی گزارنے والا عالم جو خود اپنی ہی حد تک تیار نہیں بلکہ اس کی بیوی بھی اسی رضاء و رغبت کے ساتھ راہِ خدا میں دینے کو آمادہ ہے چنانچہ: ''بی بی صاحبہ نے فوراً چادر ریشمین اور طلائی زیور دونوں کو دے دیا اور دل پر میل نہ آیا''۔

فائدہ: رب العالمین بال بال مغفرت فرمائے آمین، بیسویں صدی میں وہ نمونہ قائم فرما گئے جو عہدِ نبوت میں نظر آتے ہیں..... (ماہنامہ دارالعلوم ص ۱۱ جولائی ۱۹۵۵ء)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی رؤسا سے احتیاط

ایک مرتبہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ رام پور تشریف لے گئے۔ نواب کلب علی خاں کا زمانہ تھا۔ نواب صاحب نے بلوا بھیجا کہ: ''آپ کو تکلیف تو ہوگی لیکن مجھے زیارت کا بے حد اشتیاق ہے۔'' مولانا نے اول تہذیب کا جواب کہلا بھیجا کہ: ''میں ایک کاشتکار کا بیٹا ہوں۔ آداب دربار سے ناواقف ہوں کوئی بات آداب دربار کے خلاف ہوگئی تو یہ نازیبا سا ہے۔'' نواب صاحب نے کہلا بھیجا کہ: ''آپ کے لئے سب آداب معاف ہیں''۔ پھر مولاناؒ نے کہلا بھیجا کہ: ''وہ جواب تو تہذیب کا تھا۔ اب ضابطہ کا جواب دینا پڑا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ملاقات کا اشتیاق ہے۔ سبحان اللہ! اشتیاق تو ہو آپ کو اور حاضر ہوں میں یہ عجیب بے جوڑ بات ہے۔ پھر نواب صاحب کی ہمت نہ بلانے کی ہوئی نہ خود حاضر ہونے کی۔ (حسن العزیز ج ۱ ص ۳۸۱)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا مقام

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور اپنی ردائے (چادر مبارک) مبارک میں ڈھانپ کر مجھے کبھی اندر لاتے ہیں اور کبھی باہر لے جاتے ہیں اور سوتے جاگتے اکثر اوقات یہی منظر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ سب نے یہ سمجھا کہ مفسدوں کی مفسدہ پردازی اور شر سے تحفظ منظور ہے۔ لیکن حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فرمایا کہ نہیں۔

بلکہ مولانا کی عمر ختم ہو چکی ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دکھلانا منظور ہے کہ جب لوگ اپنے ہو کر ایسے مفسد ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے مقدس بندوں پر الزام لگانے سے نہیں شرماتے تو ہم بھی ایسی ہستی کو اب ایسے لوگوں میں نہیں رکھنا چاہتے کہ یہ اس قابل نہیں۔ چنانچہ حضرت نانوتویؒ اس واقعہ کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہے اور قریب ہی زمانہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ (دینی دسترخوان جلد۲)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی اہلیہ کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ عشاء کے بعد دودھ استعمال فرماتے تھے چنانچہ جوں ہی آپ تشریف لاتے اہلیہ محترمہ دودھ کا پیالہ لے کر حاضر ہوتیں مگر آپ ذوق عبادت میں نوافل کی نیت باندھ لیتے اور رات بھر اسی طرح عبادت میں گزار دیتے اہلیہ محترمہ کا بیان ہے۔ ’’کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت نے نوافل میں پوری شب گزار دی اور میں بھی پوری شب پیالہ لئے کھڑی کی کھڑی رہ گئی‘‘۔

اللہ اللہ بیوی ہو تو ایسی آج اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے ہمارے اسلاف نے جہاں اوروں پر اثر ڈالا۔ وہاں سب سے زیادہ اپنی ’’بیوی‘‘ ہی پر اثر ڈالا۔ خود حضرت نانوتویؒ ہی کی اہلیہ محترمہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ: ’’اذان کی ’’حی علی الصلوٰۃ‘‘ پر کام کو چھوڑ کر۔ اس طرح اٹھ جاتی تھیں کہ گویا اس کام سے کبھی کوئی واسطہ ہی نہ تھا۔ بالکل ہر چیز سے بیگانہ بن جاتیں‘‘۔

ف: کاش مسلمانوں کی تمام عورتوں میں دین کا یہی شغف پیدا ہو جاتا پھر

مسلمانوں کے اعمال واخلاق میں دیکھتے ہی دیکھتے ایک انقلاب عظیم پیدا ہوجاتا اور پوری مسلمانی دنیا سنور جاتی.....(ماہنامہ دارالعلوم ص۱۲ نومبر ۱۹۵۵ء)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے حلم کا بے نظیر واقعہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (م ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) تحریر فرماتے ہیں۔''اس سلسلہ میں مجھ تک جو واقعہ پہنچا ہے وہ عرض کرتا ہوں، مجھ سے حکیم بنیاد علی صاحب مرحوم ساکن لاوڑ ضلع میرٹھ نے بیان کیا اور انہوں نے یہ واقعہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن پھلاودہ ضلع میرٹھ سے سنا جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص تلامذہ میں ایک زبردست عالم تھے۔

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت نانوتویؒ مباحثہ شاہجہان پور کے لئے روانہ ہوئے تو شاہجہان پور کے قریب کسی گاؤں کے چند غریب سنیوں نے (جو مقامی شیعوں کے اثرات میں دبے ہوئے بے بس تھے۔ کیونکہ زمیندارہ شیعوں ہی کا تھا) حضرت کو لکھا کہ جاتے یا آتے حضرت والا اس گاؤں کو اپنے قدوم سے عزت بخشیں اور ہمیں کچھ پندونصیحت فرمادیں۔ تاکہ ہمارے لئے اصلاح وفلاح اور تقویت کا باعث ہو۔

حضرت والا نے بخوشدلی ان کی دعوت منظور فرمالی۔ جیسا کہ غرباء کی دعوت وپیشکش بطوع ورغبت قبول فرمانے کی عادت تھی۔ اور جاتے یا آتے ہوئے اس گاؤں میں اترے۔ شیعوں میں اس سے کھلبلی مچی۔ فکر یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے وعظ کا اثر شیعوں پر ہوجائے اور شیعہ دباؤ کی تنظیم ٹوٹ جائے تو انہوں نے متوقع اثرات کی کاٹ کے لئے لکھنؤ سے چار شیعہ مجتہد تاریخ مقررہ پر بلائے اور پروگرام یہ طے پایا کہ مجلس وعظ میں چاروں کونوں پر یہ چاروں مجتہد بیٹھ جائیں، اور چالیس اعتراضات منتخب کرکے دس دس اعتراض چاروں پر بانٹ دیے گئے کہ اثنائے وعظ میں اس طرح کئے جائیں کہ اول فلاں سمت کا مجتہد دس اعتراض کرے اس سے حضرت نمٹیں تو دوسرے کونہ کا اور پھر اسی طرح تیسرے اور چوتھے کونہ کا۔ اور اس طرح وعظ نہ ہونے دیا جائے۔ ان ہی اعتراض وجواب میں مبتلا کرکے وقت ختم کردیا جائے۔

اب غیبی مدد اور حضرت والا کی کرامت کا حال سنئے کہ حضرت نے وعظ شروع فرمایا۔ جس میں گاؤں کی تمام شیعہ برادری بھی جمع تھی اور وہ وعظ اسی ترتیب سے اعتراضوں کے جواب پر مشتمل شروع ہوا جس ترتیب سے اعتراضات لے کر مجتہدین بیٹھے تھے۔ گویا ترتیب کے مطابق جب کوئی مجتہد اعتراض کرنے کے لئے گردن اٹھاتا تو حضرت اسی اعتراض کو خود نقل کر کے جواب دینا شروع فرماتے۔ یہاں تک کہ وعظ پورے سکون کے ساتھ پورا ہو گیا اور شیعوں کے ان مقررہ شبہات کے مکمل حل سے گاؤں کے شیعہ اس قدر مطمئن ہوئے کہ اکثریت نے توبہ کر لی اور سنی ہو گئے۔

مجتہدین اور مقامی شیعہ چوہدریوں کو اس میں اپنی انتہائی سبکی اور خفت محسوس ہوئی تو انہوں نے حرکت مذبوحی کے طور پر اس شرمندگی کو مٹانے اور حضرت والا کے اثرات کا ازالہ کرنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ ایک نوجوان لڑکے کا فرضی جنازہ بنایا اور حضرت سے آکر عرض کیا کہ حضرت نماز جنازہ آپ پڑھا دیں۔

پروگرام یہ تھا کہ جب حضرت دو تکبیریں کہہ لیں تو صاحب جنازہ اک دم اٹھ کھڑا ہو، اور اس پر حضرت کے ساتھ استہزاء و تمسخر کیا جائے۔ حضرت والا نے معذرت فرمائی کہ آپ لوگ شیعہ ہیں اور میں سنی۔ اصول نماز الگ الگ ہیں۔ آپ کے جنازہ کی نماز مجھ سے پڑھوانے میں جائز کب ہوگی؟

شیعوں نے کہا کہ حضرت بزرگ ہر قوم کا بزرگ ہی ہوتا ہے آپ تو نماز پڑھا ہی دیں۔ حضرت نے ان کے اصرار پر منظور فرمالیا۔ اور جنازہ پر پہنچ گئے۔ مجمع تھا۔ حضرت ایک طرف کھڑے ہوئے تھے کہ چہرہ پر غصہ کے آثار دیکھے گئے۔ آنکھیں سرخ تھیں اور انقباض چہرہ سے ظاہر تھا۔ نماز کے لئے عرض کیا گیا تو آگے بڑھے اور نماز شروع کی۔ دو تکبریں کہنے پر جب طے شدہ کے مطابق جنازہ میں حرکت نہ ہوئی تو پیچھے سے کسی نے ''ہونھ'' کے ساتھ صاحب جنازہ کو اٹھ کھڑے ہونے کی سسکاردی۔ مگر وہ نہ اٹھا۔ حضرت نے تکبیرات اربعہ پوری کر کے اسی غصے کے لہجہ میں فرمایا کہ ''اب یہ قیامت کی صبح سے پہلے نہیں اٹھ سکتا۔'' دیکھا گیا تو مردہ تھا۔ شیعوں میں رونا پیٹنا پڑ گیا، اور بجائے حضرت والا کی

سبکی کے خود ان کی سبکی اور سبکی ہی نہیں سب کی موت آ گئی۔ اس کرامت کو دیکھ کر باقی ماندہ شیعوں میں سے بھی بہت سے تائب ہو کر سنی ہو گئے۔" (جواہر پارے)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا یادگار واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے خلاف گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو چکے ہیں.... چاروں طرف پولیس تلاش کرتی پھر رہی ہے.... اور آپ چھتہ کی مسجد میں تشریف فرما ہیں وہاں پولیس پہنچ گئی.... مسجد کے اندر آپ اکیلے تھے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا نام سن کر ذہنوں میں تصور آتا تھا کہ.... آپ بہت بڑے عالم ہیں تو آپ شاندار قسم کے لباس اور جبہ قبہ پہنے ہونگے وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا.... آپ تو ہر وقت ایک معمولی لنگی ایک معمولی کرتہ پہنے ہوئے تھے جب پولیس اندر داخل ہوئی تو یہ سمجھا کہ یہ مسجد کا کوئی خادم ہے۔ چنانچہ پولیس نے پوچھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کہاں ہیں؟ آپ فوراً اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہاں تھے اور اس کے ذریعہ اس کو یہ تاثر دیا کہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔ لیکن زبان سے یہ جھوٹا کلمہ نہیں نکالا کہ .... یہاں نہیں ہیں چنانچہ وہ پولیس واپس چلی گئی۔

اللہ تعالیٰ کے بندے ایسے وقت میں بھی جبکہ جان پر بنی ہوئی ہو اس وقت بھی یہ خیال رہتا ہے کہ زبان سے کوئی غلط لفظ نہ نکلے زبان سے صریح جھوٹ نہ نکلے اور اگر کبھی مشکل وقت آ جائے تو اس وقت بھی توریہ کر کے اور گول مول بات کر کے کام چل جائے یہ بہتر ہے.... البتہ اگر جان پر بن جائے' جان جانے کا خطرہ ہو یا شدید ناقابل برداشت ظلم کا اندیشہ ہو اور توریہ سے اور گول مول بات کرنے سے بھی بات نہ بنے تو اس وقت شریعت نے جھوٹ بولنے کی بھی اجازت دے دی ہے۔ لیکن اس اجازت کو اتنی کثرت کے ساتھ استعمال کرنا جس طرح آج اس کا استعمال ہو رہا ہے۔ یہ سب حرام ہے اور اس میں جھوٹی گواہی کا گناہ ہے.... اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے آمین۔ (اصلاحی خطبات جلد ۳ ص ۱۵۲)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے ایک مناظرہ کا واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بڑا حکیمانہ واقعہ ہے.... ان کے زمانے میں آریہ سماج ہندوؤں نے اسلام کے خلاف بڑا شور مچایا ہوا تھا.... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ان آریہ سماج والوں سے مناظرہ کیا کرتے تھے.... تاکہ لوگوں پر حقیقت حال واضح ہو جائے۔

چنانچہ ایک مرتبہ آپ ایک مناظرہ کے لیے تشریف لے گئے.... وہاں ایک آریہ سماج کے پنڈت سے مناظرہ تھا اور مناظرہ سے پہلے کھانے کا انتظام تھا۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بہت تھوڑا کھانے کے عادی تھے۔ جب کھانا کھانے بیٹھے تو حضرت مولانا چند نوالے کھا کر اُٹھ گئے اور جو آریہ سماج کے عالم تھے۔ وہ کھانے کے استاد تھے۔ انہوں نے خوب ڈٹ کر کھایا جب کھانے سے فراغت ہوئی تو میزبان نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ حضرت آپ نے تو بہت تھوڑا سا کھانا کھایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے جتنی خواہش تھی اتنا کھالیا۔ وہ آریہ سماج بھی قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے حضرت سے کہا کہ مولانا آپ کھانے کے مقابلے میں تو ابھی سے ہار گئے اور یہ آپ کے لیے بدفالی ہے کہ جب آپ کھانے پر ہار گئے تو اب دلائل کا مقابلہ ہوگا تو اس میں بھی آپ ہار جائیں گے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ بھائی اگر کھانے کے اندر مناظرہ اور مقابلہ کرنا تھا تو مجھ سے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کسی بھینس سے یا بیل سے کرلیا ہوتا اگر اس سے مناظرہ کریں گے تو آپ یقیناً بھینس سے ہار جائیں گے میں تو دلائل میں مناظرہ کرنے آیا تھا کھانے میں مناظرہ اور مقابلہ کرنے تو نہیں آیا تھا۔ (اصلاحی خطبات جلد۵ ص ۱۴۷)

کمال تواضع

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ.... اگر دو حرف علم کی

تہمت محمد قاسم کے نام پر نہ ہوتی تو دنیا کو پتہ بھی نہ چلتا کہ.... قاسم کہاں پیدا ہوا تھا اور کہاں مر گیا اس طرح فنائیت کے ساتھ زندگی گزاری۔ (اصلاحی خطبات جلد ۵ ص ۳۹)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی تواضع

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں.... ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ہر وقت ایک تہبند پہنے رہتے تھے اور معمولی سا کرتہ ہوتا تھا.... کوئی شخص، دیکھ کر یہ پہچان ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ اتنا بڑا علامہ ہے.... جب مناظرہ کرنے پر آجائیں تو بڑوں بڑوں کے دانت کھٹے کردیں لیکن سادگی اور تواضع کا یہ حال تھا کہ تہبند پہنے ہوئے مسجد میں جھاڑو دے رہے ہیں۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی ضیافت کا واقعہ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کا مظفر نگر میں ایک تھانیدار معتقد تھا ایک دن اس نے حضرت مولانا نانوتویؒ کی دعوت کی مولانا نے دیکھا تھا کہ تھانیدار کی کمائی مشتبہ اور مشکوک ہے اس وجہ سے اس کی دعوت کو نامنظور فرما دیا۔ تھانیدار نے دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ معلوم کی تو حضرت نے فرمایا میں معذور ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر آپ بیمار ہوں تو علاج کرادوں۔ حضرت نے فرمایا نہیں کوئی اور عذر ہے۔ اس نے کہا اگر جانے میں تکلیف ہو تو سواری کا انتظام کردوں۔ حضرت نے فرمایا یہ مجبوری نہیں بلکہ دوسرا عذر ہے۔ اس نے پھر درخواست کی کہ کھانا آپ کے یہاں بھیج دوں۔ آپ نے انکار فرمایا اس نے عرض کیا میں خود حاضر ہو کر کھانا پیش کروں گا۔ حضرتؒ نے صاف انکار فرما دیا۔ وہ تھانیدار ایک دم غصہ ہو گیا اور کہا کہ آپ نہ بزرگ ہیں اور نہ نیک کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دعوت قبول کرو اور آپ قبول نہیں کرتے۔ اس پر مولانا نانوتویؒ نے فرمایا کہ جو عیوب تو نے بیان کئے ہیں ان سے زیادہ عیوب کا مرتکب اور مستحق ہوں۔ اس وقت تھانے دار کو ہوش آیا اور سوچا تو معلوم ہوا کہ حضرت میری دعوت

میرے مال کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے رد فرما رہے ہیں۔اس نے اسی دن سے تھانیداری چھوڑ دی۔ کچھ دنوں بعد پھر دعوت کی اور عرض کیا کہ:

''حضرت! اب میری اپنی جائیداد کی حلال کمائی ہے آپ کی دعوت کرتا ہوں''

مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے دعوت منظور فرمالی اور اس سے فرمایا کہ ''ملازمت بھی کرو لیکن دیانتداری سے کام لو کیونکہ تھانیداری کرنا دیانت داری کے ساتھ تمام بھلائیوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ محتسب کے درجہ میں تھانے دار ہوتا ہے'' ف: پس معلوم ہوا کہ امر بالمعروف کیلئے حکمت عملی اور نرمی کا ہونا ضروری ہے۔ (فلسفہ نماز و تبلیغ ص ۱۹، ۲۰)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا حکمت بھرا جواب

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے دیانند سرستی نے ایک دفعہ سوال کیا کہ:

''مسلمان کہتے ہیں کہ لوح محفوظ میں اول خلقت سے قیامت تک تمام واقعات لکھے ہوئے ہیں اور واقعات تو لا تعداد و لاتحصی ہیں تو وہ کتاب بہت ہی بڑی ہوگی پھر وہ رکھی کہاں جاتی ہوگی'' حضرت مولانا نے اس کا جلدی جواب نہیں دیا بلکہ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے کہ لالہ جی آپ کی کتنی عمر ہے اس نے کہا ستر برس کی مثلاً پوچھا کہ کہاں کہاں تعلیم حاصل کی ہے کیا کیا پڑھا ہے اور آپ کو اپنے بچپن کے واقعات بھی یاد ہیں۔

اُس نے بیان کیا کہ میں نے پہلے وہاں تعلیم حاصل کی پھر وہاں اور میں نے اتنی کتابیں دیکھیں اور اتنی کتابیں پڑھیں اور میں نے اتنے سال سیاحت کی مولانا نے پوچھا کہ یہ سب واقعات آپ کو یاد ہیں کہا ہاں اور بچپن کے واقعات بھی بہت یاد ہیں اور جوانی کے اور سیر و سیاحت و تعلیم وغیرہ کے واقعات تو گویا اس وقت میرے سامنے ہیں غرض اس نے اپنے حافظہ کی بہت تعریف کی مولانا نے پوچھا کہ یہ سب واقعات آپ کو محفوظ ہیں اس نے بڑے دعوے سے کہا جی ہاں بجنسہ سب محفوظ ہیں اب مولانا نے فرمایا کہ لالہ جی اس ذرا سے دماغ میں جو ایک بالشت سے بھی کم ہے ستر برس کے واقعات اور کتابوں کے مضامین اور لوگوں کی باہمی تقریریں اور ابحاث کس طرح سما گئے اس پر وہ خاموش ہوا

مولانا نے فرمایا کہ لوح محفوظ کی نظیر تو خود آپ کے اندر موجود ہے ''آپ کا دماغ'' پھر حیرت ہے کہ آپ لوح محفوظ پر یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ کہاں رکھی جاتی ہوگی آپ کو کبھی اپنے دماغ پر شبہ نہ ہوا کہ اس ذرا سے دماغ میں اس قدر بے شمار واقعات و مضامین کس طرح محفوظ رہتے ہیں پھر بعض انسانوں کی عمریں ہزار ہزار سال کی ہوئی ہیں اور اُن کے حافظے ہم سے زیادہ قوی تھے اُن کے دماغ میں ہزار سال کے واقعات اور ہزاروں آدمیوں کی صورتیں کیونکر محفوظ رہتی تھیں تو یہ کیا ضرور ہے کہ جس چیز میں لاکھ دو لاکھ برس کے واقعات لکھے جائیں وہ طولاً و عرضاً بھی اتنی بڑی ہو کہ آسمانوں میں نہ سما سکے خدا تعالیٰ کو قدرت ہے کہ تھوڑے سے جسم میں جتنے چاہے واقعات محفوظ کر دیں چنانچہ ایک نظیر اس کی انسان میں موجود ہے اب تو دیانند مولانا کا منہ تکنے لگا (وعظ نور النور ۲۳)

غرضیکہ انسانی دماغ مظہر لوح بھی ہے۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا انداز نصیحت

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کا قیام دہلی میں تھا حضرت کے خدام میں سے چند مخصوص تلامذہ ساتھ تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ دوسرے شاگرد مولانا احمد حسن امروہی رحمہ اللہ اور حاجی امیر شاہ خان صاحب مرحوم مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ہمجولیوں میں بیٹھ کر فرمایا کہ بھائی لال کنویں کی مسجد کے جو امام ہیں ان کی قرأت بہت اچھی ہے کل صبح کی نماز ان کے پیچھے پڑھ لیں۔ شیخ الہند رحمہ اللہ نے غصہ میں آکر فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی بے غیرت وہ تو ہمارے حضرت کی تکفیر کرتا ہے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور بڑا سخت لہجہ اختیار کیا یہ جملے حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے کان میں پہنچے تو اگلے دن حضرت ان سب شاگردوں کو لے کر اسی مسجد میں پہنچے اور اس امام کے پیچھے جا کر نماز پڑھی سلام پھیرا تو چونکہ یہ اجنبی تھے۔ نمازیوں نے دیکھا کہ ہیں تو علماء صورت تو پوچھا کون ہیں؟

معلوم ہوا کہ یہ تو مولانا محمد قاسم ہیں اور وہ ان کے شاگر مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ اور

مولانا احمد حسن محدث امروہی رحمہ اللہ ان کے تلمیذ ہیں۔

امام صاحب کو سخت حیرت ہوئی کہ میں تو رات دن انہیں کافر کہتا ہوں اور یہ نماز کے لئے میرے پیچھے آگئے تو امام صاحب نے خود بڑھ کر مصافحہ کیا اور کہا کہ حضرت میں آپ کی تکفیر کرتا تھا اور میں آج شرمندہ ہوں آپ نے میرے پیچھے نماز پڑھی حالانکہ میں آپ کو کافر کہتا رہا۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''کوئی بات نہیں میرے دل میں آپ کے اس جذبہ کی قدر ہے'' اور زیادہ عزت دل میں بڑھ گئی ہے کیوں؟

اس واسطے کہ آپ کو جو روایت پہنچی ہے کہ میں توہین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتا ہوں تو آپ کی غیرت ایمانی کا یہی تقاضا تھا۔ ہاں البتہ شکایت اس کی ہے کہ روایت کی تحقیق کرنی چاہئے تھی تو میں یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے اور میں اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں جو ادنیٰ درجہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے اور اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ کے ہاتھ پر ابھی اسلام قبول کرتا ہوں۔

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله

اب امام بے چارہ قدموں میں گر پڑا اچھا جاتا ہے۔

ف: بات صرف یہ تھی کہ ان حضرات کے دلوں میں تواضع باللہ اور ادب مع اللہ اس درجہ رچا ہوا تھا کہ نفسانیت کا شائبہ نہ رہا تھا۔ استہزاء اور تمسخر تو بجائے خود ہے بے قدری بھی اپنے معاندوں کی نہیں کرتے تھے۔ (الحق)

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور اتباع سنت

ایک مرتبہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے وعظ فرمایا بہت بڑا مجمع تھا.... درمیان میں ایک شخص اٹھا اور کہا کہ حضرت مجھے کچھ عرض کرنا ہے مولانا اپنی خداداد فراست سے سمجھ گئے کہ کیا کہنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں ایک ضرورت پیش آگئی ہے لوگوں نے سمجھا کہ استنجا وغیرہ کی ضرورت پیش آئی ہوگی....

حضرت گھر میں گئے حضرت کی بڑی بہن بیوہ تھیں پچانوے برس کی عمر میں نہ نکاح

کے قابل نہ کچھ مگر اعتراض کرنے والے کو اس کی کیا ضرورت ہے وہ تو یہ کہتا ہے کہ:....

''آپ دنیا کو (نکاح بیوگان کی) نصیحت کرتے ہیں مگر آپ کی بہن تو بیٹھی ہے''

گھر میں گئے تو بڑی بہن کے پیروں پر ہاتھ رکھا....انہوں نے گھبرا کر کہا بھائی تم تو عالم ہو یہ کیا کر رہے ہو فرمایا:....''بہر حال میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں....آج ایک سنت رسول زندہ ہوتی ہے اگر آپ ہمت کریں تو آپ پر موقوف ہے....

فرمایا کہ:''میں نا کارہ اور سنت رسول کا زندہ کرنا میری وجہ سے؟''

حضرت نے فرمایا کہ:....'آپ نکاح کر لیجئے'' فرمایا کہ:....بھائی تم میری حالت دیکھ رہے کہ....منہ میں دانت نہیں ہے....کمر جھک گئی ہے ۹۵ برس میری عمر ہے مولانا نے فرمایا یہ سب میں جانتا ہوں اعتراض کرنے والے اس چیز کو نہیں دیکھتے....

ہمشیرہ نے یہ سن کر فرمایا کہ:....اگر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری وجہ سے زندہ ہو سکے تو میں جان قربان کرنے کو بھی تیار ہوں اسی وقت جو چودہ پندرہ آدمی خاندان کے موجود تھے ان کے سامنے نکاح پڑھایا گیا گواہ بنا دیئے گئے اس میں کچھ دیر لگ گئی پھر حضرت نانوتویؒ باہر آئے اور مجمع میں دوبارہ تقریر شروع کی پھر وہی سائل کھڑا ہوا کہ کچھ عرض کرنا ہے فرمایا کہیے اس نے کہا کہ:....

آپ دنیا کو نصیحت کر رہے ہیں اور آپ کی بہن بیوہ بیٹھی ہے تو ہم پر کیا اثر ہوگا؟

فرمایا:....کون کہتا ہے؟ ان کے نکاح کے تو شاید گواہ بھی یہاں موجود ہونگے....

دو تین آدمی درمیان میں کھڑے ہوئے اور کہا کہ حضرت کی ہمشیرہ کا ہمارے سامنے نکاح ہوا ہے۔ (ماہنامہ ''محاسن اسلام'' جون 2008ء)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا عشق رسول

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند کلیر شریف جاتے تھے حضرت صابر کلیریؒ کے مزار کی زیارت کرنے کے واسطے کلیر روڈ کی سے پانچ میل دور ہے نہر کی پٹڑی پٹڑی چلے جاتے تھے اب تو سواری کا بھی انتظام ہے اس زمانے

میں لوگ عموماً پیدل ہی جاتے تھے تو حضرت جب نہر کی پٹڑی پر جاتے اور سامنے کلیر ہوتا تو جوتے اتار کر بغل میں دبا لیتے اور ننگے پیروں جاتے تو کیا جوتے پہن کر جانا ناجائز تھا؟ نہیں بلکہ محبت کا غلبہ تھا..... حضرت صابر کلیری کی محبت قلب میں جاگزیں تھی ادب غالب تھا جب روضہ نظر آتا تھا تو جوتہ پہن کر جانا پسند نہیں کرتے تھے ننگے پیروں جاتے تھے چونکہ ادب غالب تھا' اور ادب غالب ہوتا ہے محبت کے غلبہ سے جب حضرت نانوتویؒ نے حج کیا تو بڑے بڑے اکابر ساتھ تھے.....

مثلاً حضرت گنگوہی رحمہ اللہ حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ اور دوسرے بڑے بڑے اکابرین اور بزرگوں کا ایک مجمع تھا آخری منزل جس کے بعد مدینہ طیبہ بالکل سامنے آجاتا ہے اور حرم شریف کے مینار نظر آنے لگتے ہیں اس آخری منزل کا نام ہے ''بیر علی'' یہاں ایک پہاڑی ہے جہاں اس پر چڑھے اور حرم شریف کے منارے سامنے آجاتے ہیں تو یہ قافلہ جب ''بیر علی'' پر پہنچا اور حرم شریف کے منارے سامنے نظر پڑے تو حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ ایک دم اونٹ سے اچھل کر زمین پر گر پڑے جوتے اتار کر رکھے اونٹ کے کجاوے میں اور ننگے پیر چلنا شروع کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب تھی اس لئے عاشقانہ اشعار پڑھتے ہوئے اور اپنے حال میں مست اور ننگے سر چلے جا رہے تھے۔ مدینہ کی کنکریاں جو ہیں وہ نوکیلی ہیں پیروں میں ایسی چبھتی ہیں جیسے کانٹے چبھتے ہیں۔

ان کی وجہ سے پاؤں لہولہان ہو گئے مگر حضرت محبت اور عشق کی وجہ سے اپنے حال میں مست ہیں۔ دیکھا دیکھی دوسرے لوگوں نے بھی اونٹوں سے اتر کر پیدل چلنا شروع کر دیا تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ یہ احمق کیوں نیچے اتر کر چلنے لگے ان پر تو محبت اور عشق کی وجہ سے حال طاری ہے یہ نقالی کہاں تک کریں گے۔

اس لئے کوئی بیس قدم چل کر رک گیا کوئی سو قدم چل کر رک گیا کیونکہ ان کنکریوں پر چلنا ہی مشکل ہے مگر جو اپنے حال میں مست ہے وہ تو معذور ہے اسے تو کچھ خبر ہی نہیں رہتی چاہے اس پر تیر پڑیں چاہے تلواریں پڑیں لیکن جن کے ہوش و حواس باقی ہیں وہ اس طریقے

سے چلیں وہ پورے نہیں اتر سکتے اسی لئے کوئی پچاس قدم چل کر بیٹھ گیا اور کوئی سو قدم چل کر بیٹھ گیا اور حضرتؒ حرم تک پیدل چلے اور پیروں میں کنکریاں چبھ چبھ کر لہولہان اور خون خرابہ بھی ہو گئے تو در محبت تلخہا شیریں بود یعنی محبت کی وجہ سے تلخیاں بھی شیریں ہو جاتی ہیں اور آدمی ان کو بخوشی جھیل لیتا ہے.....(خطبات طیب)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا کمال ادب

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ جب حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے تشریف لے گئے فراغت کے بعد جب مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانگی ہوئی تو دربار حبیب سے کئی میل دور ہی گنبد خضراء پر نظر پڑتے ہی اپنا جوتا اتار لیا حالانکہ وہاں سے راستہ نوکدار پتھر کے ٹکڑوں سے بھرا تھا۔

مگر آپ کے ضمیر نے گوارا نہ کیا کہ دیار حبیب میں جوتا پہن کر چلا جائے نامعلوم کس مقام پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام مبارک پڑے ہوں اور میری کیا مجال کہ میں جوتا پہن کر اس مقام پر چلوں۔(دین و دانش جلد۴)

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سادگی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کی یہ حالت تھی کہ لباس ایسا پہنتے تھے جس سے کوئی نہ سمجھ سکے کہ یہ عالم ہیں نہ عبا پہنتے تھے نہ چوغہ نہ ململ پہنتے تھے۔ نہ تنزیب بلکہ گاڑھا مارکین آپ کا لباس تھا اور اسی لباس سے آپ بڑے بڑے مجمعوں میں تشریف لے جاتے تھے مگر آپ کے سامنے سارے عبا اور جبے والے دھرے رہ جاتے تھے۔ آپ ہی کا نام چمکتا تھا اور کسی کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا۔ چنانچہ علمی شان اور حقیقی عزت مباحثہ شاہجہاں پور میں جو مخالفین اسلام کے مقابلہ میں بڑا عظیم الشان مناظرہ تھا بڑے بڑے عبا قبا والے موجود تھے اور حضرت مولانا اسی معمولی کرتہ اور لنگی میں تھے مگر جب آپ نے تقریر کی ہے تو عوام پر اتنا اثر تھا کہ شاہجہان

پور کے ہندو مہاجن اور بنئے یہ کہتے تھے کہ نیلی لنگی والا مولوی جیت گیا۔ ایسی تقریر کی جیسے دریا بہتا ہے کسی کو اس کی بات کا جواب نہیں آیا۔ نیز مولانا کی یہ بھی عادت تھی کہ سفر میں اپنا نام کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے اور ساتھیوں کو بھی ممانعت تھی کہ کسی پر نام ظاہر نہ کریں اور اگر کوئی آپ سے پوچھتا کہ جناب کا نام کیا ہے۔

فرماتے خورشید حسین کیونکہ آپ کا تاریخی نام یہی ہے مگر اس نام سے لوگ واقف نہ تھے اس لئے کوئی نہ سمجھتا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ یہی ہیں اور اگر کوئی وطن کا نام پوچھتا تو فرماتے الٰہ آباد.... نانوتہ کا نام نہ لیتے رفقاء نے کہا حضرت آپ کا وطن الٰہ آباد کدھر سے ہو گیا۔ یعنی یہ تو کذب ہے فرمایا کہ نانوتہ بھی تو خدا ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔

پس لغۃً ہر بستی الٰہ آباد ہے یعنی کذب لازم نہ آیا بلکہ یہ توریہ ہوا مگر باوجود اس قدر اخفاء کے.... چھپے تھوڑا ہی تھے۔ حضرات اہل اللہ کی عزت اتنی بڑی ہے کہ ان کو ظاہری اسباب شہرت وسامان شوکت کی حاجت نہیں رہتی۔ یہ تو وہ کرے جس کو حقیقی عزت حاصل نہ ہو وہ اسباب عزت وسامان شہرت اختیار کیا کرتا ہے۔ (دین ودانش جلد ۶)

ایثار وقربانی

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں حضرت کی جلالت شان کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ حضرت قدس سرہ دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ہیں اور آج برصغیر میں دینی مدارس کا پھیلا ہوا مبارک جال آپ کی محنت کا ثمرہ ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ انتہائی درجے کے متقی اور پرہیزگار تھے اور دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی خود کو بالکل مٹایا ہوا تھا آپ کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ آپ کوئی بڑے عالم یا بزرگ ہیں جیسا کہ ایک مرتبہ راہ چلتے ہوئے کسی شخص نے آپ کو جولاہا سمجھ کر سوال کیا کہ آج کل سوت کا کیا بھاؤ ہے مگر حضرت نے اس کو برا نہیں منایا بس

اتنا فرمایا کہ بھائی آج کل بازار جانا نہیں ہوا اور بھی آپ کے اس قسم کے واقعات ہیں جن سے آپ کی فنائیت ظاہر ہوتی ہے اور جب حضرت قدس سرہ کی شادی ہوئی تو آپ کی اہلیہ دیوبند کے ایک معقول زمیندار کی بیٹی تھی جس کو والد کی طرف سے خوب زیور ملا تھا چونکہ حضرت قدس سرہ کو دنیا کی کوئی رغبت اور محبت نہ تھی اس لئے چاہتے تھے کہ گھر والی کو بھی سونے چاندی اور دولت کی چمک دمک اور محبت سے دور رکھیں اس لئے پہلی شب میں ہی اہلیہ سے فرمایا کہ تم کون ہو اور میں کون؟ میری سنوگی یا اپنی منواؤ گی اہلیہ نے بلا تکلف عرض کیا کہ میں تو آپ کی کنیز ہوں اپنی منوانے کا کیا سوال؟

تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ سارا زیور ہمیں دیدو چنانچہ بلا تامل اہلیہ نے زیور اتار کر دیدیا جو کہ دارالعلوم دیوبند کے سرمایہ میں داخل کر دیا گیا والد نے بیٹی کو دوبارہ زیور لا کر دیا تو دوبارہ بھی یہی معاملہ ہوا ماشاءاللہ کیسی دیندار عورت تھی کہ جان و مال سب کچھ شوہر پر نچھاور کر دیا اس میں کوئی شک نہیں کہ سونا چاندی عورت کی کمزوری ہے مگر حضرت قدس سرہ چاہتے تھے کہ اہلیہ دنیا کی محبت میں پھنس کر کہیں اصلی ٹھکانہ جنت کا نقصان نہ کر بیٹھے اس لئے آتے ہی اس کو نقصان سے بچانے کے لئے سونے چاندی سے آزاد کر دیا۔ (دین ودانش جلد ۲)

قطب الارشاد فقیہ النفس

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

تواضع کی برکت کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دیہاتی آدمی آیا، اس کے دماغ میں یہی بسا ہوا تھا کہ مولوی اگر تعویذ گنڈا نہیں جانتا تو وہ بالکل جاہل ہے، اس کو کچھ نہیں آتا، چنانچہ آپ کو بڑا عالم سمجھ کر آپ کے پاس آیا، اور کہا کہ مجھے تعویذ دیدو، مولانا نے فرمایا کہ مجھے تو تعویذ آتا نہیں، اس نے کہا کہ اجی نہیں مجھے دیدو، حضرت نے فرمایا کہ مجھے آتا نہیں تو کیا دیدوں؟ لیکن وہ پیچھے پڑ گیا کہ مجھے تعویذ دیدو، حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا لکھوں، تو میں نے اس تعویذ میں لکھ دیا کہ "یا اللہ یہ مانتا نہیں، میں جانتا نہیں، آپ اپنے فضل وکرم سے اس کا کام کر دیجئے" یہ لکھ کر میں نے اس کو دیدیا کہ یہ لٹکا لے، اس نے لٹکا لیا، اللہ تعالیٰ نے اسی کے ذریعہ اس کا کام بنا دیا۔ (دین ودانش جلد ۵)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی کمال صداقت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور انگریزوں کیخلاف جہاد میں بڑا حصہ لیا تھا.... آپ کے علاوہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی وغیرہ.... ان سب حضرات نے اس جہاد میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے.... اب جو لوگ اس جہاد میں شریک تھے

آخر کارانگریزوں نے ان کو پکڑنا شروع کیا.... چوراہوں پر پھانسی کے تختے پر لٹکا دیئے۔

جسے دیکھا حاکم وقت نے کہا یہ بھی صاحب دار ہے

اور ہر ہر محلے میں مجسٹریٹوں کی مصنوعی عدالتیں قائم کر دی تھیں.... جہاں کہیں کسی پر شبہ ہوا اس کو مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا.... اور اس نے حکم جاری کر دیا کہ اس کو پھانسی پر چڑھا دو پھانسی پر اس کو لٹکا دیا گیا.... اسی دوران ایک مقدمہ میرٹھ میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے خلاف بھی قائم ہو گیا.... اور مجسٹریٹ کے یہاں پیشی ہو گئی جب مجسٹریٹ کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا کہ تمہارے پاس ہتھیار ہیں.... اس لئے کہ یہ اطلاع ملی تھی کہ ان کے پاس بندوقیں ہیں اور حقیقت میں حضرت کے پاس بندوقیں تھیں.... چنانچہ جس وقت مجسٹریٹ نے یہ سوال کیا اس وقت حضرت کے ہاتھ میں تسبیح تھی.... آپ نے وہ تسبیح اس کو دکھاتے ہوئے فرمایا ہمارا ہتھیار یہ ہے.... یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس ہتھیار نہیں ہیں اس لئے کہ یہ جھوٹ ہو جاتا.... آپ کا حلیہ بھی ایسا تھا کہ بالکل درویش صفت معلوم ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد بھی فرماتے ہیں ابھی سوال جواب ہو رہا تھا کہ.... اتنے میں کوئی دیہاتی وہاں آ گیا.... اس نے جب دیکھا کہ حضرت سے اس طرح سوال جواب ہو رہے ہیں تو اس نے کہا کہ ارے اس کو کہاں سے پکڑ لائے یہ تو ہمارے محلے کا موجن (مؤذن) ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلاصی عطا فرمائی۔ (اصلاحی خطبات جلد ۳ ص ۱۵۱)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی تواضع

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے مریدین سے فرمانے لگے تم کہاں میرے پیچھے لگ گئے میرا حال تو اس پیر جیسا ہے جو حقیقت میں ایک ڈاکو تھا.... اس ڈاکو نے جب یہ دیکھا کہ لوگ بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ پیروں کے پاس جاتے ہیں ان کے پاس ہدیے تحفے لے جاتے ہیں ان کا ہاتھ چومتے ہیں یہ تو اچھا پیشہ ہے میں خواہ مخواہ راتوں کو جاگ کر ڈاکے ڈالتا ہوں' پکڑے جانے اور جیل میں بند ہونے کا خطرہ الگ ہوتا ہے' مشقت اور تکلیف

علیحدہ ہوتی ہے اس سے اچھا یہ ہے کہ میں پیر بن کر بیٹھ جاؤں لوگ میرے پاس آئیں گے....
میرے ہاتھ چومیں گے.... میرے پاس ہدیے تحفے لائیں گے.... چنانچہ یہ سوچ کر اس نے ڈاکہ ڈالنا چھوڑ دیا اور ایک خانقاہ بنا کر بیٹھ گیا' لمبی تسبیح لے لی' لمبا کرتا پہن لیا اور پیروں جیسا حلیہ بنالیا اور ذکر اور تسبیح شروع کر دی.... جب لوگوں نے دیکھا کہ کوئی اللہ والا بیٹھا ہے.... اور بہت بڑا پیر معلوم ہوتا ہے اب لوگ اس کے مرید بننا شروع ہو گئے.... یہاں تک کہ مریدوں کی بہت بڑی تعداد ہوگئی' کوئی ہدیہ لا رہا ہے.... کوئی تحفہ لا رہا ہے.... خوب نذرانے آرہے ہیں' کوئی ہاتھ چوم رہا ہے.... کوئی پاؤں چوم رہا ہے ہر مرید کو مخصوص ذکر بتا دیئے کہ تم فلاں ذکر کرو.... تم فلاں ذکر کرو۔ اب ذکر کی خاصیت یہ ہے کہ.... اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انسان کے درجات بلند فرماتے ہیں چونکہ ان مریدوں نے اخلاص کے ساتھ ذکر کیا تھا.... اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات بہت بلند فرما دیئے اور کشف و کرامات کا اونچا مقام حاصل ہو گیا۔ (ارشادات اکابر)

حکمت بھری تبلیغ کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک گنوار شخص آیا اور کہا کہ مولوی جی مجھے مرید کر لو حضرت نے فرمایا اچھا بھائی آؤ مرید کرتے ہوئے جو جو باتیں کہلواتے ہیں مثلاً نماز پڑھو روزہ رکھو سب کچھ کہلوالیا جب مولانا اپنی باتیں پوری فرما چکے تو اس نے کہا کہ: "مولوی جی! تم نے افیون سے تو توبہ کرائی نہیں"۔ حضرت نے فرمایا کہ: "بھائی! مجھے کیا خبر کہ تو افیون بھی کھاتا ہے"

حضرت گنگوہیؒ چونکہ طبیب تھے اور جانتے تھے کہ ایک دم افیون کا چھوڑنا مشکل ہے اور طالب کی حالت کی رعایت ضروری ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ کتنی افیون کھایا کرتے ہو میرے ہاتھ پر رکھ دو اس نے گولی بنا کر حضرت کے ہاتھ پر رکھ دی۔ حضرت نے اس میں سے کچھ کم کر کے باقی اس کو دے دی اور فرمایا کہ اتنی کھالیا کرو۔ بعد میں پھر مشورہ کر لینا وہ شخص کچھ دیر خاموش بیٹھ کر کہنے لگا:۔

''اجی مولوی جی! جب توبہ ہی کر لی تو پھر اتنی اور اتنی کیا''۔

یہ کہہ کر افیون کی ڈبیہ نکال کر دیوار پر ماری اور یہ کہا کہ: اری افیون! جا میں نے تجھے چھوڑ دیا"

بس یہ کہہ کر چلا گیا نہ ذکر پوچھا نہ شغل افیون کے چھوڑنے سے دست آنے لگے اس نے کہلا کر بھیجا کہ: ''مولوی جی! دعا کردیجیو کہ میں اچھا ہو جاؤں مگر افیون نہ کھاؤنگا''۔

غرض بری حالت تک نوبت پہنچی مرتے مرتے بچا مگر اچھا ہو گیا تندرست ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے پوچھا کون؟ اس نے بتایا میں افیون والا ہوں اور سارا قصہ بیان کیا اس کے بعد دو روپے پیش کیے مولانا نے کسی قدر عذر کے بعد دل جوئی کی غرض سے قبول فرما لیئے اس نے کہا:۔

''اجی مولوی جی یہ تم نے پوچھا ہی نہیں کہ یہ کیسے روپے ہیں''

مولانا نے فرمایا کہ بھائی! اب بتلا دے کیسے روپے ہیں اس نے کہا کہ یہ روپے افیون کے ہیں حضرت نے پوچھا کہ افیون کے کیسے ہیں اس نے بتایا کہ:

''میں دو روپے مہینے کی افیون کھایا کرتا تھا جب میں نے افیون سے توبہ کی تو نفس بڑا خوش ہوا کہ اب دو روپے ماہوار بچیں گے۔

میں نے کہا یہ تو دین میں دنیا مل گئی بس میں نے نفس سے کہا کہ یہ یاد رکھ کر یہ روپیہ تیرے پاس نہ چھوڑوں گا۔ یہ مت سمجھ کہ تجھے دوں گا بلکہ اسی وقت نیت کر لی کہ جتنے روپے کی افیون کھایا کرتا تھا وہ پیر کو دیا کروں گا پس یہ دو روپیہ ماہوار آپ کے پاس آیا کریں گے''

ف: یہ گنوار کی حکایت ہے جس کو لکھنا پڑھنا کچھ نہ آتا تھا مگر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی صحبت کی برکت سے دین کی سمجھ ایسی تھی کہ دین میں دنیا کی آمیزش کو فوراً سمجھ گیا یہ وہ بات ہے کہ اچھے اچھوں کی بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ (وعظ خیر المال للرجال ص ۲۴)

فقیہ النفس حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا واقعہ

ایک بار جبکہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں (مکہ معظمہ میں) حاضر تھے تو حضرت حاجی صاحب کے پاس مولود شریف کا بلاوا آیا حضرت نے مولانا سے پوچھا مولوی صاحب چلو گے مولانا نے فرمایا نا حضرت میں نہیں جاتا کیونکہ میں ہندوستان میں لوگوں کو منع کیا کرتا ہوں تو اگر میں یہاں

شریک ہوگیا تو وہاں کے لوگ کہیں گے کہ وہاں بھلے شریک ہوگئے تھے حضرت حاجی صاحب نے بجائے برا ماننے کے مولانا کے اس انکار کی بہت تحسین فرمائی اور فرمایا کہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا تمہارے نہ جانے سے خوش ہوں اب دیکھئے پیر سے زیادہ کون محبوب اور معظم ہوگا مگر دین کی حفاظت ان کے اتباع سے بھی زیادہ ضروری تھی اسلئے دونوں کے ظاہری تعارض کے وقت اسی کو ترجیح دی۔ واقعی حفاظت دین بڑی نازک خدمت ہے کیونکہ سارے پہلوؤں پر نظر رکھنی پڑتی ہے کہ نہ چھوٹوں کو نقصان پہنچے نہ بڑوں کے ساتھ جو عقیدت ہونی چاہئے اس میں فرق آئے۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی صاحبزادی کا واقعہ

اکابرین دیوبند میں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی شخصیت بھی ہے حضرت گنگوہی قدس سرہ بھی تقویٰ اور دینداری میں اپنی مثال آپ تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے فقہ میں خوب ملکہ عطا فرمایا تھا آپ نے سنت و بدعت کی خوب وضاحت فرمائی اور امت کو بتلایا کہ سنت کیا ہے اور بدعت کیا ہے؟ آپ کو ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت گنگوہی کو منبر پر کھڑا کر کے سو مسائل پوچھے جن کا آپ نے بالکل صحیح جواب دیا تو اس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت عطا فرمائی۔ جب حضرت اتنی بڑی شخصیت تھی تو اس کا اثر اولاد پر ہونا تو اسکا لازمی نتیجہ ہے چنانچہ آپ کی صاحبزادی کے متعلق لکھا ہے کہ جب ان کا نکاح ہوا تو ان کے شوہر بالائی آمدنی سے احتیاط نہیں کرتے تھے۔

حضرت کی صاحبزادی نے پہلے ہی دن شوہر سے کہا کہ جب تک آپ رشوت سے توبہ نہ کرو گے میں آپ کے گھر کا کھانا نہیں کھاؤں گی چنانچہ انہوں نے توبہ کر لی سبحان اللہ اس کو کہتے ہیں تقویٰ اور دینداری حالانکہ ایسے وقت میں عورت کو روپیہ وغیرہ کا لالچ ہوتا ہے بالخصوص وہ عورت جس کو والدین کی طرف سے بھی کچھ رئیسانہ زیور اور سامان نہ دیا گیا ہو مگر پھر بھی انکو دین کا خیال دنیا پر غالب رہا اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟ آپکی تربیت ہی ابتداء سے ایسی کی گئی تھی کہ جس سے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی، کم ہو مگر حلال ہو۔ (دین و دانش جلد ۲)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی والدہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی والدہ ماجدہ نہایت پارسا اور عابدہ وزاہدہ ولیہ باخدا تھیں باوجود عورت ذات ہونے کے عورتوں جیسی ضعیف الاعتقادی بال اور بچوں پر دین وایمان کی بربادی کو پاس بھی آنے نہیں دیا عقائد اسلام میں مضبوط ٹونے ٹوٹکوں سے طبعاً متنفر وخائف دیندار و پرہیز گار عورت تھیں اور کیوں نہ ہوتیں آخر ایسے قطب وقت کی ماں بننے والی تھیں جس کے ذریعے لاکھوں انسانوں کو ہدایت اور پارسائی اور دین میں استحکام و مضبوطی کی تعلیم حاصل ہونی مقدر ہو چکی تھی۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ اپنی طفولیت کا یہ واقعہ خود بیان کیا تھا کہ میری والدہ مرحومہ بیان فرمایا کرتی تھیں کہ رشید احمد! جب تو بچہ تھا تو مجھ کو اللہ بخش جن نظر آیا تھا میں نے دیکھا کہ وہ تیری چارپائی کے پاس آن کھڑا ہو گیا اور مجھ سے کہا کہ تو فلاں مزار پر عطر کے پھوئے چڑھا ورنہ میں تیرے لڑکے کو مار ڈالوں گا ''والدہ فرماتی تھیں کہ میں نے اس سے کہا کہ اچھا مار ڈال تیرے سامنے لیٹا تو ہے''۔

گنگوہ میں شاہ داؤد اور شاہ صادق صاحب کا مزار ہے وہاں ایک طاق پر اللہ بخش کے نام کے چڑھاوے چڑھتے اور عطر کے پھوئے چڑھائے جاتے ہیں والدہ فرماتی تھیں کہ جب کبھی اللہ بخش نظر آتا اور دھمکیاں دیتا اور ڈراوے دکھاتا تھا میں تو اس کو یہی جواب دیتی کہ میں تو ہرگز بھی نہ چڑھاؤں گی اگر تجھ سے مارا جائے تو مار ڈال اس کورے اور صاف جواب پر بھی تیرا بال بیکا نہ کر سکا اور مارنا تو مارنا تجھے کبھی ڈرا بھی نہ سکا۔ (بڑوں کا بچپن)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا اتباع سنت

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ جب مسجد سے نکلتے تو پہلے بایاں پاؤں نکال کر جوتے یا کھڑاؤں پر رکھتے.... پھر دایاں پاؤں نکال کر پہلے اس میں جوتا یا کھڑاؤں پہنتے' پھر بائیں پاؤں میں جو پہلے سے جوتے پر رکھا ہوتا' پہنتے.... ایک شخص آئے' قصہ تو لمبا ہے.... حضرت قدس سرہٗ اس وقت استنجاء کے لئے گئے ہوئے تھے.... حضرت کے آنے پر کہا' آداب.... حضرت نے غصہ میں فرمایا یہ کون بے ادب ہے' جس کو شریعت کا ایک ادب بھی معلوم نہیں....

ایک مرتبہ ایک صاحب آئے اور بولے' حضرت سلامت! آپ کے چہرہ پر غصہ کا اثر ظاہر ہوگیا اور فرمایا' مسلمانوں والا اسلام چاہئے' یہ کون ہے حضرت سلامت والا.... (شمع رسالت)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی گلاب سے محبت

ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کو گلاب سے زیادہ محبت تھی جانتے بھی ہو کیوں تھی؟ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ گلاب جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے عرق مبارک سے بنا ہوا ہے فرمایا کہ ہاں حدیث ضعیف ہے مگر ہے تو حدیث.... (ارواح ثلاثہ)

کیا یہ عشق و محبت کی معراج نہیں؟ کہ گلاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک تعلق ہے اس لئے حضرت کو سب سے زیادہ محبوب ہے اس حدیث کی صحت اور ضعف سے اس وقت بحث نہیں.... بتلانا صرف یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عقیدت و محبت تھی.... (محدثین کا قاعدہ ہے کہ ضعیف روایت بالخصوص جب کہ وہ متعدد طرق سے نقل کی جائے فضائل میں معتبر ہوتی ہے.... (فضائل درود شریف از حضرت شیخ الحدیثؒ)

مگر عقائد کا معاملہ اس سے مختلف ہے عقائد کے لئے پکی اور صحیح حدیث کا ہونا ضروری ہوگا.... (اتباع سنت)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی سنت سے محبت

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا سنت مصطفویہ کے ساتھ عشق اس درجہ کامل اور فائق تھا کہ آپ کو عربی مہینوں کے اسماء چھوڑ کر بلاضرورت انگریزی مہینوں کے ناموں کا استعمال بھی گراں گذرتا تھا.... مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ حضرتؒ کی خدمت میں ایک مرتبہ تشریف فرما تھے کہ کسی شخص نے پوچھا کہ گوالیار کب جاؤ گے انہوں نے جواب دیا جولائی کی فلاں تاریخ کو حضرت گنگوہی نے تأسف کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اور ماہ تاریخ نہیں ہے جو انگریزی مہینوں کا استعمال کیا جائے.... (اتباع سنت)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا جذبہ اتباع سنت

ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے دوران وعظ فرمایا: میں اپنے آپ کو کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے ہی مجھے وہ یقین عطا فرمایا تھا کہ لڑکوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور جمعہ کا وقت آ جاتا تو کھیل چھوڑ کر جاتا اور لڑکوں سے کہہ دیتا کہ میں نے اپنے ماموں سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین جمعہ کو چھوڑنے سے آدمی منافق لکھا جاتا ہے.... لوگوں کو کہتا ہوں کہ آخر مسلمان ہیں.... خدا اور رسول پر یقین ہے.... پھر ایسے غافل کیوں ہیں؟ جس فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگ بڑے ہو کر غفلت برتتے ہیں غور فرمایئے حضرت گنگوہیؒ اپنے بچپن میں کتنا خیال فرماتے تھے اور کیسا پختہ یقین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر رکھتے تھے یہ حقیقت ہے کہ حق تعالیٰ جسے اپنا بنانا چاہیں بچپن ہی سے اس کے آثار واضح ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

یہی حال حضرت کا تھا اور اسی کا اثر تھا کہ حضرتؒ اپنے خدام و متوسلین کو اتباع سنت کی بہت بہت تاکید فرمایا کرتے تھے.... ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ سب کو محض فضل حق تعالیٰ کا جاننا چاہیے اور اپنے پر شکر اور ندامت انفعال لازم ہے اور امیدوار رحمت حق تعالیٰ کا رہنا چاہیے اور اتباع سنت کا بہت بہت خیال رہے.... (تالیفات رشیدیہ ص ۱۹)

اکابر کی تکلفات سے آزاد زندگی

ایک دفعہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب تشریف لے آئے۔ مولانا کے ہاتھ میں ایک ذرا سا ٹکڑا تھا اسی وقت ہاتھ دھلائے وہ ٹکڑا دیا کہ کھایئے میں کھانا لاتا ہوں۔ مولوی فخر الحسن صاحب نے کہا کہ میں لئے آتا ہوں فرمایا نہیں بھائی میں خود لاؤں گا پھر کھانا لا کر بہت ادب سے سامنے رکھا بیشتر دیکھنے والوں نے یوں سمجھا ہوگا کہ کچھ ادب بھی نہ کیا۔ بچا ہوا ٹکڑا دے کر کہہ گئے کہ آپ شروع کیجئے سبحان اللہ صحابہ کی سی شان تھی۔ (اولیاء اللہ کے نصیحت آموز واقعات)

شیخ الھند

حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ

اساتذہ کے احترام کا عجیب واقعہ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ نے تحریک ریشمی رومال کے دوران ارادہ فرمالیا کہ اب میں حرمین شریفین جاتا ہوں۔ایک دن آپ مدرسہ میں چارپائی پر بیٹھے دھوپ میں زمین پر پاؤں رکھے کسی کتاب کا مطالعہ کررہے تھے ان دنوں علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ حضرت کی عدم موجودگی میں بخاری شریف پڑھاتے تھے۔اس دوران ان کی نظر اپنے استاد حضرت شیخ الہند پر پڑی۔جب درس دے چکے تو طلباء سے فرمایا کہ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں۔آپ یہ کہہ کر کہ میں ابھی آتا ہوں دارالحدیث سے باہر نکل کر سیدھے حضرت کے پاس آکر ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔اس کے بعد حضرت سے عرض کرنے لگے حضرت! آپ یہاں ہیں جب ہمیں ضرورت پڑتی ہے تو ہم آپ کی طرف رجوع کرلیتے ہیں۔اب آپ نے یہاں سے ہجرت کا ارادہ فرمالیا ہے۔اس طرح تو ہم بے سایہ ہوجائیں گے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے یہ الفاظ کہے اور رونا شروع کردیا حتی کہ انہوں نے بچوں کی طرح بلکنا شروع کردیا.... حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے بھی انہیں رونے دیا جب ان کے دل کی بھڑاس نکل گئی تو اس وقت شیخ الہند نے انہیں تسلی کی بات کہی اور فرمایا انور شاہ! ہم تھے تو آپ ہماری طرف رجوع کرتے تھے اور جب ہم چلے جائیں گے تو پھر لوگ علم حاصل کرنے کیلئے تمہاری طرف رجوع کیا کریں گے....

چنانچہ شاہ صاحب کو اس طرح کی تسلی کی باتیں کرکے واپس بھیج دیا.... جب شاہ صاحب

چلے گئے تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے اپنے دل میں خیال آیا کہ ان کو تو اپنے استاد کی دعاؤں کی اتنی قدر ہے اور آج میں اتنے بڑے کام کیلئے جارہا ہوں لیکن آج میرے سر پر تو استاد کا سایہ نہیں ہے جن کی دعائیں لیکر چلتا.... چنانچہ یہ سوچتے ہی انکو اپنے استاد حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا خیال آیا اور طبیعت میں رقت طاری ہوئی.... لہٰذا وہیں سے اٹھے اور سیدھے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے گھر گئے.... دروازے پر دستک دی اور ڈیوڑھی میں کھڑے ہو کر آواز دی.... اماں جی! میں محمود حسن ہوں.... اگر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے جوتے گھر میں پڑے ہیں تو وہ بھجوادیں چنانچہ اماں جی نے ان کے جوتے ان کے پاس بھیج دیئے.... حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے اپنے استاد کے جوتے اپنے سر پر رکھے اور اللہ رب العزت سے دعا کی.... اے اللہ! آج میرے استاد سر پر نہیں ہیں.... میں ان کے جوتے سر پر رکھے بیٹھا ہوں۔ اے اللہ اس نسبت کی وجہ سے تو میری حفاظت فرمالینا اور مجھے اپنے مقصد میں کامیاب فرمادینا۔ (عجیب وغریب واقعات)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا جذبہ خدمت

حضرت مولانا محمد جلیل صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے ایک مرتبہ اپنا چشم دید واقعہ بیان فرمایا کہ ''حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے یہاں ایک دفعہ بہت زیادہ مہمان آگئے تھے بیت الخلاء صرف ایک ہی تھا۔ لہٰذا دن بھر کی گندگی سے پُر ہوجاتا تھا لیکن مجھے تعجب تھا کہ روزانہ بیت الخلاء صبح صادق سے پہلے ہی صاف ہوجاتا تھا اور پانی سے دھلا ہوا پایا جاتا تھا''

چنانچہ ایک دن تمام رات اس راز کو معلوم کرنے کیلئے بیدار رہا اور اسے جھانکتا رہا جب رات کے دو بجے تو یہی حضرت شیخ الاسلام ٹوکرا لے کر پاخانہ میں داخل ہوئے اور پاخانہ بھر کر جنگل کا رخ کیا فوراً ہی میں نے جا کر راستہ روک لیا تو ارشاد فرمایا:۔

''دیکھئے کسی سے تذکرہ نہ کیجئے'' (انفاس قدسیہ ص ۲۳)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور تواضع

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا

محمد مغیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ سنا کہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے انگریزوں کے خلاف ہندوستان کی آزادی کے لیے ایسی تحریک چلائی جس نے پورے ہندوستان.... افغانستان اور ترکی سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا.... آپ کی شہرت پورے ہندوستان میں تھی.... چنانچہ اجمیر میں ایک عالم تھے.... مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ان کو خیال آیا کہ دیوبند جا کر حضرت شیخ الہند سے ملاقات اور ان کی زیارت کرنی چاہیے.... چنانچہ ریل گاڑی کے ذریعے دیوبند پہنچے اور وہاں ایک تانگے والے سے کہا کہ مجھے مولانا شیخ الہند سے ملاقات کے لیے جانا ہے.... اب ساری دنیا میں تو وہ شیخ الہند کے نام سے مشہور تھے.... مگر دیوبند میں ''بڑے مولوی صاحب'' کے نام سے مشہور تھے.... تانگے والے نے پوچھا کہ کیا بڑے مولوی صاحب کے پاس جانا چاہتے ہو انہوں نے کہا ہاں بڑے مولوی صاحب کے پاس جانا چاہتا ہوں.... چنانچہ تانگے والے نے حضرت شیخ الہند کے گھر کے دروازے پر اتار دیا.... گرمی کا زمانہ تھا جب انہوں نے دروازے پر دستک دی تو ایک آدمی بنیان اور لنگی پہنے ہوئے نکلا.... انہوں نے اس سے کہا کہ میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحب سے ملنے کے لیے اجمیر سے آیا ہوں' میرا نام معین الدین ہے.... انہوں نے کہا کہ حضرت تشریف لائیں' اندر بیٹھیں....

چنانچہ جب بیٹھ گئے تو پھر انہوں نے کہا کہ آپ حضرت مولانا کو اطلاع کر دیں کہ معین الدین اجمیری آپ سے ملنے آیا ہے.... انہوں نے کہا کہ حضرت آپ گرمی میں آئے ہیں تشریف رکھیں اور پھر پنکھا جھلنا شروع کر دیا.... جب کچھ دیر گزر گئی تو مولانا اجمیری صاحب نے پھر کہا کہ میں نے تم سے کہا کہ جا کر مولانا کو اطلاع کر دو کہ اجمیر سے کوئی ملنے کے لیے آیا ہے.... انہوں نے کہا اچھا.... ابھی اطلاع کرتا ہوں.... پھر اندر تشریف لے گئے اور کھانا لے آئے' مولانا نے پھر کہا کہ بھائی میں یہاں کھانا کھانے نہیں آیا۔ میں تو مولانا محمود الحسن صاحب سے ملنے آیا ہوں' مجھے ان سے ملاؤ۔ انہوں نے فرمایا' حضرت! آپ کھانا تناول فرمائیں' ابھی ان سے ملاقات ہو جاتی ہے چنانچہ کھانا کھلایا' پانی پلایا۔ یہاں تک کہ مولانا معین الدین صاحب ناراض ہونے لگے کہ میں تم سے بار بار کہہ رہا

ہوں مگر تم جا کر ان کو اطلاع نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کہ حضرت بات یہ ہے کہ یہاں شیخ الہند تو کوئی نہیں رہتا البتہ بندہ محمود اسی عاجز کا ہی نام ہے۔ تب جا کر مولانا معین الدین صاحب کو پتہ چلا کہ شیخ الہند کہلانے والے محمود الحسن صاحب یہ ہیں۔ جن سے میں اب تک ناراض ہو کر گفتگو کرتا رہا.... یہ تھا ہمارے بزرگوں کا البیلا رنگ.... اللہ تعالیٰ اس کا کچھ رنگ ہمیں بھی عطا فرما دے.... آمین۔ (اصلاحی خطبات جلد ۵ ص ۳۹)

اکابر دیوبند کا تقویٰ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ جو دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم ہیں.... جن کے ذریعہ دارالعلوم دیوبند کا آغاز ہوا' اللہ تعالیٰ نے ان کو علم میں تقویٰ میں' معرفت میں بہت اونچا مقام بخشا تھا.... جس زمانے میں آپ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث تھے اس وقت آپ کی تنخواہ ماہانہ دس روپے تھی.... پھر جب آپ کی عمر زیادہ ہو گئی اور تجربہ بھی زیادہ ہو گیا تو.... اس وقت دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے یہ طے کیا کہ حضرت والا کی تنخواہ بہت کم ہے.... جبکہ آپ کی عمر زیادہ ہو گئی ہے ضروریات بھی زیادہ ہیں' مشاغل بھی زیادہ ہیں.... اس لئے تنخواہ بڑھانی چاہئے چنانچہ مجلس شوریٰ نے یہ طے کیا کہ اب آپ کی تنخواہ دس روپے کی بجائے پندرہ روپے ماہانہ کر دی جائے.... جب تنخواہ تقسیم ہوئی تو حضرت والا نے دیکھا کہ اب دس روپے کے بجائے پندرہ روپے ملے ہیں.... حضرت والا نے پوچھا کہ یہ پندرہ روپے مجھے کیوں دیئے گئے.... لوگوں نے بتایا کہ مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کی تنخواہ دس روپے کی بجائے پندرہ روپے کر دی جائے.... آپ نے وہ تنخواہ لینے سے انکار کر دیا اور.... دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحب کے نام ایک درخواست لکھی کہ حضرت! آپ نے میری تنخواہ دس روپے کے بجائے پندرہ روپے کر دی ہے.... حالانکہ اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں.... پہلے تو میں نشاط کے ساتھ دو تین گھنٹے سبق پڑھا لیتا تھا اور اب تو میں کم پڑھاتا ہوں وقت کم دیتا ہوں.... لہٰذا میری تنخواہ میں اضافے کا کوئی جواز نہیں لہٰذا جو اضافہ آپ

حضرات نے کیا ہے.... یہ واپس لیا جائے اور میری تنخواہ اسی طرح دس روپے کردی جائے....

لوگوں نے آکر حضرت والا سے منت سماجت شروع کردی کہ.... حضرت! آپ تو اپنے تقوی اور ورع کی وجہ سے اضافہ واپس کررہے ہیں.... لیکن دوسرے لوگوں کیلئے یہ مشکل ہوجائے گی کہ آپ کی وجہ سے ان کی ترقیاں رک جائیں گی.... لہٰذا آپ اس کو منظور کرلیں.... مگر انہوں نے اپنے لئے اس کو گوارہ نہ کیا کیوں؟ اس لئے کہ ہر وقت یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ یہ دنیا تو چند روز کی ہے خدا جانے آج ختم ہوجائے.... یا کل ختم ہوجائے لیکن یہ پیسہ جو میرے پاس آرہا ہے.... کہیں یہ پیسہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوکر وہاں شرمندگی کا سبب نہ بن جائے۔

دارالعلوم دیوبند عام یونیورسٹی کی طرح نہیں تھا کہ.... استاد نے سبق پڑھا دیا اور طالب علم نے سبق پڑھ لیا بلکہ وہ ان اداؤں سے دارالعلوم دیوبند بنا ہے.... اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کی فکر سے بنا ہے اس ورع اور تقویٰ سے بنا ہے.... لہٰذا یہ اوقات جو ہم نے بیچ دیئے ہیں.... یہ امانت ہیں اس میں خیانت نہ ہونی چاہئے۔ (اصلاحی خطبات جلد۳ص ۱۸۵)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا کمال خدمت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں رمضان المبارک میں یہ معمول تھا کہ.... آپ کے یہاں عشاء کے بعد تراویح شروع ہوتی تو فجر تک ساری رات تراویح ہوتی تھی.... ہر تیسرے یا چوتھے روز قرآن شریف ختم ہوتا تھا.... ایک حافظ صاحب تراویح پڑھایا کرتے تھے.... اور حضرت والا پیچھے کھڑے ہوکر سنتے تھے' خود حافظ نہیں تھے.... تراویح سے فارغ ہونے کے بعد حافظ صاحب وہیں حضرت والا کے قریب تھوڑی دیر کے لیے سو جاتے تھے.... حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ کوئی آدمی میرے پاؤں دبا رہا ہے' میں سمجھا کہ کوئی شاگرد یا کوئی طالب علم ہوگا.... چنانچہ میں نے دیکھا نہیں کہ کون دبا رہا ہے.... کافی دیر گزرنے کے بعد میں نے جو مڑ کر دیکھا تو حضرت شیخ الہند محمود الحسن صاحب میرے پاؤں دبا رہے تھے' میں ایک دم سے اُٹھ گیا اور کہا کہ حضرت.... یہ آپ نے کیا غضب کردیا.... حضرت نے فرمایا کہ غضب کیا کرتا' تم ساری

رات تراویح میں کھڑے رہتے ہو.... میں نے سوچا کہ دبانے سے تمہارے پیروں کو آرام ملے گا....اس لیے دبانے کے لیے آ گیا۔ (اصلاحی خطبات جلد۵ ص۴۲)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا یادگار واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

ایک شخص نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب کے جواب میں ایک مقالہ لکھا اور اس مقالے میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا.... العیاذ باللہ.... حضرت والا کے ایک مخلص معتقد تھے.... انہوں نے اس کے جواب میں فارسی میں دو شعر کہے.... وہ اشعار ادبی اعتبار سے آج کل کے طنز کے مذاق کے لحاظ سے بہت اعلیٰ درجے کے اشعار تھے.... وہ اشعار یہ تھے:

مرا کافر گر گفتی غمے نیست   چراغ کذب را نبود فروغے

مسلمانت بخوانم در جوابش   دروغے را جزا باشد دروغے

یعنی مجھے اگر تم نے کافر کہا ہے تو مجھے کوئی غم نہیں ہے.... کیونکہ جھوٹ کا چراغ کبھی جلا نہیں کرتا.... تم نے مجھے کافر کہا.... میں اس کے جواب میں تمہیں مسلمان کہتا ہوں.... اس لیے کہ جھوٹ کا بدلہ جھوٹ ہی ہو سکتا ہے.... یعنی تم نے مجھے کافر کہہ کر جھوٹ بولا.... اس کے جواب میں میں تمہیں مسلمان کہہ کر جھوٹ بول رہا ہوں.... مطلب یہ ہے کہ درحقیقت تم مسلمان نہیں ہو، اگر یہ جواب کسی ادیب اور ذوق رکھنے والے شاعر کو سنایا جائے تو وہ اس پر خوب داد دے گا اور اس کو پسند کرے گا.... اس لیے کہ چبھتا ہوا جواب ہے اس لیے کہ دوسرے شعر کے پہلے مصرعے میں یہ کہہ دیا کہ میں تمہیں مسلمان کہتا ہوں لیکن دوسرے مصرعے نے اس بات کو بالکل اُلٹ دیا یعنی جھوٹ کا بدلہ تو جھوٹ ہی ہوتا ہے.... تم نے مجھے کافر کہہ کر جھوٹ بولا، میں تمہیں مسلمان کہہ کر جھوٹ بولتا ہوں.... بہرحال! یہ اشعار لکھ کر حضرت کے جو معتقد تھے وہ حضرت والا کی خدمت میں لائے.... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ اشعار سنے تو فرمایا کہ تم نے اشعار تو بہت غضب کے کہے اور بڑا چبھتا

ہوا جواب دے دیا لیکن میاں تم نے لپیٹ کر اس کو کافر کہہ تو دیا اور ہمارا یہ طریقہ نہیں ہے کہ دوسروں کو کافر کہیں.... چنانچہ وہ اشعار نہیں بھیجے۔

پھر حضرت والا نے خود ان اشعار کی اصلاح فرمائی اور ایک شعر کا اضافہ فرمایا۔ چنانچہ فرمایا کہ:

مرا کافر گر گفتی غمے نیست چراغ کذب را نبود فروغے

مسلمانت بخوانم در جوابش دھم شکر بجائے تلخ دوغے

اگر تو مؤمنی فبہا والا دروغے را جزا باشد دروغے

یعنی اگر تم نے مجھے کافر کہا ہے تو مجھے اس کا کوئی غم نہیں ہے اس لیے کہ جھوٹ کا چراغ جلا نہیں کرتا.... میں اس کے جواب میں تمہیں مسلمان کہتا ہوں اور کڑوی دوا کے مقابلے میں تمہیں شکر کھلاتا ہوں اگر تم مؤمن ہو تو بہت اچھا ہے.... اور اگر نہیں ہو تو پھر جھوٹ کی جزا جھوٹ ہی ہوتی ہے.... اب دیکھئے وہ مخالف جو آپ پر کفر کا فتویٰ لگا رہا ہے جہنمی ہونے کا فتویٰ لگا رہا ہے.... اس کے خلاف بھی طنز کا ایسا فقرہ کہنا بھی پسند نہیں فرمایا جو حدود سے نکلا ہوا تھا.... اس لیے کہ یہ طنز تو یہاں دنیا میں رہ جائے گا.... لیکن جو لفظ زبان سے نکل رہا ہے.... وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ریکارڈ ہو رہا ہے.... قیامت کے روز اس کے بارے میں جواب دینا ہوگا کہ فلاں کے حق میں یہ لفظ کس طرح استعمال کیا تھا؟ لہٰذا طنز کا یہ طریقہ جو حدود سے نکل جائے.... کسی طرح بھی پسندیدہ نہیں.... لہٰذا جب کسی سے کوئی بات کہنی ہو تو صاف اور سیدھی بات کہہ دینی چاہیے' لپیٹ کر بات نہیں کہنی چاہیے۔ (ارشادات اکابر)

قطبی پڑھ کر ایصال ثواب

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص اپنے کسی عزیز کے ایصال ثواب کرانے کے لئے آئے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ''قطبی'' (منطق کی درسی کتاب) کا سبق پڑھا رہے تھے، فرمایا کہ ''ہم یہ قطبی کا سبق پڑھ کر تمہارے عزیز کے لئے ایصال ثواب کر دیں گے۔'' انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ ''حضرت! قطبی پڑھ کر ایصال ثواب؟ ایصال ثواب تو قرآن کریم یا بخاری شریف وغیرہ پڑھ کر ہوتا

ہے۔" حضرت نے جواب میں فرمایا کہ "ہمارے نزدیک قطبی میں اور بخاری میں کوئی فرق نہیں، اس لئے کہ بخاری شریف پڑھنے سے جو مقصود ہے، قطبی پڑھنے سے بھی وہی مقصود ہے۔ (یعنی اللہ کی رضا) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ جو ثواب بخاری شریف پڑھنے سے ملتا ہے، وہی ثواب قطبی پر بھی عطا فرمائیں گے، اگر نیت درست ہو۔" (دین و دانش جلد ۲)

شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کا جذبہ اتباع سنت

حدیث پاک میں سرکہ کے متعلق آیا ہے کہ: بہترین سالن ہے.... حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں جب بھی دسترخوان پر سرکہ ہوتا تو سب چیزوں سے زیادہ اس کی طرف رغبت فرماتے اور کبھی گھونٹ بھی بھر لیتے.... ایک مرتبہ بدن پر پھنسیاں وغیرہ نکل آئیں، اطباء نے سرکہ کو منع کر دیا.... پھر بھی حضرت سرکہ نوش فرما ہی لیتے.... حضرت نے اپنی چاروں صاحبزادیوں کی شادی اپنے استاد حضرت نانوتویؒ کے طرز پر ایسی ہی سادگی اور اتباع سنت سے کی جو حضرت جیسے محدثِ اعظم اور عاشقِ سنت کے شایانِ شان تھی.... کبھی جامع مسجد میں نماز کے بعد اعلان کر کے داماد کو بٹھا کر نکاح پڑھ دیا، کبھی مدرسہ میں علماء اور طلباء میں بطریق مسنون عقد کر دیا اور معمولی کپڑے پہنا کر ڈولی میں بٹھا کر رخصت کر دیا.... (حیات شیخ الہند)

شیخ الہند رحمہ اللہ کا مالٹا کی جیل میں سنت کا اہتمام

مالٹا کی حراست کے زمانے میں اگرچہ مسافر پر قربانی نہیں اور قیدی پر تو ذبح کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی مگر حضرت کا معمول ہندوستان میں کئی کئی قربانیاں کرنے کا تھا.... یہ جذبہ حضرت کو پیش آیا اور محافظانِ جیل کو اطلاع کی کہ ہمیں قربانی کی اجازت دی جائے اور جانور مہیا کیا جائے.... دل کی نکلی ہوئی بات اثر کئے بغیر نہیں رہتی.... محافظوں پر اثر ہوا اور ایک دنبہ سات گنا میں خرید کر دیا جس کی قیمت حضرت نے بہت طیب خاطر سے ادا کی اور اس دارالکفر جہاں زوال سلطنت اسلامیہ کے بعد کبھی اس سنت ابراہیمؑ کے ادا ہونے کی نوبت نہ آئی ہوگی.... دسویں ذی الحجہ کو بلند آواز سے تکبیر کہہ کر قربانی کر کے واضح کر دیا کہ علوم ہمت ہو تو زنداں میں مستحبات بھی ادا ہو سکتے ہیں.... (حیات شیخ الہند ۱۱۸)

خدمت خلق کا لطیف انداز

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے دارالعلوم دیوبند میں ایک استاد تھے.... حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ''حضرت میاں صاحب'' کے نام سے مشہور تھے..... بڑے عجیب وغریب بزرگ تھے.... ان کی باتیں سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے....

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ان کی خدمت میں گیا ....تو انہوں نے فرمایا کہ کھانے کا وقت ہے.... آؤ کھانا کھالو میں ان کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ گیا.... جب کھانے سے فارغ ہوئے تو میں نے دستر خوان کو لپیٹنا شروع کیا.... تاکہ میں جاکر دستر خوان جھاڑ دوں.... تو حضرت میاں صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: کیا کر رہے ہو؟

میں نے کہا کہ حضرت دستر خوان جھاڑنے جا رہا ہوں.... حضرت میاں صاحب نے پوچھا کہ دستر خوان جھاڑنا آتا ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت.... دستر خوان جھاڑنا کونسا فن یا علم ہے.... جس کے لئے با قاعدہ تعلیم کی ضرورت ہو.... باہر جا کر جھاڑ دوں گا.... حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے تو میں نے تم سے پوچھا تھا کہ دستر خوان جھاڑنا آتا ہے یا نہیں؟

معلوم ہوا کہ تمہیں دستر خوان جھاڑنا نہیں آتا.... میں نے کہا پھر آپ سکھادیں.... فرمایا کہ ہاں دستر خوان جھاڑنا بھی ایک فن ہے.... پھر آپ نے اس دستر خوان کو دوبارہ کھولا اور اس دستر خوان پر جو بوٹیاں یا بوٹیوں کے ذرات تھے.... ان کو ایک طرف کیا.... اور ہڈیوں کو جن پر کچھ گوشت وغیرہ لگا ہوا تھا.... ان کو ایک طرف کیا.... اور روٹی کے ٹکڑوں کو ایک طرف کیا.... اور روٹی کے جو چھوٹے چھوٹے ذرات تھے.... ان کو ایک طرف جمع کیا.... پھر مجھ سے فرمایا کہ دیکھو.... یہ چار چیزیں ہیں اور میرے یہاں ان چاروں چیزوں کی علیحدہ علیحدہ جگہ مقرر ہے....

یہ جو بوٹیاں ہیں ان کی فلاں جگہ ہے.... بلی کو معلوم ہے کہ کھانے کے بعد اس جگہ بوٹیاں رکھی جاتی ہیں.... وہ آکر ان کو کھالیتی ہے.... اور ان ہڈیوں کے لئے فلاں جگہ مقرر ہے.... محلے کے کتوں کو وہ جگہ معلوم ہے.... وہ آکر ان کو کھالیتے ہیں.... اور یہ جو روٹیوں کے ٹکڑے ہیں ان کو میں اس دیوار پر رکھتا ہوں.... یہاں پرندے.... چیل.... کوے آتے ہیں.... اور وہ ان کو اٹھا

کر کھالیتے ہیں....اور یہ جو روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرات ہیں....تو میرے گھر میں چونٹیوں کا بل ہے....ان کو اس بل کے پاس رکھ دیتا ہوں....وہ چونٹیاں اس کو کھالیتی ہیں....

پھر فرمایا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا رزق ہے....اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں جانا چاہئے....
حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس دن ہمیں معلوم ہوا کہ دستر خوان جھاڑنا بھی ایک فن ہے اور اس کو بھی سیکھنے کی ضرورت ہے....(اصلاحی خطبات ج ۵)

شیخ الہند رحمہ اللہ کا جذبہ خدمت

مولانا محمود صاحب رام پوری فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اور ایک ہندو تحصیل دیوبند میں کسی کام کو گئے، میں حضرت شیخ الہند کے یہاں مہمان ہوا اور وہ ہندو بھی اپنے بھائیوں کے گھر کھانا کھا کر میرے پاس آگیا کہ میں بھی یہاں ہی رہوں گا، اس کو ایک چار پائی دیدی گئی۔ جب سب سو گئے تو رات کو میں نے دیکھا کہ مولانا زنانہ سے تشریف لائے میں لیٹا رہا اور یہ سمجھتا تھا کہ اگر کوئی مشقت کا کام کریں گے تو میں امداد کروں گا ورنہ خواہ مخواہ اپنے جاگنے کا اظہار کر کے کیوں پریشان کروں میں نے دیکھا کہ مولانا اس ہندو کی طرف بڑھے اور اس کی چار پائی پر بیٹھ کر اس کے پاؤں دبانے شروع کئے۔ وہ خراٹے لے کر خوب سوتا رہا۔ مولانا محمود صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں اٹھا اور عرض کیا کہ حضرت! آپ تکلیف نہ کریں، میں دباؤں گا۔ مولانا نے فرمایا کہ تم جا کر سوؤ، یہ میرا مہمان ہے، میں ہی اس خدمت کو انجام دوں گا۔ مجبوراً میں چپ رہ گیا اور مولاناؒ اس ہندو کے پاؤں دباتے رہے۔

ہائے ایسی ہستیاں اب کہاں؟ آج تو حالت یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا گلا کاٹنے کو دوڑتا ہے، ایک عالم دوسرے عالم کی ٹانگ کھینچنے کی فکر میں ہے۔ غیر مسلموں کی خدمت کا تو تصور بھی محال ہے۔ (خدمت خلق ایک عظیم عبادت)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا سبق آموز واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔
حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے وقت کو تول

تول کر خرچ کرتا ہوں تا کہ کوئی لمحہ بیکار نہ جائے یا دین کے کام میں گزرے یا دنیا کے کام میں گزرے اور دنیا کے کام میں بھی اگر نیت صحیح ہو تو وہ بھی بالآخر دین ہی کا کام بن جاتا ہے اور ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ یہ بات تو ہے ذرا شرم کی سی.... لیکن تمہیں سمجھانے کے لیے کہتا ہوں کہ جب انسان بیت الخلاء میں بیٹھا ہوتا ہے تو وہ وقت ایسا ہے کہ اس میں نہ تو انسان ذکر کرسکتا ہے.... اس لیے کہ ذکر کرنا منع ہے اور نہ ہی کوئی اور کام کرسکتا ہے اور میری طبیعت ایسی بن گئی ہے کہ جو وقت وہاں بیکاری میں گزرتا ہے وہ بہت بھاری ہوتا ہے کہ اس میں کوئی کام نہیں ہو رہا ہے اس لیے اس وقت کے اندر میں بیت الخلاء کے لوٹے کو دھو لیتا ہوں تا کہ یہ وقت بھی کسی کام میں لگ جائے اور تا کہ جب دوسرا آدمی آ کر اس لوٹے کو استعمال کرے تو اس کو گندا اور برا معلوم نہ ہو اور فرمایا کرتے تھے کہ پہلے سے سوچ لیتا ہوں کہ فلاں وقت میں مجھے پانچ منٹ ملیں گے....

اس پانچ منٹ میں کیا کام کرنا ہے؟ یا کھانا کھانے کے فوراً بعد پڑھنا لکھنا مناسب نہیں ہے بلکہ دس منٹ کا وقفہ ہونا چاہیے تو میں پہلے سے سوچ کر رکھتا ہوں کہ کھانے کے بعد دس منٹ فلاں کام میں صرف کرنے ہیں.... چنانچہ اس وقت وہ کام کر لیتا ہوں جن حضرات نے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ہے.... انہوں نے دیکھا ہوگا کہ آپ کار کے اندر سفر بھی کر رہے ہیں اور قلم بھی چل رہا ہے اور بلکہ میں نے تو ان کو رکشہ کے اندر دوران سفر بھی لکھتے ہوئے دیکھا ہے.... جس میں جھٹکے بھی بہت لگتے ہیں .... اور ایک جملہ بڑے کام کا ارشاد فرمایا کرتے تھے جو سب سے زیادہ یاد رکھنے کا ہے فرماتے تھے کہ دیکھو جس کام کو فرصت کے انتظار میں رکھا وہ ٹل گیا.... وہ کام پھر نہیں ہوگا .... کام کرنے کا راستہ یہ ہے کہ دو کاموں کے درمیان تیسرے کام کو زبردستی اس کے اندر داخل کر دو تو وہ کام ہو جائے گا۔ (اصلاحی خطبات جلد ۴ ص ۱۹۵)

شیخ الہند رحمہ اللہ کا سبق آموز واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ نے ایک واقعہ سنایا تھا کہ.... ہمارے ایک بڑے

بزرگ دارالعلوم دیوبند کے نامی گرامی استاذ حضرت مولانا محمد سہول عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے .... یہ حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے ....علم وادب میں بہت آگے تھے ....

دارالعلوم دیوبند میں پڑھایا کرتے تھے پڑھاتے پڑھاتے خیال آیا کہ ہم مدرسے میں پڑھا کر تنخواہ لیتے ہیں .... یہ تو مزدوری ہوئی' دین کی خدمت نہ ہوئی دین کی خدمت تو وہ ہے جو بغیر تنخواہ کے کی جائے ہم جو تنخواہ لے کر پڑھاتے ہیں .... معلوم نہیں اس کا اجر بھی ملے گا یا نہیں؟

اس واسطے اپنے لئے کوئی ایسا ذریعہ معاش تلاش کریں کہ .... اپنا گزارہ اسی میں ہو جائے اور فارغ وقت میں اللہ کے دین کی خدمت بغیر معاوضہ کے کریں .... مثلاً کہیں وعظ کر دیا .... کہیں تقریر کر دی .... کبھی فتویٰ لکھ دیا چنانچہ اسی دوران ایک سرکاری تعلیم گاہ سے ایک پیش کش آگئی کہ آپ ہمارے یہاں آکر پڑھائیں .... اتنی تنخواہ آپ کو دی جائے گی (یہ آپ جانتے ہیں کہ سرکاری اداروں کے اندر استاد کا کام بڑا ہلکا ہوتا ہے .... سارے دن میں گھنٹہ دو گھنٹہ پڑھانے کے ہوتے ہیں .... اور پڑھانے میں بھی ایسا مواد نہیں ہوتا کہ اس کے مطالعہ میں کوئی مشکل پیدا ہو .... یہ تو دینی مدارس ہی ہیں کہ مولوی پانچ گھنٹے پڑھاتا ہے اور پانچ گھنٹے پڑھانے کیلئے دس گھنٹے مطالعہ کرتا ہے .... کولہو کے بیل کی طرح کام کرتا ہے' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں یہ کولہو کا بیل نہیں پایا جاتا) .... بہرحال مولانا نے سوچا کہ دین کی خدمت کرنے کا یہ اچھا موقع ہے .... وہاں دو گھنٹے پڑھاؤں گا .... باقی وقت بغیر اجرت و معاوضہ کے دین کی خدمت انجام دوں گا .... اسی جذبے کے تحت حضرت شیخ الہند سے عرض کیا کہ حضرت مجھے یہ پیش کش آئی ہے اور اس غرض سے جانا چاہتا ہوں ....

حضرت شیخ الہند نے فرمایا کہ اچھا بھئی تمہارے دل کے اندر داعیہ ہے تو جا کے دیکھ لو .... حضرت نے سوچا کہ ان کے دل میں داعیہ قوی ہے .... اور اس

وقت روکنا مناسب نہیں' اس لئے اجازت دے دی اور وہ چلے گئے.... چھ مہینے گزر گئے چھ مہینے کے بعد چھٹیوں میں دیو بند آئے....تو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی ہی ملاقات میں پوچھا کہ مولانا سہول صاحب!....

آپ اس خیال سے گئے تھے کہ سرکاری مدرسہ میں پڑھانے کے اوقات کے علاوہ دین کی خدمت انجام دیں گے.... یہ بتاؤ کہ اس عرصہ میں کتنی تصانیف لکھیں؟ کتنے فتوے لکھے؟ اور کتنے وعظ کہے....اس کا حساب تو دے دو' تو مولانا رو پڑے اور فرمایا کہ حضرت یہ شیطانی دھوکہ تھا....اس لئے کہ دارالعلوم میں رہ کر اللہ تعالیٰ خدمت دین کی جو توفیق عطا فرماتے تھے....وہاں جا کر اس کی آدھی بھی توفیق نہیں رہی حالانکہ فارغ وقت کئی گنا زیادہ تھا۔

یہ واقعہ سنانے کے بعد میرے والد قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ....اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مدارس کی فضا میں ایک خاص برکت اور نور رکھا ہے....اور اس میں رہ کر اللہ تبارک وتعالیٰ خدمت دین کی یہ توفیق عطا فرما دیتے ہیں....بس اللہ تعالیٰ اخلاص عطا فرمائے اور یہ تنخواہ جو مل رہی ہے یہ تنخواہ نہیں ہے....یہ درحقیقت نفقہ اور خرچہ ہے اور اس نفقہ پر رہتے ہوئے کام کرو تو....اللہ تبارک وتعالیٰ خدمت دین کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ (اصلاحی خطبات جلد ۷ ص ۹۷)

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اتباع سنت

ایک مرتبہ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ تھانہ بھون سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں دعوت میں تشریف لے جا رہے تھے اور اہلیہ محترمہ ساتھ تھیں جنگل کا پیدل سفر تھا۔ کوئی اور شخص بھی ساتھ نہیں تھا۔ جب جنگل کے درمیان پہنچے تو خیال آیا کہ الحمدللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق ہوگئی ہے لیکن اہلیہ کے ساتھ دوڑ لگانے کی سنت پر ابھی تک عمل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ آج موقع ہے کہ اس سنت پر بھی عمل ہو جائے۔

چنانچہ اس وقت آپ نے دوڑ لگا کر اس سنت پر بھی عمل کر لیا.... اب ظاہر ہے کہ دوڑ لگانے کا کوئی شوق نہیں تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کے لیے دوڑ لگائی یہ ہے اتباع سنت کی حرص، نیک کاموں کی حرص، اجر وثواب حاصل کرنے کی حرص.... (ارشادات اکابر)

اکابر کا احترام

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ جب کانپور سے تعلق چھوڑ کر وطن واپس آئے تو اُن کے ذمہ ڈیڑھ سو روپیہ کے قریب قرضہ تھا۔ حضرت تھانویؒ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ: ''حضرت! دعا فرما دیں کہ قرض اُتر جائے'' حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا: اگر ارادہ ہو تو (دارالعلوم) دیوبند ایک مدرس کی جگہ خالی ہے'

میں وہاں لکھ دوں'' حضرت تھانویؒ نے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ جب کانپور سے تعلق چھوڑو تو پھر کسی جگہ ملازمت کا تعلق نہ کرنا لیکن اگر آپ فرمادیں تو میں کرلوں گا اور یوں خیال کرلوں گا کہ یہ بھی حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحبؒ کا ہی حکم ہے۔ گویا ایک ہی ذات کے دو حکم ہیں۔ مقدم منسوخ ہے اور مؤخر ناسخ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا: نہیں، نہیں جب حضرت (حاجی صاحبؒ) نے ایسا فرمادیا ہے تو ہرگز اس کے خلاف نہ کریں باقی میں دعا کرتا ہوں۔ (الکلام الحسن ج ۱ ص ۱۰۶)

اکابر سے متعلق صدیوں پہلے پیشینگوئی کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی مدظلہ (استاذ الکبیر جامعہ اشرفیہ لاہور) لکھتے ہیں:

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، ڈھاکہ و سابقہ مشرقی پاکستان تشریف لے گئے وہاں اپنے میزبان سے معلوم ہوا کہ بنارس میں ایک کتاب سنسکرت زبان میں ہے جس کی بے شمار جلدیں ہیں.... اس کتاب کی ایک جلد یہاں ڈھاکہ میں اس خاندان کے ایک فرد کے پاس موجود ہے اس جلد میں ممتاز دینی شخصیتوں کے حالات اور واقعات درج ہیں.... اگر آپ دیکھنا چاہیں تو چل کر دیکھ لیں.... حضرت قاری صاحب نے احقر کے نام اپنے ایک گرامی نامہ کے اندر اس کی تفصیل یوں تحریر فرمائی ہے جو قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش خدمت ہے۔

وکیل احمد شیروانی غفرلہ خادم مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان

السلام علیکم واقعہ یہ ہے کہ تقریباً ۳۵ سال قبل میں ڈھاکہ گیا تھا.... قیام حکیم حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم کے یہاں ہوا جو اصل سے لکھنو کے باشندے تھے.... باپ کے زمانہ سے ڈھاکہ میں آباد ہوگئے تھے.... نہایت ذکی اور ذہین تھے.... انہوں نے اتفاقی طور پر ذکر کیا کہ بنارس کے رہنے والے ایک صاحب یہاں ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک کتاب جو سنسکرت میں لکھی ہوئی ہے اس کی بارہ جلدیں تو بنارس میں ہیں اور باقی جلدیں (شاید دس بیس یا کم وبیش ہوں صحیح یاد نہیں رہا) ہردوار میں ہیں.... صرف ایک جلد کی نقل ان صاحب کے پاس ہے جو ہندوستان سے متعلق ہے

ان جلدوں میں ممتاز شخصیتوں کے حالات و واقعات درج ہیں.... میں نے حکیم صاحب سے عرض کیا کہ اس شخص سے تو ہمیں بھی ملاؤ شاید کچھ واقعات کا علم ہو.... اس سے ملاقات کا وقت لے لیجئے چنانچہ وقت مقررہ پر ان سے ملاقات ہوئی وہ صاحب نوجوان اور خوش رو تھے.... بات چیت شروع ہوئی ان صاحب نے حکیم صاحب کے بیان کی تصدیق کی اور کہا کہ وہ کتاب میرے پاس موجود ہے۔ میں نے کہا کہ اگر ہندوستان کی شخصیتوں کے حالات دریافت کروں تو آپ بتلائیں گے؟ انہوں نے کہا ضرور مگر شرط یہ ہے کہ جن صاحب کے بارے میں معلوم کرنا ہو تو ان کا سن ولادت آپ بتلائیں میں نے کہا بہت اچھا....

کتاب سنسکرت میں حکیم الامت تھانویؒ کا ذکر

اس کے بعد میں نے کہا کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے بارے میں بتلایئے اور ان کا سن ولادت میں نے بتلا دیا اور اس نے فوراً کتاب کھولی اور بیان کرنا شروع کیا یعنی اس میں پڑھ پڑھ کر سنایا کہ: ''ہندوستان کی ایک یگانہ روزگار شخصیت ہوگی علم بہت وسیع ہوگا.... شہرت کافی ہوگی.... ایسا شخص صدیوں میں پیدا ہوتا ہے.... اس سے ہزاروں آدمی مستفید ہونگے وطن تھانہ بھون ہوگا ان کے ایک بھائی ہونگے جو ذہانت اور ذکاوت میں اوروں سے کم نہیں ہونگے مگر علمی لائن کے آدمی نہیں ہونگے۔ نہ شہرت یافتہ ہونگے مولانا کے اولاد نہ ہوگی.... مگر روحانی اولاد بہت کثیر ہوگی اور سب دیندار لوگ ہونگے.... متقی ہونگے''

غرض حضرت تھانویؒ کی بڑی عظمت بیان کی میں نے دل میں خیال کیا کہ حضرت تھانوی کی شخصیت معروف مشہور ہے ممکن ہے اس کی شہرت پر سنی سنائی باتیں نقل کر دی ہوں تو میں نے حضرت کے کچھ خانگی حالات پوچھے تو اس نے وہ بھی من وعن بیان کئے جو عام لوگوں کے علم میں نہیں آسکتے تھے .... تو پھر میں نے پوچھا کہ ان کے خلفاء میں سے کسی کا حال بیان کیجئے اس نے کہا ان کی ولادت کا سن بتایئے۔

حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادی رحمہ اللہ

میں نے حضرت کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادیؒ کے متعلق پوچھا اور ان کا

سن ولادت بتایا تو اسنے کہا کہ: "یہ حضرت کے خلفاء میں ممتاز شخصیت ہیں ان کی عمر اتنی ہے حال ایسا ہے.... (اور وہ صحیح کہا حتی کہ اس نے کہا کہ) وہ اپنی جائداد وقف علی الاولاد کریں گے"

حالانکہ یہ واقعہ ایسا تھا کہ صرف میرے ہی علم میں تھا۔ مولانا الہ آبادی دیوبند تشریف لائے اور وقف علی الاولاد کے بارے میں مسودات ساتھ لائے تھے اور مجھے فرمایا کہ میں نے اس کا ذکر کسی سے نہیں کیا صرف تجھ سے کیا ہے اس کا افشاء نہ کیا جائے مگر اس شخص نے کتاب سے پورا پورا واقعہ جو مجھ پر پیش آیا تھا سب بیان کر دیا۔

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے خلفاء کرام کا ذکر

پھر اس کے بعد میں نے پوچھا کہ ان کے خلفاء کتنے ہیں؟ تو اس نے پوری فہرست سنا دی۔ حالانکہ اس وقت بعض خلفاء کو اجازت بیعت ہوئی تھی۔ ان کے بعد پھر دوسروں کو ہوئی مگر اس نے ان کے نام بھی بتائے۔

حکیم الاسلام قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کا ذکر

اس فہرست میں میرا نام بھی آیا اس نے کہا کہ: "ان کے ایک خلیفہ طیوب (طیب) ہیں جو دیابان (دیوبند) کے رہنے والے ہیں" حالانکہ میں نے اس سے اپنا تعارف بھی نہیں کرایا تھا نہ میزبان نے کرایا اور نہ وہ مجھ سے واقف تھا.... میں نے سن ولادت بتایا اور پوچھا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ اس نے کہا: "بڑے عالم ہیں ان کی شہرت بہت ہونے والی ہے؟ اور سفر کثرت سے کریں گے حتی کہ بیرون ہند کے سفر بھی بہت کریں گے...."

اس وقت تک میں نے صرف افغانستان کا سفر کیا تھا.... دوسرے ممالک کا جن میں ایشیاء یورپ مڈل ایسٹ اور افریقہ وغیرہ شامل ہیں ابھی تک سفر نہیں ہوا تھا.... مگر اس نے ساری تفصیل بتلا دی پھر کہا کہ وہ تین بھائی ہیں.... ایک نوعمری میں انتقال کر جائے گا.... دو بھائی زندہ رہیں گے ان کی دو بہنیں ہونگی ایک نوعمری میں گزر جائے گی دوسری زندہ رہے گی اور وہ صاحب اولاد ہوگی ان کے والد کی دو شادیاں ہونگی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوگی یہ سب اولاد دوسری بیوی سے ہوگی"۔

اب یہ سارے واقعات خانگی تھے.... جن کا علم میرے سوا شاید آج تک بھی کسی کو نہیں

معلوم.... پھراس نے میری شادی کا ذکر کیا اور رامپور (سسرال) کا قصہ بیان کیا کہ بیوی وہاں کی رہنے والی ہوگی اور اپنے گھر کی رئیسہ ہوگی پھر میں نے مزید احتیاط کے طور پر کہا کہ ایک شخص مولوی وصی الدین ہیں (جو اس وقت سفر میں میرے ساتھ تھے اور دارالعلوم دیوبند کے طالب علم تھے) میں نے ان کے بارے میں پوچھا....اوران کا سن ولادت بتایا اس نے مولوی وصی الدین کے خانگی حالات سنائے جو صرف مولوی صاحب ہی کے علم میں تھے اور وہ بھی حیران رہ گئے....

حکیم الامت سے اس واقعہ کا ذکر اور حضرت کا ارشاد

اس سفر سے واپسی کے بعد تھانہ بھون حاضر ہو کر سارا واقعہ حضرت تھانوی کو سنایا حضرت نے فرمایا کہ: ''اس واقعہ کی تغلیط کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی یہ سارے واقعات کتاب میں درج ہوں....اور ممکن ہے کہ انبیاء سابقین پر منکشف ہوئے ہوں اور وہ لکھ لیے گئے ہوں.... جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں اور فرمایا: ھٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَھٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ .... دائیں ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ اس میں ان تمام اس بنی آدم کے نام اور حالات لکھے ہوئے ہیں جو جنتی ہونے والے ہیں اور بائیں ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ اس میں ان تمام لوگوں کے اسماء اور احوال لکھے ہوئے ہیں جو جہنمی ہونے والے ہیں اور پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر ارشاد فرمایا تو دونوں کتابیں غائب تھیں۔

میں کہتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام میں ایک کتاب برآمد ہوئی جس میں خاص قواعد کے ذریعہ دنیا کے ماضی اور مستقبل کے بارے میں واقعات کا استخراج کیا جاسکتا تھا ..لوگوں میں اس کتاب کا چرچا ہوا اور وہ فتنہ کی صورت اختیار کر گیا...تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کا سفر کیا اور اس کتاب پر قبضہ کیا اور گیارہ قبریں کھودنے کا حکم دیا...جب قبریں تیار ہوگئیں تو ایک دن شب میں کسی وقت پہنچ کر اس کتاب کو ایک قبر میں دفن کر کے گیارہ کی گیارہ قبروں کو اوپر سے برابر کرا دیا جس سے یہ فتنہ ختم ہوگیا وہ واقعہ جس کے بارے میں آپ نے تصحیح چاہی.... فقط

محمد طیب رئیس عمومی دارالعلوم دیوبند وارد حال لاہور ۱۲

جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ

نیز حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور نے بھی ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بھی اس کتاب کو دیکھا تھا اور فرمایا تھا کہ اس کتاب میں حضرت تھانوی کی وفات کی تاریخ اور دن بھی درج تھا....

ایک دفعہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ نے اپنی مجلس میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ: ''جب مولانا طیب صاحب اس واقعہ کا بیان کرتے کرتے اس جملہ پر پہنچے کہ: ''ایسا رشی صدیوں میں پیدا ہوتا ہے'' تو اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے فوراً دیوار سے ہٹ کر فرمایا: ''میری ہی کیا خصوصیت ہے جو بھی آتا ہے اس کی نظیر صدیوں میں آتی ہے'' حضرتؒ کے اس ارشاد سے تواضع، انکساریت: اور فنائیت اتم درجے میں ظاہر ہوتی ہے'' (بحوالہ دینی دسترخوان)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا حلم وعفو

حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا ایک مرتبہ ایک قصاب کی درخواست پر میں جونپور گیا۔ انہیں کے مکان پر مہمان ہوا۔ وہاں میرے پاس ایک خط نظم میں پہنچا جس میں چار چیزیں میرے متعلق لکھی تھیں:

اول یہ کہ	تم جاہل ہو
دوسرے یہ کہ	تم جولاہے ہو
تیسرے یہ کہ	تم کافر ہو
چوتھے یہ کہ وعظ کرنے بیٹھو تو	پگڑی سنبھال کر بیٹھنا

میں نے کسی سے اس خط کا تذکرہ نہ کیا۔ اگلے روز جب وعظ کا وقت آیا تو منبر پر بیٹھ کر میں نے لوگوں سے کہا صاحبو! وعظ سے پہلے مجھے آپ سے ایک مشورہ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ مجھے یہ خط ملا ہے اس میں چار چیزیں ہیں۔ پہلے جزو کے متعلق تو مجھے اس لئے کچھ کہنا نہیں ہے کہ یہ صاحب مجھے جاہل لکھتے ہیں اور میں خود اپنے اجہل ہونے کا معترف ہوں۔ اسی طرح دوسرے جزو کے متعلق بھی کچھ کہنا نہیں ہے کیونکہ اول تو جولاہا (کپڑا تیار کرنے والا) ہونا کوئی عیب نہیں اور اگر کسی درجہ میں ہو بھی تو وہ غیر اختیاری امر ہے جیسے کوئی اندھا یا کانا ہو

تو مآل اس کا بھی یہی ہے کہ یہ کوئی قابل بحث بات نہیں۔

دوسرے یہ کہ میں یہاں کوئی شادی کرنے تو نہیں آیا کہ میں نسب کی تحقیق کراؤں۔ تیسرے یہ کہ اگر کسی کو بلا وجہ میرے نسب ہی کی تحقیق کرنا ہو تو میں اپنی زبان سے کیا کہوں میرے وطن کا پتہ اور وہاں کے عمائد کے نام دریافت کر کے ان سے تحقیق کر لیں کہ میں جولاہا ہوں یا کون؟ اسی طرح تیسرے جزو کے متعلق بھی مجھے مشورہ کرنا نہیں ہے کیونکہ پچھلی حالت کے متعلق مجھے بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ میں کافر تھا یا مسلمان میں اس وقت سب کے سامنے کلمہ پڑھتا ہوں "**اشهد ان لا اله الا الله محمد رسول الله**"۔اب تو میں مسلمان ہو گیا اور جب تک ایمان کے خلاف کوئی بات مجھ سے ظاہر نہ ہو اس وقت تک مسلمان ہی کہا جائے گا۔ البتہ چوتھے جزو کے متعلق مجھے آپ حضرات سے مشورہ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ وعظ میں میرا معمول ہمیشہ سے یہ ہے کہ بالقصد اختلافی مسائل بیان نہیں کرتا۔ بلکہ حتی الامکان ان سے بچتا ہوں لیکن اگر دوران تقریر میں کہیں آ جاتے ہیں تو پھر رکتا بھی نہیں۔ البتہ عنوان نرم اور ایسے الفاظ کا اہتمام کرتا ہوں کہ دل آزار نہ ہوں۔ اب اگر وعظ کہوں گا تو اسی آزادی کے ساتھ کہوں گا اس کا نتیجہ پھر جو کچھ بھی ہو اس لئے مشورہ طلب یہ امر ہے کہ وعظ گوئی کوئی میرا پیشہ تو ہے نہیں اور مجھے شوق بھی نہیں۔ لوگوں کی درخواست پر کہہ دیتا ہوں۔ اب اگر آپ سب حضرات درخواست کریں اور مشورہ دیں تو میں کہوں ورنہ چھوڑ دوں۔

پھر فرمایا آپ کو مشورہ میں مدد دینے کے لئے میں خود اپنی رائے بھی ظاہر کئے دیتا ہوں وہ یہ کہ وعظ تو ہونے دیا جاوے اور غالباً وہ صاحب بھی اس مجمع میں موجود ہوں گے جن کا یہ خط ہے۔ تو وہ جس جگہ کوئی ناگوار بات محسوس کریں اسی وقت مجھے روک دیں۔ میں اسی وقت وعظ بند کر دوں گا۔ یا اگر اس میں ان کو کچھ حجاب مانع ہو تو میں آج بعد ظہر مچھلی شہر چلا جاؤں گا۔ میرے جانے کے بعد میرے وعظ کی خوب تردید کر دیں یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا اور لوگوں سے کہا کہ اپنی رائے بیان کریں۔ چاروں طرف سے آوازیں آئیں کہ آپ ضرور وعظ کہیں اور آزادی سے کہیں۔

میں نے وعظ کہا اور حسب عادت ترغیب و ترہیب اور اصول شرعیہ بیان کئے پھر ضمناً

بعض فروع کی بحث آئی تو اتفاقاً اس میں بدعات اور رسوم کا بھی ذکر آ گیا تو خوب کھل کر بیان کیا۔ تمام مجمع محوِ حیرت تھا ختمِ وعظ کے بعد جونپور کے ایک مشہور مولوی صاحب نے اتنا کہا کہ مولانا ان چیزوں کی تو حاجت نہ تھی۔ میں نے نہایت بے تکلفی کے ساتھ کہا کہ مجھے اس کی خبر نہ تھی میں نے تو حاجت سمجھ کر بیان کیا اگر آپ مجھے وقت پر متنبہ فرما دیتے تو میں نہ بیان کرتا۔ اب تو بیان ہو چکا اب اس کا کوئی اور تدارک بجز اس کے نہیں کہ آپ دوسرے وقت اس کی تردید فرما دیں اور اسی مجلس میں اعلان فرما دیں کہ فلاں وقت اس وعظ کی تردید کی جائے گی میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس پر کچھ نہ بولوں گا۔

مولانا عبدالاول صاحب جو جونپور کے فضلاء میں سے تھے وہ کھڑے ہوئے اور مولوی صاحب کو ملامت کی کہ آپ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں اور پھر اعلان کے ساتھ فرمایا کہ صاحبو! آپ سب جانتے ہیں کہ میں مولودیہ ہوں قیامیہ ہوں لیکن حق بات وہی ہے جو مولانا نے فرمائی ہے اس کے بعد وہ مجھے اپنے مکان پر لے گئے اور اپنے پاس مہمان رکھا۔ (مجالس حکیم الامت)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا مخالف سے برتاؤ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں عرصہ دراز سے ایک عالم رہتے تھے۔ ذی علم ہونے کی بناء پر حضرتؒ نے ایک کتاب کی تصنیف کا کام بھی ان کے سپرد فرما دیا تھا جس کی تنخواہ ان کو عطا فرماتے تھے۔ مولوی صاحب موصوف خشک کتابی تقویٰ کے بڑے دلدادہ تھے اور حضرتؒ پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ ان میں تقویٰ نہیں۔ حضرت کو اس کا علم ہوتا تو فرماتے کہ وہ سچ کہتے ہیں میں کہاں کا متقی ہوں اس پر کبھی ناگواری پیش نہیں آتی۔

اتفاقاً اسی زمانہ میں تحریک خلافت چلی جس میں کانگریس کے ہندو بھی شریک ہو گئے اور ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد پر آزادی ہند کی تحریک نے خلافت کی جگہ لے لی۔ اس ہندو مسلم اشتراک نے جگہ جگہ خلاف شرع امور کو رواج دیا۔ بعض اکابر علماء نے اصل مقصد یعنی انگریزوں سے ہندوستان کی آزادی کو اہم سمجھ کر اس اشتراک کو قبول کیا اور جہاں اس اشتراک کی وجہ سے خلاف شرع امور کا ارتکاب ہوتا تو وہ اس پر نکیر بھی فرماتے۔ مگر تحریک عوامی ہو چکی تھی۔ علماء کی

فکر کا اثر بہت محدود دائرے میں رہتا ہے اور عام مسلمان غلط راستہ پر پڑ کر کفر و اسلام کا امتیاز کھوتے جاتے تھے۔ حضرتؒ اس طرح اشتراک کو شرعاً جائز بھی نہ جانتے تھے اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے انجام کار مفید بھی نہ سمجھتے تھے (جیسا کہ بعد کے واقعات نے اس کا مشاہدہ کرادیا) لیکن جو علماء اس کے جواز کے قائل تھے ان کا احترام وادب ہمیشہ قائم رہا ان کے قول پر عمل کرنے والوں کے ساتھ وہی معاملہ رہا جو اجتہادی مسائل کے اختلاف میں رہنا چاہئے۔

مولوی صاحب مذکورہ اس معاملے میں بھی حضرتؒ کے خلاف کانگریس کے حامی علماء کے ساتھ متفق الرائے تھے۔ اس حد تک حضرتؒ کو کوئی ناگواری نہ تھی مگر وہ کچھ آگے بڑھے اور خانقاہ امدادیہ میں رہتے ہوئے حضرت کے فتویٰ کے خلاف فتاویٰ شائع کرائے۔ جلسوں میں تقریریں کیں خانقاہ میں آنے والوں کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوششوں میں تیز ہو گئے تو حضرتؒ نے ان سے فرمایا کہ: ”میں آپ کو آپ کی رائے سے نہیں روکتا کہ مسئلہ اجتہادی ہے مگر ایک جگہ رہ کر اختلاف کرنا مناسب نہیں اس لئے اب مصلحت یہ ہے کہ آپ اپنے وطن چلے جائیں اور جو تصنیف کا کام آپ یہاں کر رہے ہیں وہاں جا کر کریں اور یہی تنخواہ جو آپ کو یہاں مل رہی ہے وہاں پہنچتی رہے گی۔ پھر آپ کھل کر خلافت و کانگریس کی موافقت میں فتویٰ دیں اور تقریریں کریں مجھے کوئی گرانی نہیں ہوگی۔ پھر جب یہ تحریک یکسو ہو جائے تو پھر یہاں آجایئے۔

حضرتؒ نے فرمایا مگر اللہ کے بندے نے کسی چیز کو نہ مانا مولوی صاحب بہت مدعی تقویٰ تھے حیدر آباد وغیرہ، ریاستوں سے جو وظائف علماء یا مدارس کو ملتے تھے ان سب کو حرام کہتے تھے وجہ یہ تھی کہ اس کا تقویٰ صرف کتابی تھا۔ کسی بزرگ کی صحبت میں اصلاح نفس کے قصد سے رہے نہیں تھے اور محض کتابوں اور مطالعہ پر اعتماد کرنے والے عموماً ایسی بلاؤں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (مجالس حکیم الامت)

قتل کی دھمکی اور حکیم الامت رحمہ اللہ کا ردعمل

کسی صاحب نے ایک گمنام خط حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے نام شائع

کر دیا جس میں آپ کو قتل کی دھمکی دی گئی تھی۔ فتح پور کے لوگوں نے اس سے متاثر ہو کر خط لکھا جس میں اس خط پر اظہار ناراضی اور حضرت سے محبت وعقیدت کا اظہار تھا آخر میں بہت سے لوگوں کے دستخط تھے۔ حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا مکرمی السلام علیکم! محبت کا شکر گزار ہوں مگر خیر خواہی سے اعتدال فی المحبت کا مشورہ دیتا ہوں اور اس اعتدال کی صورت یہ ہے کہ دعا کی جاوے اور اگر بہت جوش ہو انفرادی طور پر اس کا اظہار کر دیا جائے باقی دستخطوں کا اہتمام اور اس قدر تطویل مضمون غالباً یہ زیادت علی السنۃ ہے گو مغلوب المحبت معذور ہے مگر معذور سے محقق اچھا ہے۔ (والسلام)

یہ خط لکھا ہی گیا تھا کہ ایک پولیس سب انسپکٹر آئے اور عرض کیا کہ ضلع اعظم گڑھ کے کلکٹر کی چٹھی آئی ہے وہ پوچھتے ہیں کہ قتل کی دھمکی کا جو خط آیا ہے کیا اس کے متعلق آپ کچھ چاہتے ہیں (غالباً خط ضلع اعظم گڑھ کا تھا) حضرت نے اس کے جواب میں سب انسپکٹر پولیس سے کہہ دیا کہ میں کچھ نہیں چاہتا نہ امداد نہ تفتیش۔ حضرت نے فرمایا کہ قتل کی دھمکی کے خط نے مجھے بڑا فائدہ پہنچایا۔ جس قدر لوگوں کے حقوق میرے ذمہ تھے میں نے ان سب کو ادا کر کے سبکدوشی حاصل کر لی اس سبکدوشی کا میرے باطن پر ایسا اثر ہوا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ (9 ربیع الثانی 1358ھ) (مجالس حکیم الامت)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا اہلیہ کی دل جوئی کرنا

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دو اہلیہ تھیں.... ایک بڑی اور ایک چھوٹی.... دونوں کو حضرت والا سے بہت تعلق تھا لیکن بڑی پیرانی صاحبہ پرانے وقتوں کی تھیں.... اور حضرت والا کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے کی فکر میں رہتی تھیں.... عید آنے والی تھی.... حضرت پیرانی صاحبہ کے دل میں خیال آیا کہ حضرت والا کے لیے کسی عمدہ اور اچھے کپڑے کا اچکن بنایا جائے.... اس زمانے میں ایک کپڑا چلا کرتا تھا جس کا نام تھا "آنکھ کا نشہ" یہ بڑا شوخ قسم کا کپڑا ہوتا تھا.... اب حضرت والا سے پوچھے بغیر کپڑا

خرید کر اس کا اچکن سینا شروع کر دیا.... اور حضرت والا کو اس خیال سے نہیں بتایا کہ اچکن سلنے کے بعد جب اچانک میں ان کو پیش کروں گی تو اچانک ملنے سے خوشی زیادہ ہو گی.... اور سارا رمضان اس کے سینے میں مشغول رہیں.... اس لیے کہ اس زمانے میں مشین کا رواج تو تھا نہیں.... ہاتھ سے سلائی ہوتی تھی.... چنانچہ جب وہ سل کر تیار ہو گیا تو عید کی رات کو وہ اچکن حضرت والا کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ میں نے آپ کے لیے یہ اچکن تیار کیا ہے.... میرا دل چاہ رہا ہے کہ آپ اس کو پہن کر عید گاہ جائیں.... اور عید کی نماز پڑھائیں.... اب کہاں حضرت والا کا مزاج.... اور کہاں وہ شوخ اچکن۔

وہ تو حضرت والا کے مزاج کے بالکل خلاف تھا.... لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ اگر میں پہننے سے انکار کروں تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا.... اس لیے کہ انہوں نے تو پورا رمضان اس کے سینے میں محنت کی اور محبت سے محنت کی اس لیے آپ نے ان کا دل رکھنے کے لیے فرمایا تم نے تو یہ ماشاء اللہ بڑا اچھا اچکن بنایا ہے.... اور پھر آپ نے وہ اچکن پہنا اور عید گاہ میں پہنچے اور نماز پڑھائی.... جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک آدمی آپ کے پاس آیا.... اور کہا کہ حضرت آپ نے یہ جو اچکن پہنا ہے یہ آپ کو زیب نہیں دیتا.... اس لیے کہ یہ بہت شوخ قسم کا اچکن ہے.... حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ہاں بھائی! تم بات تو ٹھیک کہہ رہے ہو.... اور یہ کہہ کر پھر آپ نے وہ اچکن اُتارا.... اور اسی شخص کو دے دیا کہ یہ تمہیں ہدیہ ہے.... اس کو تم پہن لو....

اس کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ میرے والد ماجد.... حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا کہ.... جس وقت میں یہ اچکن پہن کر عید گاہ کی طرف جا رہا تھا تو کچھ نہ پوچھو کہ اس وقت میرا دل کٹ رہا تھا.... اس لئے کہ ساری عمر اس قسم کا شوخ لباس کبھی نہیں پہنا لیکن دل میں اس وقت یہ نیت تھی.... کہ جس اللہ کی بندی نے محنت کے ساتھ اس کو سیا ہے اس کا دل خوش ہو جائے.... تو اس کا دل خوش کرنے کیلئے اپنے اوپر یہ مشقت برداشت کر لی اور اس کے پہننے پر طعنے بھی سہے.... اس لئے کہ لوگوں نے اس کے پہننے پر طعنے بھی دیئے.... کہ کیسا لباس پہن کر آ گئے لیکن گھر والوں کا دل خوش کرنے کیلئے یہ کام کر لیا....

بہر حال انسان اچھے سے اچھا لباس اپنا دل خوش کرنے کیلئے پہنے.... اپنے گھر والوں کا

دل خوش کرنے کیلئے پہنے.... اور کسی ہدیہ اور تحفہ دینے والے کا دل خوش کرنے کیلئے پہنے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں.... لیکن اچھا لباس اس مقصد کیلئے پہننا تا کہ لوگ مجھے بڑا سمجھیں میں فیشن ایبل نظر آؤں.... میں دنیا والوں کے سامنے بڑا بن جاؤں اور نمائش اور دکھاوے کیلئے پہنے تو یہ عذاب کی چیز ہے.... اور حرام ہے اس سے بچنا چاہئے۔ (اصلاحی خطبات جلد ۵ ص ۲۹۰)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا ایک علمی مکالمہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ کہیں سفر پر تشریف لے جارہے تھے، راستے میں نئی تعلیم کے دلدادہ ایک صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے کسی حدیث یا آیت پر یہ شبہ پیش کیا کہ حضرت! قرآن شریف میں آتا ہے کہ قیامت میں انسان کے اعضاء بولیں گے۔ قرآن کریم میں ہے کہ یہ اعضاء گواہی دیں گے۔ ہاتھ گواہی دے گا کہ مجھ سے یہ گناہ کیا گیا تھا، ٹانگ بول پڑے گی کہ میرے ذریعہ سے یہ گناہ کیا گیا تھا۔ ان صاحب نے کہا کہ حضرت! یہ عجیب بات ہے کہ ہاتھ بول پڑے گا۔ ٹانگ بول پڑے گی۔ یہ کیسے بول پڑے گی؟ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے۔ گویائی دے دیں .... بولنے کی طاقت دے دیں۔ ان صاحب نے کہا کہ ایسا کبھی ہوا بھی ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ تم دلیل پوچھ رہے تھے یا نظیر پوچھ رہے تھے؟ یہ ایک منطق کی اصطلاح ہے.... دلیل تو اتنی بھی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس کو چاہے گویائی عطا فرمادے اور ہر چیز کی نظیر ہونا ضروری نہیں ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی مثال بھی ہو وہ صاحب کہنے لگے ویسے اطمینان کے لیے کوئی نظیر بتا دیں۔

حضرت نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ یہ زبان کیسے بولتی ہے؟ چونکہ اس نے پوچھا تھا کہ ہاتھ بغیر زبان کے کیسے بولے گا؟ حضرت نے فرمایا کہ زبان بغیر زبان کے کیسے بولتی ہے؟ یہ بھی تو گوشت کا ایک لوتھڑا ہی ہے .... اس کے اندر گویائی کی قوت کہاں سے آگئی؟ بس اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمادی .... تو جو اللہ تعالیٰ گوشت کے اس لوتھڑے

کو زبان عطا کرسکتا ہے وہ ہاتھ کو بھی عطا کرسکتا ہے اس لیے اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ بہرحال! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور دوزخ کے درمیان جو یہ مکالمہ بیان فرمایا ....اس کے بالکل ٹھیک حقیقی معنی بھی مراد ہوسکتے ہیں کہ جنت اور دوزخ کو اللہ تعالیٰ بولنے کی طاقت دے دیں اور ان کے درمیان مکالمہ ہو تو یہ کوئی بعید بات نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ایک تمثیل ہو۔ (اصلاحی خطبات جلد۲ ص۲۰۳)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا حسن سلوک

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم تھے بھائی نیاز ....خانقاہ میں آنے جانے والے تمام حضرات انہیں ''بھائی نیاز'' کہہ کر پکارتے تھے.... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص منہ چڑھے خادم تھے اور چونکہ حضرتؒ کی خدمت کرتے تھے اور حضرت والاؒ کی محبت بھی حاصل تھی تو ایسے لوگوں میں کبھی ناز بھی پیدا ہو جاتا ہے.... تھے تو ''نیاز'' لیکن تھوڑا سا ناز بھی پیدا ہوگیا تھا اس لیے خانقاہ میں آنے جانے والوں سے کبھی غصے بھی ہو جایا کرتے تھے....ایک مرتبہ کسی صاحب نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے بھائی نیاز کی شکایت کی....حضرت یہ لوگوں کے ساتھ لڑتے جھگڑتے ہیں اور مجھے انہوں نے برا بھلا کہا ہے .... چونکہ حضرت والاؒ کو پہلے بھی ان کی کئی شکایتیں پہنچ چکی تھیں اس لیے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بلایا اور ڈانٹ کر فرمایا کہ میاں نیاز! یہ تم کیا ہر آدمی سے لڑتے جھگڑتے پھرتے ہو؟ انہوں نے سن کر چھوٹتے ہی جواب میں کہا کہ حضرت! جھوٹ نہ بولو اللہ سے ڈرو....اب یہ الفاظ ایک نوکر اپنے آقا سے کہہ رہا ہے ....آقا بھی کون سے ....حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ....حقیقت میں ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ حضرت! آپ جھوٹ نہ بولیں بلکہ اصل میں ان کا مقصد یہ تھا کہ جن لوگوں نے آپ تک یہ شکایت پہنچائی ہے ....انہوں نے جھوٹی شکایت پہنچائی ہے ان کو چاہیے کہ جھوٹ نہ بولیں ....اللہ سے ڈریں ....لیکن جذبات میں بے اختیار لفظ زبان سے یہ نکلا کہ حضرت! جھوٹ نہ

بولو اللہ سے ڈرو.... اب دیکھئے کہ اگر ایک آقا اپنے نوکر کو ڈانٹ رہا ہو اور نوکر یہ کہہ دے کہ جھوٹ نہ بولو تو اور زیادہ غصہ آئے گا اور زیادہ اشتعال پیدا ہوگا لیکن یہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تھے .... ادھر انہوں نے کہا کہ جھوٹ نہ بولو اللہ سے ڈرو .... ادھر حضرت والاؒ نے فوراً گردن جھکالی اور فرمایا استغفر اللہ .... استغفر اللہ .... استغفر اللہ۔

اور پھر بعد میں فرمایا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی.... وہ یہ کہ میں نے ایک طرفہ بات سن کر ان کو ڈانٹنا شروع کر دیا.... اور حالانکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ کسی ایک کی بات سن کر فوراً فیصلہ نہ کریں جب تک دوسری طرف کی بات بھی نہ سن لیں.... پہلے مجھے ان سے پوچھنا چاہئے تھا کہ کیا قصہ ہوا؟ وہ اپنا موقف پہلے بیان کر دیتا پھر اس کے بعد کوئی فیصلہ کرتے.... لیکن میں نے پہلے ہی ڈانٹنا شروع کر دیا.... تو غلطی مجھ سے ہوئی اور جب اس نے کہا کہ اللہ سے ڈرو تو میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا معلوم ہوا کہ.... واقعۃً مجھ سے غلطی ہوئی اور میں نے استغفر اللہ پڑھا۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں کہا گیا کہ کان وقافا عند حدود الله اللہ کے حدود کے آگے رک جانے والے بھائی نوکروں کے ساتھ.... اور خادموں کے ساتھ اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ بھی حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنا چاہئے.... ان کے ساتھ کسی وقت تحقیر کا معاملہ نہ کریں.... اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائیں.... آمین۔ (اصلاحی خطبات جلد ۲ ص ۲۱۷)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور وقت کی قدر

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ کو دیکھا کہ مرض الموت میں جب بیمار اور صاحب فراش تھے اور معالجوں اور ڈاکٹروں نے ملنے جلنے سے منع کر رکھا تھا اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ زیادہ بات نہ کریں.... ایک دن آنکھیں بند کر کے بستر پر لیٹے ہوئے تھے.... لیٹے لیٹے اچانک آنکھ کھولی اور فرمایا کہ بھائی مولوی محمد شفیع صاحب کو بلاؤ.... چنانچہ بلایا گیا جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ آپ ''احکام القرآن'' لکھ رہے ہیں.... مجھے ابھی خیال آیا کہ

قرآن کریم کی جو فلاں آیات ہے اس سے فلاں مسئلہ نکلتا ہے اور یہ مسئلہ اس سے پہلے میں نے کہیں نہیں دیکھا‘ میں نے آپ کو اس لیے بتا دیا کہ جب آپ اس آیت پر پہنچیں تو اس مسئلہ کو بھی لکھ لیجئے گا.... یہ کہہ کر پھر آنکھیں بند کر کے لیٹ گئے.... تھوڑی دیر بعد پھر آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ فلاں شخص کو بلاؤ جب وہ صاحب آ گئے تو ان سے متعلق کچھ کام بتا دیا.... جب بار بار ایسا کیا تو مولانا شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت کی خانقاہ کے ناظم تھے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بے تکلف تھے انہوں نے حضرت سے فرمایا کہ حضرت ڈاکٹروں اور حکیموں نے بات چیت سے منع کر رکھا ہے مگر آپ لوگوں کو بار بار بلا کر ان سے باتیں کرتے رہتے ہیں.... خدا کے لیے آپ ہماری جان پر تو رحم کریں.... ان کے جواب میں حضرت والا نے کیا عجیب جملہ ارشاد فرمایا....

فرمایا کہ بات تو تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میں یہ سوچتا ہوں کہ ”وہ لمحات زندگی کس کام کے جو کسی کی خدمت میں صرف نہ ہوں.... اگر کسی کی خدمت میں عمر گزر جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔“ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں صبح سے لے کر شام تک پورا نظام الاوقات مقرر تھا.... یہاں تک کہ آپ کا یہ معمول تھا کہ عصر کی نماز کے بعد اپنی ازواج کے پاس تشریف لے جاتے تھے.... آپ کی دو بیویاں تھیں.... دونوں کے پاس عصر کے بعد عدل و انصاف کے ساتھ ان کی خیر و خبر لینے کے لیے اور ان سے بات چیت کے لیے جایا کرتے تھے اور یہ بھی درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی.... حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھنے کے بعد ایک ایک کر کے تمام ازواج مطہرات کے پاس ان کی خبر گیری کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور یہ آپ کا روزانہ کا معمول تھا.... اب دیکھئے کہ دنیا کے سارے کام بھی ہو رہے ہیں.... جہاد بھی ہو رہا ہے.... تعلیم بھی ہو رہی ہے.... تدریس بھی ہو رہی ہے.... دین کے سارے کام بھی ہو رہے ہیں اور ساتھ میں ازواج مطہرات کے پاس جا کر ان کی دلجوئی بھی ہو رہی ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ڈھالا ہوا تھا اور اسی اتباع میں آپ بھی عصر کے بعد اپنی دونوں بیویوں کے پاس جایا کرتے تھے لیکن وقت مقرر تھا....

مثلاً پندرہ منٹ ایک بیوی کے پاس بیٹھیں گے.... چنانچہ آپ کا معمول تھا کہ گھڑی دیکھ کر داخل ہوتے اور گھڑی دیکھ کر باہر نکل آتے.... یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ پندرہ منٹ کے بجائے سولہ منٹ ہوجائیں یا چودہ منٹ ہوجائیں بلکہ انصاف کے تقاضے کے مطابق پورے پندرہ پندرہ منٹ تک دونوں کے پاس تشریف رکھتے....تول تول کر....ایک ایک منٹ کا حساب رکھ کر خرچ کیا جارہا ہے.... دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے وقت کی جو نعمت عطا فرمائی ہے اس کو اس طرح ضائع نہ کریں اللہ تعالیٰ نے یہ بڑی زبردست دولت عطا فرمائی ہے' ایک ایک لمحہ قیمتی ہے اور یہ دولت جارہی ہے یہ پگھل رہی ہے.... کسی نے خوب کہا کہ:

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم ‌ ‌ ‌ ‌ چپکے چپکے' رفتہ رفتہ' دم بہ دم

(جس طرح برف ہر لمحے پگھلتی رہتی ہے اسی طرح انسان کی عمر ہر لمحے پگھل رہی ہے اور جارہی ہے) (اصلاحی خطبات جلد ۴ ص ۲۰۸)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور معمول کی پابندی

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے وہ ایک مرتبہ حضرت کے گھر تھانہ بھون تشریف لائے.... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے استاد کے آنے پر اتنی خوشی ہوئی اور انکا اتنا اکرام کیا کہ ایک وقت میں دستر خوان پر 52 قسم کے کھانے تیار کرائے جب کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو اپنے استاد سے فرمایا کہ حضرت! میں نے یہ وقت بیان القرآن کی تالیف کیلئے مقرر کر رکھا ہے اگر آپ کی طرف سے اجازت ہو تو کچھ دیر جا کر اپنا معمول پورا کرلوں.... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں' بھائی ضرور جاؤ.... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تالیف کے کام کیلئے بیٹھ گیا لیکن کام میں دل نہیں لگا' اس لئے کہ استاذ تشریف لائے ہوئے ہیں.... ان کے پاس بیٹھنے کو دل چاہ رہا ہے اس لئے دو تین سطریں لکھیں تا کہ ناغہ کرنے کی بے برکتی نہ ہو اور پھر استاد کی خدمت میں حاضر ہوگیا.... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ارے

بھائی! تم تو بہت جلدی آ گئے؟ میں نے کہا کہ حضرت! کام میں دل ہی نہیں لگا میں نے سوچا کہ ناغہ نہ ہو، معمول پورا ہو جائے اس لئے دو تین سطر لکھ کر معمول پورا کر لیا اور حاضر ہو گیا.... وہ بڑے بھی ایسے ہی تھے ایسے نہیں تھے کہ اس بات پر ناراض ہو جاتے اور کہتے کہ لو ہم تو تمہارے پاس آئے اور تم تصنیف کرنے جا رہے ہو؟.... یہ کیا بدتمیزی ہے؟ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی کے استاد تھے اس لئے اجازت دیدی۔ (اصلاحی خطبات ج۱۶ص۲۱۷)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا انداز نصیحت

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کالپی تشریف لے گئے وہاں ایک شخص نہایت صاف ستھرا اجلے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ جامع مسجد میں نماز کو آیا اس کے گاؤں والوں سے معلوم ہوا کہ یہ پہلے بھنگی تھا اب مسلمان ہو گیا ہے لیکن وہاں کے چوہدری ساتھ کھلانا پلانا تو درکنار اس کے ہاتھ کا برتن بھی نہیں لیتے۔

وہاں جلسہ تھا اس میں وہ بھی موجود تھا اور وہاں کے رئیس بھی جمع تھے۔ بعض لوگوں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے خواہش کی کہ آپ اس موقع پر ان لوگوں کو سمجھا دیں کہ ایسا پرہیز نہ کیا کریں۔ اس کی سخت دل شکنی ہے۔ حضرت نے دل میں سوچا کہ نرے سمجھانے سے کچھ کام نہ نکلے گا سمجھانے سے تو اس وقت ہاں ہاں کہہ دیں گے پھر بعد کو کون پرواہ کرتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک بدھنے میں پانی منگوایا جب پانی آ گیا تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس نومسلم سے فرمایا کہ ٹونٹی سے منہ لگا کر پانی پیو پھر بدھنا۔ اس کے ہاتھ سے لے کر خود بھی ٹونٹی ہی سے منہ لگا کر اس کے بچے ہوئے پانی میں سے پیا پھر آپ نے سب سے فرمایا کہ سب لوگ پانی پئیں اور اس وقت سوا مان لینے کے کسی سے کوئی عذر نہ بن پڑا سب نے جیسے تیسے پانی پیا اور پھر حضرت نے فرمایا کہ دیکھو بھائی اب اس سے پرہیز نہ کرنا کہنے لگے اجی بس اب منہ ہی کیا رہا پرہیز کرنے کا آپ کی ترکیب ہی ایسی ہے کہ ہمارا سارا دھرم ہی لے لیا اب آپ اطمینان رکھیں اب ہم اسے اپنے ساتھ کھلائیں پلائیں گے۔ اس سے پرہیز ہی کیا رہ گیا جب اس کا جھوٹا پانی ہی آپ نے پلوا دیا۔

فائدہ: یہ توحید ہی کی برکت ہے کہ ایک شخص بھنگی ہے۔ یا چمار ہے وہ مسلمان ہوگیا تو آج تمام مسلمان اس کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور اس کو اپنے ساتھ بٹھلا کر کھلاتے ہیں۔ ورنہ ساری قومیں ایسے شخص کو اپنے سے گھٹیا اور ذلیل سمجھتی ہیں (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا واقعہ

حکیم الامت رحمہ اللہ کا امراء سے استغناء کا یہ عالم تھا کہ جہاں حیدر آباد دکن جانے والے اکثر علماء ومشائخ والی دکن کی خدمت میں باریابی اور وظیفہ کی آواز لے کر جاتے تھے وہاں حضرت کو ملنے سے بھی عار تھا جس کی تفصیل خود حضرت کی زبانی لطف دے گی فرماتے تھے کہ" اہل علم کے لئے یہ بات بہت ہی ناپسندیدہ ہے کہ وہ امراء سے خلط کریں اس لیے کہ غرباء کو جو مصلح سے نفع ہوتا ہے امراء سے وہ بھی ضائع ہو جاتا ہے اس طرح قلوب پر مصلح کا وہ اثر نہیں رہتا مجھ کو حیدر آباد دکن میں ایک دوست نے مدعو کیا دیوبند کے بعض احباب خاص اہل علم نے مشورہ دیا کہ وہاں نواب صاحب سے ملاقات ضروری ہے میں نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا۔ وہاں پہنچ کر سات ہی روز گزرے تھے کہ فلاں نواز جنگ کا ایک پرچہ آیا جس میں لکھا تھا کہ عرصہ سے مجھ کو زیارت کا اشتیاق تھا مگر بدقسمتی سے تھانہ بھون کی حاضری نہ ہوئی۔ برائے زیارت حاضر ہونا چاہتا ہوں فلاں فلاں وقت اپنے فرائض منصبی سے فرصت ملتی ہے۔"

یہ فلاں نواز جنگ صاحب اس وقت نواب کی ناک کے بال اور ارکان سلطنت میں سے تھے آپ نے انہیں لکھا:۔

"بے حد مسرت ہوئی کہ آپ کے دل میں دین اور اہل دین کی نسبت وعظمت ہے مگر نیچے کی سطر پڑھ کر افسوس کی بھی کوئی حد نہ رہی کہ اس میں فہم سے کام نہ لیا گیا جس کے ملنے کو زیارت سے تعبیر کیا گیا اس کو تو اپنے اوقات فرصت بتلا کر پابند کیا گیا اور خود آزاد رہے یہ کون سی فہم وتہذیب کی بات ہے"۔

اس پر نواز جنگ صاحب نے اپنی بدفہمی کی معافی مانگی اور لکھا کہ حضرت والا ہی اپنی ملاقات کے اوقات تحریر فرمادیں حضرت نے اس پر ایک اور سبق دے دیا کہ:۔

’’اب بھی پورے فہم سے کام نہیں لیا گیا۔ مردہ بدست زندہ کی طرح مہمان میزبان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس لئے سفر میں اوقات کا ضبط ہونا غیر ضروری ہے۔ آپ ساتھ رہیں جس وقت مجھ کو فارغ دیکھیں ملاقات کرلیں....‘‘

اس پر انہوں نے لکھا کہ بدفہمی پر بدفہمی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ میں نہ اب اپنے اوقات کو ظاہر کرتا ہوں نہ حضرت سے معلوم کرتا ہوں۔ جس وقت فرصت ہوگی حاضر خدمت ہو کر زیارت سے مشرف ہو جاؤں گا اگر فرصت نہ ہوئی تو لوٹ آؤں گا جب حضرت نے دیکھا کہ سبق کارگر ہوا ہے تو پھر انہیں دلجوئی کے طور پر لکھا:

’’اب پورے فہم سے کام لیا گیا ہے جس سے اس قدر مسرت ہوئی کہ پہلے آپ کا میری زیارت کو جی چاہ رہا تھا اب میرا آپ کی زیارت کو جی چاہنے لگا اگر فرصت ہو تو آپ تشریف لے آئیں ورنہ مجھ کو اجازت فرمایئے میں خود حاضر ہو جاؤں گا‘‘

اس افہام وتفہیم کی غرض آپ نے مجلس میں یہ بیان فرمائی کہ:

’’میرا طرز عمل اس لئے تھا کہ یہ دنیا کے جس قدر بڑے لوگ ہیں اہل دین کو بے وقوف سمجھتے ہیں ان کو یہ دکھلانا تھا کہ اہل علم ودین کی یہ شان ہے کہ پہلے تو تذلیل سے بچنا مقصود تھا مگر جب وہ اپنی کوتاہی تسلیم کر چکے تو اب کھینچنا تکبر تھا اللہ کا شکر ہے کہ دونوں سے محفوظ رکھا‘‘۔

غرضیکہ وہ صاحب خود آئے اہل مجلس میں سے بعضوں نے دور سے دیکھ کر کہا کہ فلاں صاحب آ رہے ہیں۔ حضرت ڈاک لکھ رہے تھے برابر لکھتے رہے جس وقت انہوں نے پہنچ کر السلام علیکم کہا تب حضرت مخاطب ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

’’میں نے سلام کا جواب دیا اور کھڑے ہو کر مصافحہ کیا۔ بیچارے بہت ہی مہذب تھے۔ دوزانو ہو کر سامنے بیٹھ گئے میں نے اپنے برابر جگہ دے کر کہا بھی کہ اس طرف آ جایئے اس پر کہا کہ مجھ کو یہیں آرام ملے گا۔ کچھ دیر بعد میرے سوال پر نواب صاحب کی بیدار مغزی اور انتظام سلطنت کے واقعات بیان کرتے رہے۔ اس کے بعد کہا کہ اگر نواب صاحب سے ملاقات ہو جائے تو بہت مناسب ہے۔

میں نے پوچھا کہ یہ خواہش آپ کی ہے یا نواب صاحب کی کچھ سکوت کے بعد کہا میری

خواہش ہے میں نے سوال کیا کہ جس وقت آپ نے ملاقات کے مناسب ونامناسب ہونے پر غور فرمایا ہوگا۔ اس پر بھی ضرور غور فرمایا ہوگا کہ ملاقات سے نفع کس کا ہے؟

کہا نواب صاحب کا میں نے کہا کہ نفع نواب صاحب کا اور ملاقات کی ترغیب مجھ کو دی جارہی ہے۔ طالب کو مطلوب اور مطلوب کو طالب بنایا جارہا ہے اس پر کوئی جواب نہ دیا ۔اب میں خود اس کے متعلق عرض کرتا ہوں اس صورت میں کہ میں خود ملاقات کو جاؤں مضرت ہی مضرت ہے نفع کچھ نہیں۔ اگر ملاقات کو گیا تو وہ مطلوب اور میں طالب ہوں گا تو اس صورت میں ان کو مجھ سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ ہاں ان سے مجھ کو نفع ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ جو چیز ان کے پاس ہے وہ مجھے ملے گی یعنی دنیا۔ وہ بقدر ضرورت بحمد اللہ میرے پاس بھی ہے اور جو میرے پاس ہے وہ بقدر ضرورت بھی ان کے پاس نہیں یعنی دین اور اگر میں گیا بھی اور جو ان کے پاس ہے (یعنی دنیا منصب وظیفہ وغیرہ) وہ مل بھی گئی تو اس صورت میں ایک خاص ضرر بھی ہے اگر قبول کرتا ہوں تو اپنے مسلک کے خلاف اگر قبول نہیں کرتا تو آداب شاہی کے خلاف کیونکہ قبول نہ کرنے میں ان کی سبکی اور اہانت ہوگی اور چونکہ میں اس وقت ان کے حدود میں ہوں اس کی پاداش میں (خراج وغیرہ) جو چاہیں میرے لئے تجویز کرسکتے ہیں تو نواب صاحب کو کوئی نفع نہ ہوگا اور میرا نقصان ہوگا۔

یہ امر بھی شان سلاطین کے خلاف ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مدعو کئے ہوئے شخص سے ملاقات کریں اس میں کم فہم لوگ ان کو تنگدلی کی طرف منسوب کریں گے جس میں ان کی اہانت ہے کہ کیا خود نہیں مدعو کرسکتے تھے خلاصہ یہ کہ خیر اس میں ہے کہ نہ میں ان کے پاس جاؤں اور نہ وہ میرے پاس آئیں اگر ان کا جی چاہے تو تھانہ سے مجھ کو بلا لیں میں خاص شرائط طے کرکے آجاؤں گا کچھ عذر نہ ہوگا''۔

یہ سن کر نواب جنگ کی آنکھیں کھل گئیں اور کہا کہ: ''ان چیزوں پر تو ہم لوگوں کی نظر بھی نہیں پہنچ سکتی ''اسی لئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ:

''امراء سے علماء کا خلط کرنا (ملنا جلنا) اس میں امراء کا کوئی (معتد بہ) نفع نہیں بلکہ اہل علم اور غرباء کے دین کا نقصان ہوتا ہے اس لئے میں اسکو ناپسند کرتا ہوں'' (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حکیم الامت کا ایک نواب سے حکیمانہ معاملہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک خاندانی مقتدر ذی وجاہت رئیس اور نواب نے مبلغ دوسو روپیہ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کی امداد کے لئے بھیجے جو بلا کسی چندہ کے توکلاً علی اللہ حضرت کی سرپرستی اور نگرانی میں خاص خانقاہ کے اندر قائم تھا اس عطیہ کے ساتھ انہوں نے تشریف آوری کی درخواست بھی بھیج دی حضرت نے یہ لکھ کر روپے واپس کر دیئے کہ:

''اگر اس رقم کے ساتھ بلانے کی درخواست نہ ہوتی تو مدرسہ کے لئے روپیہ لے لیا جاتا اب اس اقتران سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ شاید مجھ کو متاثر کرنے کے لئے یہ رقم بھیجی گئی ہو آپ کی یہ غرض نہ سہی لیکن میرے اوپر تو طبعی طور پر اس کا یہی اثر ہوگا کہ میں آزادی کے ساتھ اپنے آنے کے متعلق رائے نہ قائم کر سکوں گا۔ کیونکہ انکار کرتے ہوئے شرم آئے گی''۔

نواب صاحب بھی بڑے فہمیدہ اور جہاں دیدہ تھے فوراً سمجھ گئے کہ عطیہ اور درخواست اکٹھی نہ بھیجنی تھی فوراً معذرت نامہ لکھا کہ: ''آپ کے متنبہ کرنے سے اب یہ معلوم ہوا کہ واقعی یہ مجھ سے سخت بدتہذیبی ہوئی میں اب اپنی درخواست تشریف آوری واپس لیتا ہوں اور روپیہ مکرر ارسال خدمت کرتا ہوں براہ کرم مدرسہ کے لئے قبول فرمالیا جاوے''۔

حضرت نے پھر بخوشی قبول فرماتے ہوئے نواب صاحب کو لکھا:

''ابھی تک تو آپ میری ملاقات کے مشتاق تھے اور اب آپ کی تہذیب اور شرافت نے خود مجھ کو آپ کی ملاقات کا مشتاق بنا دیا ہے''۔ کچھ مدت کے بعد نواب صاحب نے پھر تشریف آوری کیلئے درخواست بھیجی حضرت بخوشی اس شرط پر تشریف لے گئے کہ کسی قسم کا ہدیہ پیش نہ کیا جائیگا۔ (حکیم الامتؒ کے حیرت انگیز واقعات)

دو شاعروں کی اصلاح کا واقعہ

جگر مراد آبادی بڑے مشہور شاعر تھے اور بے حد شراب پیتے تھے۔ اتنی شراب پیتے تھے کہ لوگ مشاعرہ میں سے اٹھا کر لے جاتے تھے بلکہ خود فرماتے ہیں۔

پینے کو تو بے حساب پی لی اب ہے روز حساب کا دھڑکا۔

بڑی عجیب بات ہے کہ توبہ کرنے سے پہلے ہی اپنے دیوان میں اس شعر کا اضافہ کیا۔

چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا سنا ہے وہ کافر مسلمان ہو گا

جب ان پر اللہ کا خوف طاری ہوا تو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے مشورہ کیا کہ میں کیسے توبہ کروں حضرت نے فرمایا مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں چلو۔ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور توبہ کی اور حضرت سے چار دعاؤں کی درخواست کی۔

❶... یہ کہ میں شراب چھوڑ دوں ❷... یہ کہ میں داڑھی رکھ لوں

❸... یہ کہ میں حج کر آؤں ❹... یہ کہ اللہ میری مغفرت فرما دیں

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ نے تین دعائیں تو دنیا میں قبول فرمائیں اور چوتھی کے بارے میں خود کہتے تھے کہ اللہ نے وہ بھی قبول فرمالی ہوگی۔ چنانچہ داڑھی رکھ لی۔ اللہ نے حج بھی نصیب فرمادیا اور شراب بھی چھوڑ دی۔ جب شراب چھوڑی تو بیمار ہو گئے ڈاکٹروں کے بورڈ نے مشورہ دیا کہ آپ پیتے رہیں ورنہ آپ مرجائیں گے انہوں نے پوچھا کہ اگر پیتا رہوں تو کتنے سال زندہ رہوں گا۔ ڈاکٹروں نے کہا دو چار سال تک زندہ رہ سکتے ہو تو فرمایا کہ اللہ کے غضب کے ساتھ دو چار سال تک زندہ رہنے سے بہتر ہے کہ ابھی اللہ کی رحمت کے سائے میں مرجاؤں لیکن اللہ نے پھر صحت بھی دی اور کئی سال تک زندہ رہے۔ ایک بار میرٹھ میں تانگے میں بیٹھے ہوئے تھے اور تانگے والا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا سنا ہے وہ کافر مسلمان ہو گا

اور اس کو خبر بھی نہیں تھی کہ یہ داڑھی والا ٹوپی والا اور سنت لباس میں ملبوس جگر صاحب ہیں شعر سن کر جگر صاحب رونے لگے اور اللہ کا شکر ادا کیا اللہ نے توبہ سے پہلے یہ شعر کہلوایا۔

عبدالحفیظ جونپوری رحمہ اللہ یہ بھی مشہور شاعر تھے اور بہت شراب پیتے تھے۔ جب توبہ کی توفیق ہوئی تو حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو گئے اور بیعت بھی اس طرح ہوئے کہ پہلے چند دن خانقاہ میں قیام کیا۔ تھوڑی تھوڑی سی داڑھی آ گئی تھی جس دن بیعت ہونا تھا اس دن داڑھی کو صاف کر کے خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ جب توبہ ہی کرنی تھی تو پھر اس چیز کے نور کو کیوں صاف کیا تو عرض کیا

حضرت آپ حکیم الامت ہیں میں مریض الامت ہوں اور مریض کو اپنا مرض حکیم کے سامنے پیش کرنا چاہیئے تا کہ وہ صحیح نسخہ تجویز کرے۔اب وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی داڑھی نہیں منڈواؤں گا۔ پھر حضرت تھانویؒ ایک سال بعد جونپور تشریف لے گئے تو ان کی داڑھی خوب بڑھ چکی تھی تو حضرت نے فرمایا یہ بڑے میاں کون ہیں لوگوں نے بتایا کہ یہ وہی عبدالحفیظ جونپوری ہیں جو تھانہ بھون بیعت کے لئے گئے تھے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ فرماتے ہیں کہ ان کا خاتمہ بڑا اچھا ہوا۔موت سے تین دن پہلے ان پر ایسا خوف الٰہی طاری ہوا کہ تڑپ تڑپ کر ایک دیوار سے دوسری دیوار کی طرف جاتے تھے اور خود ہی رو رو کر جان دے دی اور اپنے دیوان میں یہ اشعار بڑھا گئے۔

میری کھل کر سیاہ کاری تو دیکھو — اور ان کی شان ستاری تو دیکھو
گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمین میں — گناہوں کی گراں باری تو دیکھو
ہوا بیعت حفیظ اشرف علیؒ سے — بایں غفلت یہ ہوشیاری تو دیکھو

(مواعظ درد محبت)

حکیم الامت رحمہ اللہ کو ایک بچے کا حکیمانہ جواب

حکیم الامت حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایک بچہ کی بسم اللہ کرانے گیا۔بچہ بہت چالاک تھا۔میں کہتا تھا بسم اللہ پڑھو وہ کہتا تھا میں نہیں پڑھتا آخر کار میں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ اس سے پوچھتے ہیں تو کیا نہیں پڑھتا یہ کہے گا میں بسم اللہ نہیں پڑھتا تو چلو اس طرح ظاہری نہ سہی حقیقی معنی میں تو بسم اللہ ہو ہی جائے گی لیکن جب اس سے فرمایا کہ تو کیا نہیں پڑھتا؟ بچہ نے جواب دیا کہ میں وہ نہیں پڑھتا جو آپ کہتے ہیں۔(حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حقوق العباد کے اہتمام کا عجیب واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ایک مرید تھے....جن کو آپ نے خلافت بھی عطا فرمادی تھی اور ان کو بیعت اور تلقین کرنے کی اجازت دے دی تھی....ایک مرتبہ وہ سفر کر کے حضرت والا کی خدمت میں تشریف لائے....ان کے ساتھ ان کا بچہ بھی تھا....انہوں نے

آ کر سلام کیا اور ملاقات کی.... اور بچے کو بھی ملوایا کہ حضرت یہ میرا بچہ ہے.... اس کے لئے دعا فرما دیجئے.... حضرت والا نے بچے کے لئے دعا فرمائی.... اور پھر ویسے ہی پوچھ لیا کہ اس بچے کی عمر کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت اس کی عمر ۱۳ سال ہے.... حضرت نے پوچھا کہ آپ نے ریل گاڑی کا سفر کیا ہے تو اس بچے کا آدھا ٹکٹ لیا تھا یا پورا ٹکٹ لیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت آدھا ٹکٹ لیا تھا.... حضرت نے فرمایا: کہ آپ نے آدھا ٹکٹ کیسے لیا جب کہ بارہ سال سے زائد عمر کے بچے کا تو پورا ٹکٹ لگتا ہے.... انہوں نے عرض کیا کہ قانون تو یہی ہے کہ بارہ سال کے بعد ٹکٹ پورا لینا چاہئے.... اور یہ بچہ اگرچہ ۱۳ سال کا ہے لیکن دیکھنے میں ۱۲ سال کا لگتا ہے.... اس وجہ سے میں نے آدھا ٹکٹ لے لیا....

حضرت نے فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون.... معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تصوف اور طریقت کی ہوا بھی نہیں لگی.... آپ کو ابھی تک اس بات کا احساس اور ادراک نہیں کہ بچے کو جو سفر آپ نے کرایا.... یہ حرام کرایا.... جب قانون یہ ہے کہ ۱۲ سال سے زائد عمر کے بچے کا ٹکٹ پورا لگتا ہے اور آپ نے آدھا ٹکٹ لیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ریلوے کے آدھے ٹکٹ کے پیسے غصب کر لئے اور آپ نے چوری کر لی.... اور جو شخص چوری اور غصب کرے ایسا شخص تصوف اور طریقت میں کوئی مقام نہیں رکھ سکتا.... لہٰذا آج سے آپ کی خلافت اور اجازت بیعت واپس لی جاتی ہے.... چنانچہ اس بات پر ان کی خلافت سلب فرما لی.... حالانکہ اپنے اوراد و وظائف میں.... عبادات اور نوافل میں.... تہجد اور اشراق میں.... ان میں سے ہر چیز میں بالکل اپنے طریقت پر مکمل تھے.... لیکن یہ غلطی کی کہ بچے کا ٹکٹ پورا نہیں لیا.... صرف اس غلطی کی بنا پر خلافت سلب فرما لی.... (انمول موتی)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا مقام

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ سابق شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہٰ یار سندھ جس زمانے میں نحو میر.... شرح مائۃ عامل پڑھتے تھے.... اس زمانے میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی خانقاہ امدادیہ کے سامنے ایک نالہ

بہتا ہے اس سے آگے میدان میں ایک ٹیلہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہیں خوبصورت نورانی چہرہ ہے لوگ جوق در جوق زیارت کو آرہے ہیں اور پوچھتے ہیں یا رسول اللہ ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا ؟ آپ نے سب کو یہی جواب دیا **فی الجنة فی الجنة** پھر آپ ٹیلے سے اتر کر خانقاہ امدادیہ کی طرف چلے اور وہاں سے حضرت حکیم الامت کے مکان پر پہنچے میں نے دوڑ کر حضرت کو اطلاع دی فوراً باہر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کے بعد معانقہ فرمایا پھر ایک خادم کو حکم دیا کہ پلنگ پر بستر بچھا دے اور تکیہ رکھ دے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمائیں.....

حکم کی تعمیل کی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر آرام فرمانے لگے اس وقت مجمع نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف یہ عاجز (ظفر احمد عثمانی تھانویؒ) تنہا تھا۔

میں نے موقع تنہائی کا پا کر عرض کیا:.....

یارسول اللہ این انا (اے اللہ کے نبیؐ میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:.....فِی الْجَنَّةِ (جنت میں ہوگا)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ پڑھتے ہو؟ میں نے اپنے اسباق گنوائے .....فرمایا پڑھتے رہو اور پڑھ کر ہمارے یہاں بھی آؤ گے؟

میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اشتیاق بہت ہے آپ دعا فرمائیں فرمایا ہم دعا کریں گے..

بندہ (مولانا ظفر احمد عثمانیؒ) نے صبح کو یہ خواب حضرت حکیم الامتؒ سے عرض کیا.....

بہت خوش ہوئے اور فرمایا:.....

ان شاء اللہ اب اس بستی سے طاعون ختم ہو جائے گا (اس وقت بستی میں طاعون کا بہت زور تھا)

چنانچہ بحمد اللہ اس خواب کے بعد کسی کے مرنے کی خبر نہ آئی.....

پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ ۱۳۲۸ھ میں دینیات اور درسیات سے فارغ ہوتے ہی اسی سال حج اور زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نصیب ہو گئی.....(انوار النظر فی آثار الظفر ص ۱۴)

حکیم الامت رحمہ اللہ کی کمال دیانت

حکیم الامت کا ایک واقعہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جارہے تھے، جب ریل میں سوار ہونے کیلئے اسٹیشن پہنچے تو محسوس کیا کہ ان کے ساتھ سامان اس مقررہ حد سے زیادہ ہے جو ایک مسافر کو بک کرائے بغیر اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت ہوتی ہے، چنانچہ وہ اس کھڑکی پر پہنچے جہاں سامان کا وزن کر کے زائد سامان کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے تاکہ سامان بک کراسکیں، کھڑکی پر ریلوے کا جو اہلکار موجود تھا، وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود حضرت مولاناؒ کو جانتا تھا، اور ان کی بڑی عزت کرتا تھا، جب حضرتؒ نے سامان بک کرنے کی فرمائش کی تو اس نے کہا کہ ''مولانا! رہنے دیجئے، آپ سے سامان کا کیا کرایہ وصول کیا جائے؟ آپ کو سامان بک کرانے کی ضرورت نہیں، میں ابھی گارڈ سے کہہ دیتا ہوں، وہ آپ کو زائد سامان کی وجہ سے کچھ نہیں کہے گا''۔

مولانا نے فرمایا: ''یہ گارڈ میرے ساتھ کہاں تک جائیگا؟

''غازی آباد تک'' ریلوے افسر نے جواب دیا۔ ''پھر غازی آباد کے بعد کیا ہوگا؟'' مولاناؒ نے پوچھا۔ ''یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے بھی کہہ دے گا'' اس نے کہا: مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا ''وہ دوسرا گارڈ کہاں تک جائیگا؟'' افسر نے کہا ''وہ کانپور تک آپ کے ساتھ جائے گا''

''پھر کانپور کے بعد کیا ہوگا؟'' مولانا نے پوچھا۔

افسر نے کہا ''کانپور کے بعد کیا ہونا ہے؟ وہاں تو آپ کا سفر ختم ہو جائیگا''

حضرتؒ نے فرمایا ''نہیں، میرا سفر تو بہت لمبا ہے، کانپور پر ختم نہیں ہوگا، اس لمبے سفر کی انتہا تو آخرت میں ہوگی، یہ بتایئے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ اپنا سامان تم کرایہ دیئے بغیر کیوں اور کس طرح لے گئے؟ تو یہ گارڈ صاحبان میری کیا مدد کرسکیں گے؟''

پھر مولاناؒ نے ان کو سمجھایا کہ یہ ریل آپ کی یا گارڈ صاحب کی ملکیت نہیں ہے، اور جہاں تک مجھے معلوم ہے، ریلوے کے محکمے کی طرف سے آپ کو یا گارڈ صاحب کو یہ اختیار بھی نہیں دیا گیا کہ وہ جس مسافر کو چاہیں ٹکٹ کے بغیر یا اس کے سامان کو کرائے کے بغیر

ریل میں سوار کر دیا کریں، لہٰذا اگر میں آپ کی رعایت سے فائدہ اٹھا کر بغیر کرائے کے سامان لے بھی جاؤں تو یہ میرے دین کے لحاظ سے چوری میں داخل ہوگا، اور مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس گناہ کا جواب دینا پڑیگا، اور آپ کی یہ رعایت مجھے بہت مہنگی پڑیگی، لہٰذا براہ کرم مجھ سے پورا پورا کرایہ وصول کر لیجئے۔ ریلوے کا وہ اہل کار مولاناؒ کو دیکھتا رہ گیا، لیکن پھر اس نے تسلیم کیا کہ بات آپ ہی کی درست ہے۔ (جدید مسائل کا حل)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا بچپن

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے والد ماجد شیخ عبدالحق صاحب مرحوم بہت ہی ذہین اور صاحب فراست تھے... انہوں نے اپنے صاحبزادوں کی استعداد و صلاحیت کو بچپن ہی میں تاڑ لیا تھا... اور اسی بناء پر اپنے بڑے صاحبزادے مولانا اشرف علی صاحب کو عربی و دینیات میں اور چھوٹے صاحبزادے اکبر علی مرحوم کو انگریزی اور دنیوی علوم میں لگا دیا تھا... ایک مرتبہ شیخ عبدالحق مرحوم کی بھاوج صاحبہ نے فرمایا:...

''بھائی تم نے چھوٹے کو تو انگریزی پڑھائی ہے وہ تو خیر کما کھائے گا بڑا عربی پڑھ رہا ہے وہ کہاں سے کھائے گا اور اس کا گذارہ کس طرح ہوگا کیونکہ جائیداد تو ورثاء میں تقسیم ہو کر گذارے کے قابل نہ رہے گی...'' اس بات پر مرحوم کو جوش آیا اور فرمانے لگے کہ:... ''بھابھی صاحبہ تم کہتی ہو کہ یہ عربی پڑھ کر کھائے گا کہاں سے؟ خدا کی قسم جس کو تم کمانے والا سمجھتی ہو اس جیسے اس کی جوتیوں سے لگے پھریں گے اور یہ ان کی جانب رخ بھی نہ کرے گا...''

کس بلا کی فراست ہے اور مزاج شناسی ہے... یہی وجہ تھی کہ اکبر علی مرحوم سے کہیں زیادہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ پر روپیہ صرف کرتے تھے اور جب ایک مرتبہ بھاوج صاحبہ نے اس کی شکایت کی تو فرمایا:...

''بھابھی مجھے اس (مولوی اشرف علی) پر رحم آتا ہے... وہ جو کچھ مجھ سے لیتا ہے میری زندگی ہی تک ہے... میرے بعد یاد رکھو وہ میرے مال و متاع سے بالکل علیحدہ رہے گا...''

چنانچہ حسب قول حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا عمل بالکل اسی پر رہا... (بیس بڑے مسلمان)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا علمی کارنامہ

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے حکم سے ''اعلاء السنن'' تصنیف فرمائی... مولانا موصوف پہلی جلد لکھ کر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے... حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے دیکھا اور پسند فرمایا... دوسری جلد لکھنے کا حکم دیا... مولانا نے دوسری جلد مکمل کی اور وہ بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کی... حضرت نے بے حد پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اتنے خوش ہوئے کہ جو چادر اوڑھے ہوئے تھے وہ اتار کر مولانا عثمانی رحمہ اللہ کو اوڑھا دی اور فرمایا:... ''علمائے احناف پر... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بارہ سو برس سے قرض چلا آ رہا تھا الحمدللہ آج وہ ادا ہو گیا...'' (تذکرہ مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ۲۶۳)

اکابر کے باہمی خلوص کا یادگار واقعہ

بعض لوگوں نے امیر شریعت حضرت شاہ جی سے عرض کیا کہ حضرت مدنی اور حضرت تھانویؒ میں سیاسی اختلاف ہے اور آپ کا تعلق حضرت مدنی سے ہے یہاں کے لوگ تو دونوں کو سگے بھائی سمجھتے ہیں لیکن شاید آپ کی سوچ اس سے کچھ مختلف ہے! شاہ جی رحمہ اللہ بے ساختہ بولے لاحول ولا قوۃ الا باللہ میرے تو وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں ''اب شاہ جی نے اصاغر کے ذہنوں میں اکابر کے تعلقات کے بارے میں سوءظن کا یہ کیسا بہترین علاج کیا۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خادم سے فرمایا کہ ''حضرت کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کیلئے دس سیر مٹھائی لاؤ''۔

میں نے عرض کیا کہ ''یہ خیال رکھئے کہ حضرت ہدیہ قبول نہیں فرماتے'' شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے وفورِ خلوص میں داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ میں قبول کروا کے چھوڑوں گا۔ بہرکیف شاہ جی اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور میں مدرسہ لوٹ آیا۔ نظارہ ملاقات کے اشتیاق نے ڈھنگ سے سونے بھی نہ دیا اور میں صبح کی گاڑی سے تھانہ بھون پہنچ گیا۔

کچھ ہی دیر بعد بارہ بجے کی گاڑی سے شاہ جی تشریف لے آئے۔ قلی سامان اٹھائے ہوئے ساتھ تھا۔ منزل پر پہنچ کر شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے چونی دی وہ کہنے لگا ''میری اجرت دو آنہ ہے'' شاہ جی نے کہا تم چونی رکھ لو وہ کہنے لگا نہیں میں دو آنے ہی لوں گا'' اور پھر بازار سے چونی بھنا کر لایا اور دو آنے لے کر چلا گیا۔ واہ قلی کیا تھا ایک غیرت کا پیکر تھا۔

اب شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ میں داخل ہوئے۔ حضرت حوض پر ہی قیام فرما تھے۔ مصافحہ وسلام کے بعد حضرت نے حسب عادت پوچھا کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟

عرض کی عطاء اللہ نام ہے۔ اس وقت سہارن پور سے آ رہا ہوں ایک عرصہ سے حضرت کی زیارت کا اشتیاق تھا۔ الحمد للہ آج اللہ تعالیٰ نے دیرینہ آرزو پوری فرمادی۔

فرمایا ''مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب؟

''عرض کی ''لوگ یوں کہہ دیتے ہیں'' فرمایا اپنے منہ سے کہو'' عرض کی ''حضرت میں اپنے منہ سے کیسے کہہ سکتا ہوں'' حضرت کے ہاں تو قدم قدم پر اصلاح جاری رہتی تھی۔ فرمایا تعریفاً کہنا تو جائز نہیں لیکن تعارفاً کہنے میں تو کوئی حرج نہیں''

بہرکیف دونوں حضرات تشریف فرما ہوئے مزاج پرسی کے بعد شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی ''حضرت! یہ گھیور بطور ہدیہ لایا ہوں'' فرمایا ''میں پہلی ملاقات میں ہدیہ نہیں لیا کرتا'' عرض کیا ''میرے والد صاحب نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب بھی کسی بزرگ کے پاس جاؤ تو کچھ نہ کچھ ہدیہ لے کر جاؤ اس لئے قبول فرمالیجئے'' فرمایا ''میرے ابا کی وصیت یہ ہے کہ پہلی ملاقات میں کسی سے ہدیہ قبول نہ کرنا۔ آپ کو اپنے ابا کی وصیت کا احترام ہے تو مجھے اپنے ابا کی وصیت کا پاس ہے۔ الغرض کچھ دیر اسی طرح اصرار وانکار ہوتا رہا پھر حضرت نے فرمایا ''میں اب گھر جاتا ہوں اور آپ کے لئے کھانا بھیجتا ہوں کھانا کھائیے آرام کیجئے اور ان کا جواب سوچ رکھئے ان شاء اللہ ظہر کے بعد ملاقات ہوگی۔

ظہر کے بعد مجلس عام میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی نوازشیں اور شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت کا منظر دیدنی تھا۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے پوری محفل کو کشتِ زعفران بنادیا ہدیہ قبول کرنے کے سلسلہ میں پھر اصرار وانکار ہوا۔ آخر حضرت نے فرمایا کہ میں آپ کو اس کا

جواب بتلاتا ہوں۔ آپ والد صاحب کا حوالہ مت دیجئے بلکہ یوں کہئے کہ "میں عطاء اللہ شاہ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ہدیہ قبول کرلو۔" پھر میں رکھ لوں گا اور یہ تصور کروں گا کہ عالم تھے آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس لئے ان کا حکم ٹال نہ سکا۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اپنے منہ سے یہ نہ کہا بلکہ یوں عرض کی کہ حضرت۔ جب آپ نے کہہ ہی دیا ہے تو اب قبول فرمالیجئے۔ خیر ہدیہ قبول ہوا اور اگلے روز شاہ جی واپس سہارن پور تشریف لے گئے۔ (یادگار ملاقاتیں)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا سفر آخرت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی چھوٹی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا نے بوقت نزع دیکھا کہ جب سانس زور سے اوپر کو آتا تھا تو داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلیوں کے درمیان پشت کی طرف سے گھاٹی میں ایک ایسی تیز چمک جگنو کی سی پیدا ہو جاتی تھی کہ باوجود اس کے کہ بجلی کے دو قمقمے اس وقت روشن تھے، پھر بھی اس کی چمک غالب ہو جاتی تھی، پہلے تو وہ یہ سمجھیں کہ کوئی جگنو آ بیٹھا ہے، لیکن جب دیر تک ایسا ہی ہوتا رہا، تو پھر انہوں نے دوسری مستورات کو بھی جو اس وقت ان کے قریب موجود تھیں دکھایا کہ مجھے دھوکہ ہو رہا ہے یا تمہیں بھی یہ چمک نظر آ رہی ہے؟ چنانچہ ان سب نے دیکھ کر اس کی تصدیق کی، سانس بند ہو جانے کے بعد وہ چمک بھی بند ہوگئی اور پھر نظر نہ آئی۔

انتقال کے بعد عجیب کہرام مچا ہوا تھا کوئی رو رہا تھا، کوئی خاموشی سے اندر ہی اندر سے سسک رہا تھا، ایک عجیب رقت انگیز نظارہ تھا، جس سے آسمان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور جونہی جنازہ گھر سے باہر نکلا اس نے بھی ترشح کے ذریعہ اس مجدد الملت کو آخری خراج تحسین ادا کیا، دفن تک بادل چھائے رہے اور تمام راستہ میں ترشح سے خوب چھڑکاؤ سا ہوگیا۔ (ماخوذ سیرت اشرف)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے آخری کلمات

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ برحق، تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے، حالت نزع میں مولانا ظفر احمد صاحب خواہر زادہ حضرت اقدس،

برابر یٰسین شریف وغیرہ پڑھتے رہے اور زمزم شریف چمچہ سے دہن مبارک میں ڈالتے رہے، بوقت نزع یہ دیکھا گیا کہ جب سانس زور سے اوپر کو ذکر اللہ کے ساتھ آتا تھا تو داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کے درمیان پشت کی طرف گھائی میں ایک تیز چمک جگنو کی سی پیدا ہو جاتی تھی کہ باوجود اس کے بجلی کے دو قمقمے روشن تھے پھر بھی اس کی چمک غالب ہو جاتی تھی آخری غشی سے پہلے چھوٹی پیرانی صاحبہ سے فرمایا کہ ''آج تو ہم جا رہے ہیں'' انہوں نے پوچھا کہاں؟ فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتی؟''۔ (دین ودانش جلد ا)

عاجزی کی برکت

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں ایک مہاجن کی لڑکی پر ایک جن عاشق تھا بڑے بڑے عامل آئے مگر ناکامیاب رہے۔ جن بڑا ہی سرکش اور قوی تھا جو عامل جاتا ہے صحیح وسلامت واپس نہ ہوتا۔ اب بے چارہ عامل ہے کہ اس میں لٹکا ہوا ہے ایسا ظالم تھا کسی نے اس مہاجن سے ویسے ہی بطور تمسخر کہہ دیا کہ فلاں مسجد میں جو مؤذن ہیں بہت بڑے عامل ہیں وہ مہاجن اس بے چارے کو جا لپٹا۔

یہ ہر چند قسم کھاتا ہے مگر مہاجن ہے کہ پیروں پر گرا پڑتا ہے خوشامد کر رہا ہے جب یہ عاجز ہو گیا اس نے کہا کہ اچھا میں چلتا ہوں۔ یہ بتلاؤ کہ کیا دو گے۔؟ مہاجن نے کہا کہ جو کہو۔ کہا کہ پانچ سو روپے اس نے کہا کہ منظور یہ سمجھا کہ دو ہی باتیں ہیں یا تو کام بن گیا اور پانچسو روپے مل گئے تو بڑی راحت اور عیش سے گزرے گی اور اگر مار دے گا تو اس مصیبت اور پریشانی وناداری کی زندگی سے مر جانا ہی بہتر ہے۔

بے چارہ غریب تھا بسم اللہ پڑھ کر مہاجن کے ساتھ ہو لیا۔ اس کے مکان پر پہنچا اس جن نے نہایت زور سے ڈانٹا کہ کیسے آیا ہے؟ یہ ہاتھ جوڑ کر قدموں پر گر گیا کہ حضور کی رعیت کا جولاہہ ہوں، حضور نہ میں عامل ہوں نہ عمل چلانے آیا ہوں ایک جاہل اور غریب آدمی ہوں یہ مہاجن جا کر سر ہو گیا ہر چند عذر کیا نہ مانا، اس لئے مجبوری کو چلا آیا۔ حضور کی بڑی نوازش ہو گی اگر حضور ۵ منٹ کے لئے اس لڑکی سے جدا ہو جائیں مجھ کو ۵۰۰ روپے مل جائیں گے میں غریب آدمی ہوں میرا بھلا ہو جائے گا اور حضور کا کوئی نقصان نہ ہو گا۔ پھر اگر

دل چاہے آجایئے یہ سن کر جن بڑے زور سے قہقہہ مار کر ہنسا اور یہ کہا کہ ہم تیری خاطر سے ہمیشہ کیلئے جاتے ہیں۔ اس مؤذن کی بڑی شہرت ہوگئی کہ بہت بڑا عامل ہے۔ تواضع کی برکت سے عمر بھر کی روٹیاں سیدھی ہوگئیں۔ (دین ودانش جلد۳)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا اتباع سنت

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف سے آج دنیا فیض یاب ہورہی ہے، ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ایک دن مجھے خیال آیا کہ ہم اتباع سنت کا بہت ذکر کرتے ہیں، مگر اس کا کچھ حصہ ہمارے اعمال میں ہے بھی کہ نہیں؟...... چنانچہ میں تین دن تک صبح سے رات تک اپنے تمام اعمال کا بغور جائزہ لیتا رہا، دیکھنا یہ تھا کہ کتنی اتباع سنت ہم لوگ عادتاً کرتے ہیں، کتنی اتباع کی توفیق علم حاصل کرنے کے بعد ہوئی اور کتنی باتوں میں اب تک محرومی ہے؟ تین دن تک تمام امور زندگی اور معمولات روز وشب کا جائزہ لینے کے بعد اطمینان ہوگیا کہ الحمدللہ معمولات میں کوئی عمل خلاف سنت نہیں۔

اسی اتباع سنت وعشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کا ثمر تھا کہ ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ کسی آیت کا مطلب اس (خواب دیکھنے والے) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بیان القرآن'' میں دیکھو۔ انہوں نے یہ خواب حضرت مولانا تھانویؒ کو لکھا۔ تو حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ: ''اس خوشخبری پر اگر میری جاں بھی قربان ہوجائے'' تو ٹھیک ہے۔ پھر ساری رات نہیں لیٹے۔ برابر درود شریف پڑھتے رہے۔ (دین ودانش جلد۴)

حکیم الامت کا کمال اخلاص

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھ سے میرے قصبہ والوں نے ایک بار جمعہ کی مستقل امامت قبول کرنے کے لئے کہا تھا تو میں نے چند شرطوں کے بعد قبول کیا تھا۔ ایک یہ کہ امامت میرا حق نہ ہوگی، گھر سے میں پابند نہ ہوں گا۔ جب چاہوں گا

چھوڑ دوں گا۔ اس کے بعد میں نے اعلان کر دیا کہ میں لوگوں کے اصرار سے امامت کرتا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ یہ میرا حق نہ ہوگا۔ نہ اس میں وراثت چلے گی۔ جس وقت کسی ایک شخص کو بھی میری امامت ناگوار ہو۔ چاہے وہ جولاہا یا قصائی ہی کیوں نہ ہو۔ وہ ڈاک میں ایک کارڈ پر اتنا لکھ کر میرے نام ڈال دے کہ ہم کو تیری امامت ناگوار ہے پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک جولاہا بھی منع کر دے گا تو میں اسی روز سے امامت چھوڑ دوں گا۔ (دین ودانش جلد ۶)

حقوق طباعت اور اخلاص

ایک بزرگ سے سنا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب ''تفسیر بیان القرآن'' لکھی تو ایک تاجر نے فرمائش کی کہ حضرت اس کی طباعت کے حقوق آپ مجھے تحریراً لکھ دیں تاکہ میں ہی مسلسل اس کی طباعت کرتا رہوں۔ حضرت نے فرمایا تمہارے علاوہ تمام تاجروں کو اس کی طباعت کرنے کی عام اجازت ہے۔ (دین ودانش جلد ۶)

اصلاح ترجمہ دہلویہ

ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ عام فہم ہونے کی بناء پر عوام میں کافی مقبول ہوا۔ لیکن بعض جگہ اغلاط تھیں حضرت نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اس پورے ترجمہ کو حرفاً حرفاً پڑھا اور اغلاط کی نشاندہی پر مشتمل رسالہ بنام ''اصلاح ترجمہ دہلویہ'' شائع فرما کر عوام الناس سے اپیل کی کہ جن کے پاس یہ مترجم قرآن پاک ہو وہ اس کے مطابق ترجمہ کی اصلاح کر لیں یا اس رسالہ کو قرآن مجید کے آخر میں جلد کرا لیں۔

اسی طرح مرزا حیرت دہلوی کے ترجمہ میں کی گئی اغلاط کی تصحیح فرمائی جو اصلاح ترجمہ مرزا حیرت کے نام سے شائع کیا گیا۔ (دین ودانش جلد ۶)

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا اتباعِ شریعت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے آپ کو شریعت کے مطابق خوب ڈھالا تھا، ہمارے حضرت کی دو بیویاں تھیں، آپ کے بعد دونوں گھروں میں پندرہ پندرہ

منٹ کے لئے تشریف لے جاتے' گھڑی دیکھ لیتے اور اندازہ لگا لیتے تھے کہ خانقاہ سے گھر تک کتنا وقت لگے گا اور وہاں سے دوسرے گھر' پھر وہاں سے خانقاہ تک پھر مغرب تک' یہ سب اوقات متعین تھے اب چونکہ عورتوں کو عادت ہوتی ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ ایک بات یاد آ گئی یا کچھ یاد آ گیا' حضرت تھانویؒ اس کے لئے دو منٹ چھوڑتے تھے' جب تیرہ منٹ ہو جاتے تھے تو آپ کہتے کہ اب میں جاؤں گا۔ اگر گھر سے کچھ کہنا ہوتا تو دو منٹ میں بات ختم ہو جاتی اور اگر وہ کہتیں کہ کچھ نہیں کہنا' تو فرماتے کہ میں ٹہلتا ہوں پھر آپ دوسرے گھر تشریف لے جاتے اور اس طرح ۱۳ منٹ اور دو منٹ کا سلسلہ وہاں بھی ہوتا۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ میں نے ہمیشہ سے یہ عادت ڈالی ہوئی ہے کہ جب ایک گھر سے باہر قدم رکھا تو گھر کی طرف سے تمام کہی ہوئی باتیں بھلا دیتا ہوں اور ذہن خالی کر لیتا ہوں اور جب دوسرے گھر جاتا ہوں تو مجھے یاد ہی نہیں رہتا کہ پہلے گھر میں کیا کیا باتیں ہوئیں۔ کسی قسم کا تاثر لے کر نہیں جاتا۔ (اتباع سنت)

اہلیہ حکیم الامت کا اہتمام سنت

حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ..... نے ایک مرتبہ فرمایا کچھ دن تک جب بھی میں گھر جاتا تو دیکھتا کہ لوکی پکی ہوئی ہے تو میں نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے آپ روزانہ لوکی پکاتی ہیں..... تو انہوں نے کہا کہ میں نے کتاب میں پڑھا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی پسند تھی (رواہ البخاری) جب میں نے یہ پڑھا تو میں نے نوکر کو ہدایت کی کہ بازار میں لوکی ملتی ہو تو لوکی ضرور لایا کرو..... تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا گھر میں پکتا رہے..... حضرت فرماتے ہیں جب میں نے اپنی اہلیہ کے منہ سے یہ بات سنی تو میرے بدن پر ایک جھرجھری سی آ گئی..... اس خیال سے کہ اس عورت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت عادیہ کا اتنا اہتمام ہے کہ جب تک لوکی بازار میں ملتی رہے لایا کرو..... اور ہم علم کے دعوے دار ہیں ہم نے حدیثیں پڑھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پڑھے مگر ہمارے دل میں اتنا اہتمام نہیں ہے..... (شمع رسالت)

نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس دور میں اللہ تعالیٰ نے عمل اور تقویٰ کا نمونہ بنایا تھا.... ان کے ایک خلیفہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ان سے ذکر کیا کہ جب آپ بیان فرماتے ہیں اور میں آپ کی مجلس میں ہوتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس مجمع میں مجھ سے زیادہ تباہ حال شخص کوئی اور نہیں ہے اور سب سے زیادہ گنہگار میں ہوں اور دوسرے لوگوں کے مقابلے میں.... میں اپنے آپ کو جانور محسوس کرتا ہوں.... جواب میں حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی تم یہ جو اپنی حالت بیان کرر ہے ہو سچ پوچھو تو میری بھی یہی حالت ہوتی ہے.... جب میں وعظ اور بیان کرر ہا ہوتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ سب لوگ مجھ سے اچھے ہیں میں سب سے زیادہ خراب ہوں۔

ایسا کیوں تھا؟ اس لیے کہ ہر وقت ان کو یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ میرے اندر کون سا عیب ہے؟ کون سا گناہ ہے؟ میں اس کو کس طرح دور کروں؟ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیسے حاصل کروں؟ اگر انسان اپنے عیوب کا جائزہ لینا شروع کرے تو پھر دوسروں کے عیب نظر نہیں آتے اس وقت اپنی فکر میں انسان لگ جاتا ہے.... بہادر شاہ ظفر مرحوم نے کہا تھا کہ:

تھے جو اپنی برائی سے بے خبر   رہے اوروں کے ڈھونڈتے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر   تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

یعنی جب تک دوسروں کو دیکھتے رہے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ فلاں کے اندر یہ برائی ہے اور فلاں کے اندر یہ برائی ہے.... لیکن جب اپنی برائیوں پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ کوئی بھی اتنا برا نہیں ہے جتنا برا میں خود ہوں اس لیے کہ جب اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی توفیق ہوئی تو ساری گندگیاں اور برائیاں سامنے آ گئیں۔

یاد رکھئے! کوئی انسان دوسرے کی برائی سے اتنا واقف نہیں ہوسکتا جتنا انسان اپنی برائی سے واقف ہوتا ہے.... انسان اپنے بارے میں جانتا ہے کہ میں کیا سوچتا ہوں اور

میرے دل میں کیا خیالات پیدا ہوتے ہیں؟ کیسے کیسے ارادے میرے دل میں آتے ہیں؟ لیکن چونکہ اپنی طرف نظر نہیں....اپنے عیب سے بے خبر ہے....اس لیے دوسروں کے عیوب اس کو نظر آتے ہیں اس کو اپنی پرواہ نہیں ہوتی۔(اصلاحی خطبات جلد ۷ ص ۵۷)

مومنانہ فراست

صاحب اشرف السوانح تحریر کرتے ہیں۔ حضرت والا کسی پر احتساب شرعی فرمارہے تھے اور وہیں ایک اور طالب بیٹھے ہوئے تھے حضرت والا نے محض ان کے بشرہ سے محسوس فرمالیا کہ ان کے قلب میں حضرت والا کے اس احتساب کے متعلق اعتراض ہے چنانچہ حضرت والا نے ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے اقرار کیا۔

اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کے اس صدق سے تو میں بہت خوش ہوا لیکن ھل جزاء الصدق الا الصدق۔ میں بھی سچی بات عرض کئے دیتا ہوں کہ ایسی صورت میں مجھ سے آپ کو نفع نہ پہنچے گا۔ اب آپ کسی دوسرے سے رجوع کریں۔ اور اب عمر بھر نہ مجھے کبھی کوئی خط لکھیں نہ میرے پاس آئیں۔

ایک صاحب کے استفسار پر اس کے متعلق حضرت والا نے یہ تفصیل فرمائی کہ اگر شیخ کے متعلق دل میں محض وسوسہ آئے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں یا بوجہ کسی بات کے سمجھ میں نہ آنے کے استعجاب ہو تو اس کا بھی مضائقہ نہیں لیکن اعتراض اور شبہ سخت چیز ہے اس کا قلب میں پیدا ہونا نہایت درجہ مضر اور مانع استفاضہ ہے اور اگر شیخ کے کسی قول یا فعل پر بوجہ سمجھ میں نہ آنے کے استعجاب اور وسوسہ ہو تو اس کو خود شیخ ہی سے رفع نہ کرائے بلکہ دوسرے سے پوچھے ورنہ اس سے اس کے قلب میں تنگی پیدا ہوگی کیونکہ اگر اس نے جواب دیا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تم ہمارے معتقد رہو سو اس کو کیا غرض پڑی ہے کہ اس غرض سے اپنا تبریہ کرے۔ بھلا اس کی غیرت دینیہ نیز غیرت طبعیہ کب اس کو گوارا کرسکتی ہے۔

اسی طرح ایک اور صاحب پر جو اہل علم تھے حضرت والا حسب معمول بہ نیت اصلاح مواقع ضرورت میں احتسابات شرعی فرماتے رہتے تھے ان کے بشرہ سے حضرت والا کو یہ

محسوس ہو گیا کہ ان کو یہ احتسابات ناگوار ہوتے ہیں چنانچہ حضرت والا نے ان سے صاف صاف فرما دیا کہ ان احتسابات میں میری کوئی مصلحت نہیں آپ ہی کی اصلاح کی مصلحت سے میں احتسابات کیا کرتا ہوں اگر آپ کو ناگواری ہوتی ہو اور آپ یہ چاہتے ہوں کہ میرے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جائے تو آپ صاف کہہ دیں۔

چنانچہ انہوں نے ناگواری کا اقرار کر لیا اور پھر حضرت والا ان کی اصلاح سے دستکش ہو گئے اور پھر تعظیم کا معاملہ فرمانے لگے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں ان کے خطوط کے جواب میں ان کو مخدوم ومکرم لکھنے لگا لیکن اگر اپنی اصلاح کے متعلق کچھ لکھتے تو میں صاف انکار لکھ دیتا۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ سے کسی کا اپنے نفس کی چوریاں چھپانا بہت دشوار ہے۔ چنانچہ واقعی اکثر دیکھا جاتا ہے کہ حضرت والا کو طالبین کی اصل حالت کا یا تو فراست سے پتہ چل جاتا ہے یا منجانب اللہ ایسے واقعات پیش آ جاتے ہیں کہ ان کی اصل حالت کھل ہی جاتی ہے اور یہ دونوں باتیں انعام الٰہی کی اعظم افراد میں سے ہیں۔ نیز یہ بھی رات دن کا مشاہدہ ہے کہ حضرت والا اکثر یکساں احوال میں بھی مختلف معاملات فرماتے ہیں اور یہ اختلاف ہی عین مصلحت ثابت ہوتا ہے اور اس کا مدار زیادہ تر محض شہادت قلب پر ہوتا ہے۔ راز اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر وطاعت کی برکت سے حضرت والا کے قلب مطہر کو ایسا لطیف الادراک اور صحیح الحس بنا دیا ہے کہ جس کی جس وقت جیسی حالت ہوتی ہے اس کا اس وقت ویسا ہی اثر قلب پر پڑنے لگتا ہے اور اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمانے لگتے ہیں گو ظاہر میں احوال یکساں ہی نظر آئیں۔ اور جو طالب خاص اپنے حالات اور خاص اپنے ساتھ حضرت والا کے معاملات کا بغور تتبع کرے گا۔ اسکو حضرت والا کی صحت شہادت قلب کا روز روشن کی طرح مشاہدہ ہو جائے گا۔ بشرطیکہ وہ طریقے کے ساتھ کام میں مشغول ہو اور اپنی اصلاح کی دھن میں ہو لیکن احقر نے یہ بھی مشاہدہ کیا ہے کہ بعض احوال میں حضرت والا اپنی شہادت قلب پر فوراً عمل شروع نہیں فرما دیتے بلکہ اس اثر کو اپنے ذہن میں لئے رہتے ہیں اور موقع کے منتظر رہتے ہیں۔ (اشرف السوانح)

سفر کے دوران راحت

صاحب اشرف السوانح تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت والا کے ہمراہ احقر نے بہت سفر کئے۔ کبھی نہیں یاد کہ ریل میں جگہ کی تنگی پیش آئی ہو۔ حالانکہ عموماً تیسرے درجہ میں سفر فرمایا کرتے تھے جس میں عام طور سے مسافروں کا بہت زیادہ ہجوم رہا کرتا ہے۔

بعض اسٹیشنوں پر تو یہ دیکھ کر مجھ کو حیرت ہو جاتی کہ مسافروں کا ریلا حضرت والا کے پاس سے ہوتا ہوا گزرتا چلا جاتا اور ادھر رخ بھی نہ کرتا غرض نہایت آرام کے ساتھ سفر طے ہوتے تھے اور ہمیشہ ریل کے ڈبہ کے اندر بھی جماعت ہی سے نماز پڑھتے تھے اور جماعت اکثر بہت لمبی ہوتی تھی۔ اگر علاوہ رفقاء کے کچھ اور بھی مسافر ہوتے تو وہ بھی حضرت والا کا مع رفقاء کے بہت لحاظ رکھتے یہاں تک کہ ہنود پر بھی اتنا اثر ہوتا کہ بعض مواقع پر ڈبہ بدلا گیا تو جب حضرت والا دوسرے ڈبہ میں تشریف لے جانے لگے تو وہ لوگ حسرت سے کہنے لگے کہ اجی آپ کہاں چلے آپ کی وجہ سے تو یہاں بڑی رونق تھی اور بڑا نور تھا۔

اسی طرح ایک بار حضرت والا اپنے رفقاء سفر سے معمولی باتیں فرما رہے تھے تو دو ہندو جو آریہ تھے آپس میں سرگوشی کرنے لگے جس کو بعض رفیقوں نے سنا ایک نے کہا معلوم نہیں ان کی باتوں کی طرف دل کو کیوں کشش ہوتی ہے دوسرے نے کہا کہ یہ ان کے سچے ہونے کی علامت ہے سچ ہے۔

ع الفضل ماشهدت به الاعداء

(فضیلت وہی ہے جس کی گواہی دشمن دیں) (اشرف السوانح)

عنداللہ مقبولیت اور بشارتیں

صاحب اشرف السوانح لکھتے ہیں۔ حضرت والا کی مقبولیت عند اللہ کے متعلق بشارات منامیہ بھی بہت کثرت سے ہیں۔

طالبین کو کثرت سے منجاب اللہ بذریعہ سچے خوابوں کے جن کو حدیث شریف میں

مبشرات فرمایا گیا ہے حضرت والا سے رجوع کرنے کی صریح ہدایات ہوئی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں اور بعض غافلین منتسبین کو تنبیہات بھی ہوئی ہیں جن کی وجہ سے ان کی اصلاح ہوگئی ہے چنانچہ اس وقت بھی دو بالکل تازہ واقعات پیش آئے ہیں۔

ایک طالب جن کا اجمالاً اوپر بھی ذکر آچکا ہے عشق مجازی میں جس کی ابتداء دوسری طرف سے ہوئی مبتلا ہو گئے تھے اور گو بفضلہٖ تعالیٰ معصیت تک نوبت نہیں پہنچی تھی لیکن کلفت نہایت شدید تھی یہاں تک کہ زندگی سے بیزار تھے۔

کب کسی طرح اس بلا سے چھٹکارا نہ ہوسکا تو سخت پریشانی کے عالم میں حضرت والا کی خدمت میں فیض درجت میں حاضر ہوئے اور چونکہ مرض سخت اور ممتد تھا اس لئے تہیہ کر کے آئے تھے کہ جب تک اس سے نجات نہ ہو جائے گی مقیم خانقاہ ہی رہوں گا خواہ کئی سال لگ جائیں اور حضرت والا نے بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ اس مقام کو چھوڑ دیا جائے یہ صدق طلب اور فکر و اہتمام اصلاح بھی حضرت والا ہی کے تعلق کی برکت سے تھی اور ایک انہی کو کیا بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا کے اکثر منتسبین کو اللہ تعالیٰ نے صدق طلب اور اہتمام اصلاح سے نواز رکھا ہے جو کلید وصول بلکہ عین وصول ہے۔

غرض وہ طالب حاضر خدمت ہو گئے یہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی برکت سے تیسرے ہی روز اس مرض سے بالکلیہ نجات عطا فرمادی جس کی صورت یہ ہوئی کہ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا اس عورت کو جس سے قلب کو تعلق تھا جوتی سے پیٹ رہی ہیں آنکھ جو کھلی تو طبیعت بالکل صاف تھی اور پھر اس کی جانب قلب کو مطلق میلان نہ تھا۔

جب حضرت والا کو بذریعہ پرچہ اطلاع کی تو حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے غیب سے علاج کر دیا۔ غرض وہ بفضلہٖ تعالیٰ و ببرکت حضرت والا اس مرض مزمن سے اس قدر جلد اور کلی طور پر صحت یاب ہو کر واپس چلے گئے۔ مدتوں کا مرض جس کے علاج کے لئے برسوں ٹھہرنے کا قصد تھا اس طرح غیبی طور پر صرف تین دن میں جاتا رہا۔ یہ حضرت والا کی کھلی برکت ہے۔ (اشرف السوانح)

آپریشن کامیاب ہونے کی بشارت

صاحب اشرف السوانح لکھتے ہیں۔ احقر کے گھر میں ایک خطرناک آپریشن ہونے والا تھا جس سے وہ بھی اور ہم لوگ بھی سخت پریشان تھے۔ انہوں نے حضرت والا کو دعا کے لئے کہا اور خطرۂ جان کی وجہ سے کچھ مایوسانہ باتیں بھی لکھیں۔ حضرت والا نے توکلا علی اللہ تحریر فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپریشن کامیاب ہوگا اور تم یہاں آؤ گے۔ اس سے ان کو بھی اور ہم سب کو بھی بے حد تسلی ہوئی اور بفضلہٖ تعالیٰ بہ برکت ارشاد حضرت والا ایسا ہی ہوا کہ آپریشن کامیاب ہوا اور پھر کچھ عرصہ بعد حسن اتفاق سے احقر نے طویل رخصت لی جس کے سلسلہ میں وہ دو برس سے زائد مقیم تھانہ بھون رہیں۔

اسی طرح دوران تحریر سوانح ہذا میں ہفتہ عشرہ ہوا ایک شب احقر کو تبخیر کی ایسی شدید تکلیف ہوئی کہ گھبرا گیا اور یہ خیال غالب ہوگیا کہ کہیں خاتمہ تو نہیں ہو جائے گا اور مرنے کے دن تو قریب نہیں آگئے۔ دوسرے دن جو حضرت والا سے ذکر آیا تو ہنس کر فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ابھی آپ نہ مریں گے۔ اس ارشاد کو سن کر بفضلہٖ تعالیٰ وہ خیال بالکل جاتا رہا اور پھر بفضلہٖ تعالیٰ و بہ برکت ارشاد حضرت والا اس درجہ کی تبخیری کیفیت بھی نہیں ہوئی۔ فالحمد للہ۔ (اشرف السوانح)

ہندو اسٹیشن ماسٹر کا واقعہ

صاحب اشرف السوانح خواجہ عزیز الحسن مجذوب لکھتے ہیں۔ عرصہ دراز ہوا ایک بار حضرت والا بارہ پرگنہ اکبر پور ضلع کانپور تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر چونکہ بارش ہو رہی تھی اس لئے حضرت والا احتیاطاً پہلے سے عصر کے وقت ہی ریلوے اسٹیشن لال پور پر پہنچ گئے تھے حالانکہ ریل ۱۱ بجے رات کو وہاں سے کانپور کی طرف جاتی تھی۔ لال پور ایک چھوٹا سا اسٹیشن ہے اور چونکہ بارش ہو رہی تھی اس لئے سائبان کے نیچے بھی پانی بھرا ہوا تھا لیکن اتفاق سے وہاں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی اس پر حضرت والا بیٹھ گئے۔ اتنے میں وہاں کا اسٹیشن ماسٹر آیا اور حضرت والا کو گودام کے کمرے میں لے جا کر ٹھہرا دیا کیونکہ اس کے پاس

اکبر پور کے منصف صاحب نے خود ہی خط لکھ بھیجا تھا کہ حضرت والا کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ جب رات ہوئی تو اسٹیشن ماسٹر نے لالٹین جلانے کے لئے ریلوے ملازم سے کہا۔ حضرت والا کو شبہ ہوا کہ شاید ریلوے کمپنی کی لالٹین کو میرے لئے روشن کیا جائے گا جس کا بابو کو کوئی حق نہیں لیکن حضرت والا اس سے کچھ نہ فرما سکے کیونکہ یہ خیال ہوا کہ اگر میں اس سے کہتا ہوں تو یہ تو ہندو ہے اپنے دل میں کہے گا کہ مسلمانوں کے یہاں ایسی تنگی ہے ہم تو ان کی راحت کا سامان کرتے ہیں اور یہ اس کو بھی منظور نہیں کرتے پھر حضرت والا نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ آپ ہی اس سے بچایئے بس فوراً اس وقت اس بابو نے ملازم کو پکڑ کر کہا کہ دیکھو اسٹیشن کی لالٹین نہ جلانا ہماری لالٹین جلانا۔

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے حیرت ہوگئی کہ یہ تو ہندو ہے اس کو اس کا کیسے خیال ہوا لیکن وہ تو مسخر قدرت خداوندی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ خیال ڈال دیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ورنہ میں اسٹیشن کی لالٹین تھوڑا ہی اپنے پاس جلنے دیتا اندھیرے ہی میں بیٹھا رہتا۔ (اشرف السوانح)

نکسیر پھوٹنے کا واقعہ

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب لکھتے ہیں۔ ایک بار حضرت والا کے نکسیر نکلی اور بہت زیادہ نکلی اور کئی دن تک مسلسل جاری رہی بہت تدبیریں کی گئیں لیکن کسی تدبیر سے نہ رُکتی تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے اس کا سبب معلوم ہے وہ یہ کہ آجکل طبقات کبریٰ کا انتخاب کر رہا ہوں اس میں میں نے ایک بزرگ کا یہ واقعہ دیکھا کہ ان کو نماز پڑھتے وقت انگلی ناک میں ڈالنے کی عادت تھی تو اس کی منجانب اللہ ان کو بذریعہ الہام ممانعت ہوئی چنانچہ وہ رُک گئے ایک بار پھر بھول کر نماز میں ناک کی طرف ہاتھ بڑھانے لگے تو ہاتھ اکڑ گیا ناک تک پہنچ ہی نہ سکا گویا اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دستگیری فرمائی اس حکایت کو دیکھ کر مجھے بھی خیال ہوا کہ یہ عادت تو مجھ کو بھی ہے چنانچہ میں نے اس کو ترک کرنے کا تہیہ کرلیا لیکن بھول کر ایک دو بار پھر اس حرکت کا ارتکاب ہوا اور اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے یہ

نکسیر جاری کردی اور اس طرح انگلی ڈالنے ہی سے جاری ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ اپنے بندوں کی اس طرح حفاظت فرماتے ہیں۔ (اشرف السوانح)

خادم کا انتظام

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب لکھتے ہیں۔ حضرت والا نے اپنے ایسے دو بہت پرانے خادموں سے بالکل کام لینا چھوڑ دیا جن سے ہمیشہ متفرق کام لیا کرتے تھے کیونکہ ان سے اکثر غلطیاں ہو جاتی تھیں جن سے حضرت والا کو اذیت ہوا کرتی تھی اور سب سے زیادہ اذیت اس وجہ سے ہوتی تھی کہ ان کو برا بھلا کہنے کے بعد حضرت والا کو سخت افسوس ہوا کرتا تھا۔ ان میں سے ایک تنخواہ دار ملازم تھے۔ حضرت والا پھر اپنے متفرق کام خود ہی کرنے لگے لیکن جلدی ہی اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسے اسباب جمع فرمادیئے کہ حضرت والا کے پاس ہر وقت ایک بواب رہنے لگا جو علاوہ اپنے کار منصبی کے حضرت والا کے متفرق کام بھی کرتا ہے۔ پہلے تو ان خادموں سے صرف خاص خاص اوقات ہی میں اعانت ہوتی تھی اور اب تو ایک مستقل شخص حضرت والا کا ہر چھوٹا بڑا کام انجام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مستقلاً مقرر کرادیا جس سے حضرت والا کو بہت ہی راحت ہوگئی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی کارسازی ہے اور کتنی بندہ نوازی ہے۔ (اشرف السوانح)

کمال انکساری

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے خطبات ملفوظات اور جملہ تصانیف کی اصلاح کے لئے مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو مستقل خانقاہ میں ٹھہرایا ہوا تھا مولانا کی نشان زدہ اغلاط پر شرح صدر ہونے کے بعد برسر عام ان کی اشاعت کا اہتمام کیا جاتا اور ایک مستقل رسالہ بنام ترجیح الراجح شائع ہوتا جس میں اپنی اغلاط کا اعتراف اور درستگی کی نشاندہی کی جاتی۔ غور وفکر کرنے والے اہل علم کیلئے اس میں کس قدر سبق ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔

مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر ''حل القرآن'' بھی آپ نے حرفاً

حرفاً پڑھی اور اس پر مختصر مگر جامع تقریظ لکھی جو آپکی دیانت اور کمال اخلاص کا آئینہ دار ہے۔ اس جدید اور مستند تفسیر کو ادارہ نے جدید انداز میں شائع کر دیا ہے۔ (دین ودانش جلد ۶)

تالیف اشرف السوانح کا واقعہ

آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اجازت سے آپ کی زندگی میں اشرف السوانح کے نام سے آپ کی سوانح حیات لکھی۔ دوران تصنیف بڑے سائز کے صفحات لکھنے کے بعد نظر ثانی کے لئے آپ کو پیش کئے جاتے تو آپ ان کئی صفحات کے مضمون میں سے صرف مختصر قابل عمل باتیں منتخب کرتے اور باقی کو حذف کرنے کا حکم دے دیتے۔ خواجہ صاحب نے جب آپ کی کرامات کو علیحدہ عنوان کے تحت جمع کیا تو آپ نے لفظ کرامات کی جگہ انعامات الٰہیہ کا لفظ لکھ کر یہ درس دے دیا کہ ہم کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ خدائی فضل واحسان کے مرہون منت ہے۔ ایک مرتبہ کرامت کے بارہ میں یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ کرا۔مت یعنی اے اللہ مجھ سے کرامت کا ظہور ہی نہ ہو۔ یہ سب آپ کے اخلاص ہی کا منہ بولتا ثبوت ہے ورنہ آج اپنے بزرگ کی معمولی کرامت کو کس طرح مبالغہ آرائی سے پیش کیا جاتا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ (دین ودانش جلد ۶)

شیخ الاسلام

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کا مقام

جناب شید ااسرائیلی حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”میں بسلسلہ تقریر موضع ہزاری باغ گیا۔ وہاں رات کو خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ لوگوں کے ہمراہ تشریف فرما ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا ابھی تک مولانا حسین احمد مدنی تشریف نہیں لائے؟ میں نے جواباً بے ساختہ عرض کیا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ انہیں بلانے کے لیے تشریف لے گئے ہیں ابھی آتے ہوں گے۔ پھر میں نے بارگاہ عالی میں عرض کیا کہ مولانا مدنی کو بلانے کی کیا وجہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے ان سے اپنی امت کا حال دریافت کرنا ہے اتنے میں جناب تشریف لے آئے اور السلام علیکم کہہ کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالکل سامنے بیٹھ گئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک صاحب نے یا ابن عمر کہہ کر اپنے پاس بٹھالیا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ ساڑھے تین بجنے میں دو منٹ تھے۔ وضو کیا۔ دو رکعت نفل نماز شکرانہ ادا کی اور نہایت فرحت افزاء حالت میں مصلے پر ہی فجر کا انتظار کرتا رہا۔ (دینی دسترخوان جلد۲)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا جذبہ اکرام

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں ایک

مہمان آیا جس کے کپڑوں میں بھی بدبو آتی تھی اور بے انتہا جوئیں اس کے کپڑوں میں تھیں جس جگہ بیٹھتا سو پچاس جوئیں جھڑ جاتیں ۔ مہمان خانہ میں کوئی پاس نہ پھٹکنے دیتا لیکن حضرت مدنیؒ نے اس کو اپنے برابر بٹھا کر کھانا کھلایا اور منہ ہاتھ صاف کرنے کے لئے اپنا تولیہ عنایت فرمایا چنانچہ حضرت کے کپڑوں پر بہت سی جوئیں چڑھ گئیں جن کو آپ نے اندر تشریف لے جا کر صاف کرایا۔

فائدہ: سبحان اللہ مہمانوں کی اس قدر دلداری اور ان کا اتنا خیال۔ حضرت مدنیؒ کا دستر خوان اتنا وسیع تھا کہ دس بیس ہی نہیں بلکہ دو دو سو اور تین تین سو مہمان ہو جاتے تھے کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ کے در دولت سے کوئی مہمان بھوکا آیا ہو اگر کوئی مہمان کھانے کے وقت دستر خوان پر نہ ہوتا تو تلاش کراتے تھے۔ انفاس قدسیہ.... (حکایات اسلاف)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ جب مدرسے میں درس حدیث پاک دینے تشریف لے جاتے تو روزانہ نئے دھلے ہوئے کپڑے پہنتے اور خوب عطر لگاتے... جس راستے سے آپ گزرتے اس راستے میں خوب خوشبو پھیلی ہوئی ہوتی... چونکہ عوام الناس بھی درس سننے آتے تھے... تو خوشبو سے لوگ اندازہ کر لیتے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ درس دینے کیلئے تشریف لے گئے ہیں تو وہ جلدی جلدی چلنے لگتے...

ایک دن آپ درس کیلئے تیار ہو رہے تھے کہ کسی ریاست کا نواب آ گیا جو آپ کو اپنے ہاں لے جانا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا درس سے فارغ ہو کر چلیں گے تو دوران تیاری جب طالب علم نے الماری سے خالص کستوری کے عطر کی شیشی نکالی اس وقت جس کی قیمت 90 روپے تھی وہ نواب سمجھا شاید کچھ کپاس کو لگا کر کان میں رکھیں گے ... مگر طالب علم نے حسب معمول پوری شیشی ہاتھ پہ ڈال کر حضرت مدنیؒ کے کپڑے اور بالوں اور داڑھی مبارک کو لگا دی نواب حیران ہوا... اس نے کہا حضرت یہ تو اتنی قیمتی ہے۔ فرمایا ہاں بھائی جس کیلئے لگاتا ہوں وہ خود انتظام کر دیتا ہے خیر نواب بھی درس میں شریک ہوا۔ درس

سے فارغ ہو کر وہ موٹر میں حضرت کو لے کر روانہ ہوا۔ درس حدیث کا اس کے دل پر کوئی ایسا اثر ہوا کہ دوران سفر کہتا ہے کہ حضرت جب تک میں زندہ ہوں یہ عطر کی خدمت میرے ذمہ ہے۔ ہر ماہ تین شیشیاں عطر کی پیش کیا کروں گا۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ میاں! جس کیلئے لگا تا ہوں وہ خود انتظام فرما دیتے ہیں... آج میرے پاس یہ آخری شیشی تھی... سبحان اللہ... (عجیب وغریب واقعات)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے اخلاق کریمانہ کا واقعہ

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ بہاولپور سے حضرت کے یہاں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب تشریف لائے وہ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے عرض کر رہے ہیں کہ حضرت! امرتسر کے ایک صاحب مجھے اپنا بیتا واقعہ سنا رہے تھے کہ ہم نے حضرت مدنیؒ کے ساتھ جو گستاخیاں کی ہیں ان کی سزا دنیا ہی میں مل گئی کہ جس طرح ہم نے حضرت کے ساتھ ننگا ناچ ناچا تھا ہماری بہو بیٹیوں کو ہمارے سامنے بالکل برہنہ کر کے سربازار نچایا گیا ہائے افسوس اگر اللہ تعالیٰ مجھے پَر دیدیتا تو اڑ کر جاتا اور حضرت مدنیؒ سے معافی طلب کرتا (حضرت نے اس واقعہ کو سنا اور افسوس کیا اور معاف کر دیا)۔ (از دامانی صاحب)

آج بھی ایک بستی میں ایک صاحب حیات ہیں، یہ صاحب حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایسی بڑی سڑی گالیاں دیا کرتے تھے کہ دل لرزنے لگتا تھا، قدرت نے ان سے انتقام لیا کہ اب سے ایک سال پیشتر ان کے چہرے پر آبلے ایسے پڑے کہ تمام منہ سوج گیا اور بالکل توے کی مانند سیاہ ہو گیا، آج بھی یہ صاحب باوجود طبیب ہونے کے اپنے سیاہ چہرے کو عبرت کا منظر بنائے ہوئے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ مجھے مولانا مدنیؒ کو گالیاں دینے کی سزا ملی ہے۔ (برداشت کے حیرت انگیز واقعات)

لاش تک نہ ملی

مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی تحریر فرماتے ہیں۔

(اس) واقعہ کے راوی جالندھر کے ایک نوجوان مولوی محمد اکرام صاحب قریشی ہیں

جو حمید نظامی مرحوم کے جگری دوست مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن میں ان کے دست و بازو اسلامیہ کالج کے فارغ اور لیگ کے آغاز سے آج تک اس کے حامی چلے آتے ہیں، وہ مولانا مدنی اور ان کے مدرسہ فکر کے کبھی ہم خیال نہیں رہے بلکہ ان نوجوانوں میں سے تھے جنہیں جالندھر میں لیگ کا ہراول دستہ کہا جاتا تھا۔

اس واقعہ کے راوی یہی محمد اکرام قریشی ہیں جن کو لاہور کے احباب ڈاکٹر بھی کہتے ہیں اور آج کل بیڈن روڈ لاہور میں رہ رہے ہیں، ان کی روایت کے مطابق اس واقعہ کے کئی راوی اب تک بقیدِ حیات ہیں (ان کا بیان ہے کہ) ابھی پاکستان نہیں بنا تھا اور ۱۹۴۶ء کے انتخابات کا زمانہ تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ پنجاب یا سرحد کے سفر سے واپس جا رہے تھے جالندھر کے اسٹیشن پر یہی نوجوان مسٹر شمس الحق کے ہمراہی میں اپنے رہنماؤں کے استقبال کے لئے گئے ہوئے تھے۔ رہنما کسی وجہ سے نہ پہنچ سکے، شمس الحق کی نظریں مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ پر پڑ گئیں وہ اپنے ساتھ کے نوجوانوں کو لے کر ان کے ڈبے پر چڑھ دوڑا، نعرے لگائے سب وشتم کیا حتیٰ کہ ڈاڑھی کو پکڑ کر کھینچا، ایک بیان کے مطابق رخسار پر طمانچہ مارا مولانا صبر کی تصویر تھے آہ تک نہ کی۔ اس کارنامہ کے بعد شمس الحق یا اس کے کسی ساتھی نے یہ واقعہ مولانا عظامی سے بیان کیا جو جالندھر لیگ کے نائب صدر تھے انہوں نے سنتے ہی کانپ کر پوچھا کیا یہ صحیح ہے؟ جب تصدیق کی گئی تو ان پر رعشہ سا طاری ہو گیا۔ اکرام قریشی کہتے ہیں کہ وہ کانپ رہے تھے اور انہوں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا: اگر یہ سچ ہے تو جس نے حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے اس کی لاش نہیں ملے گی اس کو زمین جگہ نہیں دے گی۔ عظامی کانپ رہے تھے ان کا چہرہ اشکبار تھا اور آنکھیں پُرنم تھیں۔

آپ جانتے ہیں کہ یہ شمس الحق کون تھا؟ یہ وہی نوجوان ہے جو لائل پور میں قتل و خون کا شکار ہو گیا، جس کی نعش کا پتہ نہ چلا، کفن ملا نہ قبر، اس واقعہ کو تقریباً گیارہ بارہ سال ہو چکے ہیں، روایتوں پر روایتیں آتی رہیں، خود لیگ کے زعماء مہر بلب رہے، کسی نے کہا بھٹہ میں زندہ جلا دیا گیا۔ کسی نے کہا لاش کے ٹکڑے کر کے دریا برد کر دیا گیا جتنے منہ اتنی باتیں۔ پولیس نے انعام بھی رکھا، سب کچھ کیا لیکن شمس الحق کا سراغ نہ ملا۔" (ہفت روزہ چٹان لاہور، مارچ ۱۹۶۳ء)

جذبہ مہمان نوازی

دیو بند کے ایک صاحب جو آج بھی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے دستر خوان پر کھاتے ہیں اور برسوں سے کھاتے چلے آ رہے ہیں ایک دن جب آپ نے ان کو دستر خوان پر نہ دیکھا تو دریافت کیا کہ:۔ ''وہ صاحب کہاں ہیں؟''

خدام میں سے کسی نے عرض کیا:۔ ''حضرت! فلاں آدمی نے اُن کو جھڑک دیا''

پس پھر کیا تھا حضرت آگ بگولا ہو گئے اور دستر خوان سے اُٹھ کھڑے ہوئے چاروں طرف آدمی دوڑا دیئے حتیٰ کہ اس آدمی کے گھر تشریف لے گئے اور اپنے ساتھ لا کر کھانا کھلایا۔ (انفاس قدسیہ)

حضرت مدنی رحمہ اللہ

حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذ رشید حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بھی اپنے استاد کی خدمت میں خود کو وقف کر دکھایا اور جب حضرت شیخ الہندؒ کو جزیرہ مالٹا کی جیل میں قید کیا گیا تو وہاں سخت سردی کی راتوں میں حضرت مدنیؒ رات بھر لوٹے میں پانی لئے اپنے پیٹ کے ساتھ لگائے رکھتے تاکہ صبح حضرت شیخ الہندؒ کو وضو کے لئے تکلیف نہ ہو حالانکہ اس طرح رات بھر جاگنے سے پانی کی ٹھنڈک برائے نام ختم ہوتی تھی لیکن خدمت کو دیکھئے اپنے محبوب استاد کی خدمت میں جانے کتنی راتیں حضرت مدنیؒ کو سونا نصیب نہ ہوا۔ اور یوں رات بھر پانی سینے پر لگائے رکھنے سے سینہ پر ایک واضح نشان پڑ گیا تھا مزید برآں یہ کہ جب حضرت شیخ الہندؒ کو انگریز کی طرف سے گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا اور آپؒ کو قید کر لیا گیا تو حضرت مدنیؒ نے خود درخواست دے کر اپنے آپ کو پیش کیا کہ استاد کے ساتھ مجھے بھی قید کر لیا جائے اور یوں خود کو شدید مشقت میں ڈالا اور خدمت استاد کی بے نظیر تاریخ رقم کر ڈالی۔

(شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے چند واقعات)

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کا جذبہ خدمت

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یوپی میں ایک جگہ میری

تقریر تھی۔ رات کو تین بجے تقریر سے فارغ ہو کر لیٹ گیا۔ ابھی میں نیم غنودگی کی حالت میں تھا کہ مجھ کو محسوس ہوا کہ کوئی میرے پاؤں دبا رہا ہے۔ میں نے کہا کہ لوگ اسی طرح دباتے رہتے ہیں۔ کوئی مخلص ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مٹھی تو عجیب قسم کی ہے۔ باوجود راحت کے نیند رخصت ہوتی جا رہی تھی۔ سر اُٹھایا تو دیکھا حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ فوراً پھڑک کر چارپائی سے اتر پڑا اور ندامت سے عرض کیا۔ حضرت! کیا ہم نے اپنے لیے جہنم کا خود سامان پہلے سے کم کر رکھا ہے کہ آپ بھی ہم کو دھکا دے کر جہنم بھیج رہے ہیں۔ شیخ نے جواباً فرمایا آپ نے دیر تک تقریر کی تھی۔ آرام کی ضرورت تھی اور آپ کی عادت بھی تھی اور مجھ کو سعادت کی ضرورت ساتھ ہی نماز کا وقت قریب تھا۔ میں نے کیا غلطی کی ہے۔ (شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے چند واقعات)

ایثار

استاد العرب والعجم حضرت مدنی کا معمول تھا کہ عشاء کے بعد سے بارہ بجے تک حدیث کی سب سے بڑی مہتم بالشان کتاب بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ مولانا فیض اللہ، حضرت مرحوم کو لالٹین دکھانے پر مأمور تھے، ان کا بیان ہے، ایک رات حضرت نصف شب کو سردی کے موسم میں مہمان خانہ میں تشریف لائے، دیکھا کہ ایک صاحب خستہ حال بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ان سے پوچھو کہ کیوں بیٹھے ہیں۔ اور پھر خود ہی جا کر پوچھا تو اس مہمان نے جواب دیا کہ کسی صاحب نے مجھے دسترخوان سے اٹھا دیا اور میرے پاس لحاف بھی نہیں ہے۔ حضرت پر بڑا اثر پڑا۔ بار بار ان کا نام پوچھا مگر پتہ نہ چلا۔ فوراً اندر تشریف لے گئے اور کھانا لے کر خود باہر تشریف لائے اور جب تک اس مہمان نے کھانا نہیں کھایا آپ باہر ہی بیٹھے رہے۔ سارے مہمان اور اہل خانہ سو چکے تھے حضرت اندر گئے اور اپنا بستر اٹھا لائے اور اس کو بچھا دیا اور خود ساری رات عبا اوڑھ کر گزار دی۔ مولانا فیض اللہ جو حضرت کے شاگرد ہیں، کا بیان ہے کہ میں نے بہت اصرار کیا اور چاہا کہ اپنا بستر لے آؤں اور حضرت آرام فرمائیں مگر اس پیکرِ سنت نے گوارا نہ کیا۔ (شیخ الاسلام مولانا حسین رحمہ اللہ کے چند واقعات)

کمال قناعت وایثار

قاضی ظہور الحسن صاحب سیوہاروی تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے میرے دیرینہ دوستانہ تعلقات تھے، مگر ملاقات کا اتفاق کم ہوتا تھا۔ ۱۹۲۰ء میں سیوہارہ میں عظیم الشان جلسہ ہوا میں اس کا ناظم تھا۔ ہندوستان کے مشہور ہندو مسلمان لیڈر اور علماء نے اس میں شرکت کی۔ میں نے تمام مدعوئین کو سیکنڈ کلاس کا کرایہ ایک خادم کا کرایہ اور کچھ زائد خرچ بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دیا تھا۔ حضرت مولاناؒ اس زمانہ میں کلکتہ میں مقیم تھے ان کو بھی مدعو کیا گیا تھا اور بحساب بالا منی آرڈر بھیج دیا گیا تھا۔ کلکتہ سے سیوہارہ تک میل ٹرین کا چھبیس گھنٹہ کا سفر ہے مولانا بہ نفس نفیس تشریف لائے کوئی خادم وغیرہ ساتھ نہ تھا۔ کیمپ پہنچتے ہی سب سے پہلے حضرت نے دریافت فرمایا کہ ناظم صاحب کا دفتر کہاں ہے؟ میرے پاس دفتر تشریف لائے اور سلام و مصافحہ کے بعد میز پر ایک پرچہ اور کچھ روپے رکھ کر قیام گاہ تشریف لے گئے۔

پرچہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مولانا نے تھرڈ کلاس میں سفر کیا ہے اور ناشتہ وغیرہ میں صرف سات آنے خرچ کئے ہیں۔ اجلاس میں شریک ہونے والے کسی بھی لیڈر یا عالم نے ایسی کفایت شعاری کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ جب واپسی کا وقت آیا تو ممبران جلسہ نے طے کیا کہ مولانا کو سو روپے رخصتانہ میں پیش کئے جائیں اور جب میں نے مذکورہ قرار داد کے مطابق رقم پیش کی تو مولانا نے فرمایا کہ جو پرچہ میں نے آپ کو دیا تھا کیا وہ گم ہو گیا؟ میں نے کہا کہ موجود ہے شامل حساب ہے! تو فرمایا کہ کیا آپ نے اسے دیکھا نہیں؟ میں نے کہا کہ اس کو میں نے دیکھا ہے اور رجسٹر حساب میں اسے درج کرایا ہے! فرمایا: پس مجھے اسی قدر دید یجئے! میں نے عرض کیا کہ کمیٹی نے جو کچھ تجویز کیا ہے میں اسے پیش کر رہا ہوں اور آپ کو بھی کمیٹی کی تجویز کو قبول کرنا چاہئے! فرمایا: کمیٹی میں کتنے ممبر ہیں؟ میں نے کہا: ہم سات آدمی ہیں۔ فرمایا اس جلسہ پر جو روپیہ خرچ ہو رہا ہے وہ آپ ہی صاحبوں کا ہے یا عام چندہ سے ہے؟ میں نے کہا: عام چندہ ہے! فرمایا: پھر آپ کو اس طرح صرف

کرنے کا حق نہیں ہے! میں نے کہا کہ پبلک نے ہمیں اختیار دیا ہے! کہنے لگے کہ پبلک نے آپ کو یہ سمجھ کر اختیار دیا ہے کہ آپ حضرات کفایت شعاری کے ساتھ واجبی طور پر خرچ کریں گے۔ لہٰذا آپ اس بیدردی کے ساتھ خرچ کرنے کے مختار و مجاز نہیں ہیں۔ میں نے کچھ اور کج بحثی کرنی چاہی مگر حضرتؒ نے (فیصلہ کن انداز میں) فرمادیا کہ میں اس سے زیادہ نہیں لوں گا۔ (قاضی ظہور الحسن صاحب سیوھاروی)

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی ایک مرتبہ ٹرین کا سفر کر رہے تھے گرمی کا موسم تھا، ایک انگریز اپنی میم کے ساتھ سامنے کی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ حضرت خاموش بیٹھے رہے، تو انگریز صاحب کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نا میں ان مولوی صاحب سے بات چیت کروں۔

چنانچہ اس نے مسئلہ چھیڑ دیا، مولانا! آپ لوگ عورت کو گھر کی چار دیواری میں قید کر دیتے ہیں۔ باہر نکلتی ہے تو اس پر کفن کی طرح پردہ لپیٹ دیتے ہیں۔ ہم نے دیکھو عورت کو کتنی آزادی دی ہے۔ یہ میری بیوی ہے اور دیکھو، یہ کتنے خوبصورت کپڑے پہن کے میرے ساتھ چل رہی ہے۔ ہم تو شانہ بشانہ عورت کے ساتھ چلتے ہیں۔ اب اس نے ایسی ایسی باتیں کرنی شروع کر دیں۔ اصل میں وہ ''حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تنگ کرنا چاہ رہا تھا۔ حضرت خاموشی سے اس کی بات سنتے رہے۔ پسینہ آ رہا ہے، گرمی کا موسم ہے اور پھر وہ انگریز باز بھی نہیں آ رہا تھا۔ حضرت نے کافی دیر تو صبر کیا پھر ساتھ شاگرد بیٹھا تھا اس شاگرد کو کہا کہ بھائی گرمی کا موسم ہے، ذرا شکنجبین بناؤ اور پلاؤ۔ اس نے شربت بنایا، پھر اس میں اس نے برف ڈالی پھر اس میں لیموں نچوڑے۔ اب جب وہ لیموں نچوڑ رہا تھا نا تو انگریز صاحب بھی اس شربت کو للچاتی نظروں سے دیکھ رہے تھے، تو جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ یہ بار بار ادھر دیکھ رہا ہے شکنجبین کی طرف۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ آپ اس شربت کی طرف بار بار کیوں دیکھ رہے ہیں؟ اس نے کہا: جی گرمی کا موسم ہے

لیموں چیز ہی ایسی ہے کہ گرمی کے موسم میں اس کو دیکھ کر منہ میں پانی آ ہی جاتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بالکل اسی طرح عورت چیز ہی ایسی ہے کہ بے پردہ ہو تو اس کو دیکھ کر مرد کے منہ میں پانی آ ہی جاتا ہے۔ اب جو یہ جواب سنا تو بے چارے نے شرم سے سر جھکا لیا۔ آج مٹھاس کا نام لے لو، دل متوجہ ہوتا ہے، کھٹاس کا نام لے لو، دل متوجہ ہوتا ہے۔ تو بے پردہ عورت اگر پھرے گی تو نوجوان لوگوں کے دل کیوں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔ (خطبات فقیر ج 30 ص 204)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور اتباع سنت

حضرت مدنی رحمہ اللہ آخر میں کافی عرصہ شدید علیل رہے اس دوران مرض گھٹتا بڑھتا رہا.... ایک مرتبہ مرض بڑھا وہ بھی اس قدر کہ شب و روز یکساں نہایت اضطراب کے عالم میں گذرنے لگے اگرچہ آپ کی لغت میں آرام ایک بے معنی لفظ سے زیادہ اہمیت نہ رکھتا تھا لیکن اب آپ مجبور تھے کہ تمام مشاغل سے کنارہ کشی اختیار فرمائیں اور بستر سے جدا نہ ہوں مگر یہ مجبوری خارجی مشاغل تک محدود تھی لیکن تسبیح و تہلیل .... ذکر عبادت کا سلسلہ اب بھی جاری تھا بلکہ اس میں اضافہ ہو گیا تھا.... سنن و مستحبات تک کی پابندی بدستور تھی کمزوری کا یہ حال تھا کہ بغیر سہارا بیٹھ نہ سکتے تھے مگر غذا کے وقت تکیہ سے علیحدہ ہو جانا ضروری تھا.... سب کا اصرار ہوتا کہ تکیہ کی ٹیک لگا کر کھانا کھالیں مگر صاف فرما دیتے .... "نہیں بھائی! یہ سنت کے خلاف ہے.... (ماہنامہ "محاسن اسلام" جون 2008ء)

کمال اخلاص کا واقعہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ مرض الموت میں کچھ دنوں مدرسہ تشریف نہ لے جاسکے اور جب تنخواہ آئی تو واپس فرما دی اللہ اکبر یہ ہے وہ مقام جہاں کم سے کم آج کے دور زر پرست میں جبرائیل کے پر جلنے کا محاورہ بولا جاسکتا ہے کیا اسے انتہائی تقویٰ اور دیانت کے سوا بھی کچھ کہا جائے گا تنخواہ تو درکنار اگر مدرسہ سے وہ اپنی بیماری کے دنوں میں علاج و معالجے کیلئے بھی کچھ زائد رقم لے لیتے تو انصاف و دیانت کے منافی نہ

ہوتا.....آخر جس درسگاہ کی خدمت میں انہوں نے اپنی بہترین عمر صرف کردی اور جس درسگاہ کو ان کے توسل نے شہرت وعظمت اور مال ومنال سب ہی چیزوں سے بہرہ ور کیا انصافاً ان کا حق نہ ہوتا کہ عمر ضعیفی میں اپنی جائز ضروریات اس سے حاصل کریں لیکن یہی وہ مقام ہے جہاں سے تقویٰ اور اباحت کے دو جداگانہ راستے پھٹتے ہیں اور شیخ مدنی نے تقویٰ کا راستہ اختیار کیا اس تفصیل کو بھی نظر میں رکھیئے کہ یہ اس تنخواہ کو نہ لینے کا ذکر ہے جو عام قانون مدرسہ کی رو سے ان کا جائز قانونی حق تھا..... یہ ایسی چیز نہیں تھی کہ حضرت کے بلند مقام ومنصب کی رعایت سے انہیں دی جارہی ہو بلکہ وہ چیز تھی جسے مدرسہ کا ہر ملازم آئینی طور پر وصول کرتا ہے اور جس کے وصول کرنے میں دین ودنیا کسی بھی لحاظ سے انگلی اٹھانے کی گنجائش نہیں لیکن شیخ نے صاف کہہ دیا:..... "جب میں پڑھا نہیں رہا ہوں تو تنخواہ کیسی"

مجلس شوریٰ نے طے کیا کہ کسی نہ کسی طرح ان کا یہ جائز حق انہیں پہنچادینا چاہیۓ لیکن ایک مرد عزیمت کوش کو اس کے فیصلے سے ہٹانا اتنا آسان نہ تھا کہ جس کا جی چاہے جاکر معاملہ نمٹا دے حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کو یہ کام سونپا گیا کہ کسی مناسب وقت میں وہی حضرت کو سمجھائیں اور ایک ہزار سے کچھ زائد کی یہ رقم اُن کے حوالے کردیں حضرت مہتمم صاحب اس فکر میں رہے کہ شیخ کی طبیعت کچھ سہولت پر ہو تو اظہار مدعا کریں لیکن اللہ کو یہ منظور نہیں تھا اور گفتگو کا مناسب موقع میسر آنے سے پہلے ہی انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے یہاں بلالیا..... بعد میں حضرت مہتمم صاحب شیخ کی زوجہ مکرمہ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور فرض تعزیت ادا کرنے کے بعد کہا کہ:.....

"وہ رقم آپ لے لیں کیونکہ وہ شیخ کا قطعاً قانونی اور جائز حق ہے"

اس پر جو جواب زوجہ مکرمہ نے دیا وہ بھی واقعی ان کی عظمت وخصوصیت کے عین مطابق ہے.....ایک وسیع القلب.....فراخ حوصلہ.....سیر چشم اور زاہد ومتقی شیخ کی حرم محترم کو بے شک اتنا ہی اونچا ہونا چاہیۓ انہوں نے فرمایا:..... "آپ سب کچھ ٹھیک کہتے ہیں مگر جب انہوں نے ہی زندگی میں یہ رقم نہیں لی تو ہم ان کے بعد اسے کیسے لے سکتے ہیں"

حضرت مہتمم صاحب نے بہت کچھ سمجھایا اور ظاہر ہے کہ اُن کے حسن کلام.....رعنائی گفتار اور قوت استدلال کا کہنا ہی کیا ہے مگر رقم نہیں لی گئی اور خاتون ذی جاہ نے ثابت کر دیا کہ ایک مخلص دریا دل اور خدا پرست مرد مومن کے اہل و عیال اس کی خصوصیات کا گہرا اثر قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتے.....(ماہنامہ تجلی دیوبند ص ۱۴)

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا کمال تواضع

مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے... لاہور دہلی مسلم ہوٹل میں برس ہا برس خطیب رہے... ان کا بیان ہے کہ... میں مدینہ منورہ حاضر ہوا... اور مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قیام کیا... ایک روز جب مولانا کے ساتھ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کے لیے گیا... تو میں نے مولانا کا جوتا اُٹھا لیا... مولانا اس وقت تو خاموش رہے۔ دوسرے وقت جب ہم نماز پڑھنے کے لیے گئے تو مولانا نے میرا جوتا اُٹھا کر سر پر رکھ لیا۔ میں پیچھے بھاگا۔ مولانا نے تیز چلنا شروع کر دیا۔ میں نے کوشش کی کہ جوتا لے لوں۔ لیکن نہیں لینے دیا۔ میں نے کہا کہ خدا کے لیے سر پر تو نہ رکھئے۔ فرمایا کہ عہد کرو کہ آئندہ حسین احمد کا جوتا نہ اُٹھاؤ گے۔ میں نے عہد کر لیا تب جوتا سر پر سے اُتار کر نیچے رکھا... (یادگار واقعات)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی سخاوت کا واقعہ

ایک دن دیوبند کے ایک صاحب نے آ کر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے سامنے اپنی ضرورت کا اظہار کیا اور کچھ رقم طلب کی حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فوراً ہی پانچ روپے عنایت فرمائے...

کسی نے عرض کیا کہ:... ''حضرت! یہ شخص تو علماء کو گالیاں دیتا ہے..''

آپ نے فرمایا:... ''اسی وجہ سے تو میں نے اس کو روپے دیئے ہیں...اس کو خیال تو ہوگا کہ علماء سے روپے ملتے ہیں ان کو گالیاں نہ دینی چاہئیں... (انفاس قدسیہ)

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے آخری کلمات

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی (۱۹۰۵ء) کے مرید وخلیفہ اجل، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی (۱۹۲۰ء) کے شاگرد اور ممتاز عالم دین، ''دنیا امتحان کی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں جن پر نعمتوں کی بارش ہوتی ہے ان پر مصیبتیں بھی آتی ہیں، بندہ کا کام ہے صبر وشکر سے کام لے، ہر حالت میں راضی برضا رہے یہی امتحان کی کامیابی ہے'' اہلیہ محترمہ یہ الفاظ سنتی ہیں تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے، فوراً انہیں تسلی دی اور فرمایا ''فکر کی کوئی بات نہیں میرا مرض بہت جلد جاتا رہے گا، ان شاء اللہ صحت ہو جائے گی گھبرانے کی کوئی بات نہیں، یہ نصیحت تو اس لئے ہے کہ اسلام کی تعلیم ہے جو ہمیشہ یاد رہنی چاہئے'' اس کے بعد چادر تان کر آرام فرمانے لگے تھوڑی دیر بعد نماز ظہر کا وقت ہو گیا، دیکھا گیا تو حالت نیند ہی میں روح پرواز کر چکی تھی۔ (دین ودانش جلد ا)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا عشق وادب

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ.... جو صاحب ان کے ساتھ تھے مدینہ منورہ میں انہوں نے بتلایا کہ مولانا روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوتے تھے.... گردن جھکی ہوئی بالکل خاموش.... آواز نہیں نکالتے تھے ادب کی وجہ سے.... آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے.... ایک ڈیڑھ گھنٹہ بالکل اسی طرح کھڑے رہتے تھے صلوٰۃ و سلام پڑھتے تھے کیا یہ سب کچھ بغیر عشق کے ہوتا تھا؟ محبت وعشق اصل تو قلب میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا اثر سارے جسم پر ہوتا ہے۔ آنکھوں پر بھی.... وہ اتباع سنت کرتی ہیں.... کانوں پر بھی وہ اتباع سنت کرتے ہیں.... زبان پر بھی کہ اتباع سنت اس کے اندر آ جاتا ہے۔ ہر چیز کا یہی حال ہے.... صرف نام اہل سنت رکھنے سے اتباع سنت نہیں ہوتا.... (سرمایہ عشاق)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا حسن کردار

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت مدنیؒ آخری حج سے

تشریف لا رہے تھے تو ہم لوگ اسٹیشن پر شرف زیارت کے لئے گئے حضرت کے متوسلین میں سے ایک صاحبزادہ محمد عارف ضلع جھنگ، دیوبند تک ساتھ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی تھے۔ جن کو ضرورت فراغت لاحق ہوئی۔ وہ رفع حاجت کے لئے گئے اور الٹے پاؤں بادل ناخواستہ واپس ہوئے حضرت مولانا مدنی سمجھ گئے۔ فوراً چند سگریٹ کی ڈبیاں ادھر ادھر سے اکٹھی کیں اور لوٹا لے کر پاخانہ میں گئے اور اچھی طرح صاف کر دیا۔ اور ہندو دوست سے فرمانے لگے، جایئے پاخانہ تو بالکل صاف ہے۔ نوجوان نے کہا کہ مولانا میں نے دیکھا ہے، پاخانہ بالکل بھرا ہوا ہے۔ قصہ مختصر وہ اٹھا اور جا کر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا۔ بہت متاثر ہوا۔ اور بھرپور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے باہر ہے۔ اسی واقعہ کو دیکھنے پر یا اس طرح کے کسی دوسرے موقع پر اسی ڈبہ میں خواجہ نظام الدین تونسوی مرحوم نے اس ڈبہ میں ایک ساتھی سے پوچھا کہ کھدر پوش کون ہے۔ جواب ملا کہ یہ حسین احمد مدنی ہیں۔ تو خواجہ صاحب مرحوم بے اختیار ہو کر حضرت مدنی کے پاؤں سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ حضرت نے جلد پاؤں چھڑائے اور پوچھا کیا بات ہے تو خواجہ صاحب نے کہا سیاسی اختلافات کی وجہ سے میں نے آپ کے خلاف فتوے دیئے اور برا بھلا کہا۔ اگر آج آپ کے اس اعلیٰ کردار کو دیکھ کر تائب نہ ہوتا تو شاید سیدھا جہنم میں جاتا۔ حضرت نے فرمایا: میرے بھائی میں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے۔ اور وہ سنت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یہودی مہمان نے بستر پر پاخانہ کر دیا تھا۔ صبح جلدی اٹھ کر چلا گیا۔ جب اپنی بھولی ہوئی تلوار لینے واپس آیا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اپنے دست مبارک سے بستر دھو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔ (خدمت خلق ایک عظیم عبادت)

خود جا کر پانی پلایا

ایک مرتبہ ایک خستہ حال شخص جو کہ قوم کا گندھیلا (غیر مسلم) تھا دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ مجھے پانی پلا دو! حضرت کے گرد و پیش بہت سے آدمی بیٹھے تھے مگر اتفاق سے کسی کو خیال نہیں آیا۔ حضرت اس کی آواز سن چکے تھے خود اٹھے اور جا کر نل سے لوٹے میں

پانی بھرنا شروع کر دیا۔ اب تو ہر شخص کو تنبہ ہوا اور ہر شخص نے آپ سے لوٹا لینا چاہا مگر کسی کو نہیں دیا اور خود جا کر اس شخص کو پانی پلایا۔ (مولانا فضل الکریم صاحب حسینی)

شاگرد کی خدمت

اسارت کراچی کے زمانہ میں مشہور لیڈر مولانا محمد علی صاحب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر قرآن کریم پڑھتے تھے اور حضرتؒ کا بیحد احترام فرماتے تھے۔ اس کے باوجود حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ میں خدمت خلق کا جو بے پناہ جذبہ تھا اس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہوتا ہے۔ مولانا محمد علی صاحب مرحوم کو کثرت بول کا عارضہ تھا جس کی بنا پر آپ نے پیشاب کے لئے برتن اپنے کمرے ہی میں رکھوالیا تھا۔ یہ برتن اکثر و بیشتر پیشاب سے بھرا رہتا تھا لیکن مولانا محمد علی صاحب مرحوم جب علی الصباح بیدار ہوتے تو وہ برتن پیشاب سے خالی اور دھلا ہوا صاف ستھرا نظر آتا۔ کافی عرصہ تک یہ معمہ ان کی سمجھ میں نہ آیا اتفاق سے ایک رات عین اس وقت آنکھ کھل گئی جب کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس برتن کو صاف کرنے کی غرض سے لئے جا رہے تھے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ مخدوم جہاں خادم بنے ہوئے ہیں۔ (انفاس قدسیہ)

غریب مزدور کے مکان پر تشریف آوری و معذرت

دیو بند کا واقعہ ہے میدو پلے دار نے ایک مرتبہ حضرت کی دعوت کی اور وقت پر حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ حضرت! کھانا تیار ہے تشریف لے چلئے۔ حضرت کے یہاں اس وقت مہمانوں کا بہت کافی ہجوم تھا اور حضرت کسی کام میں مصروف تھے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ میرا اس وقت جانا نہیں ہو سکتا تم کھانا یہیں بھیج دو چنانچہ میدو دیگ لے کر حاضر ہو گیا۔

دوسرے دن نماز فجر کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ خلاف توقع اور اچانک میدو کے مکان پر پہنچ گئے اور دروازے کی کنڈی جا کھٹکھٹائی۔ میدو نے دروازہ کھولا تو دیکھتا کیا ہے کہ حضرت بذات خود دروازے پر کھڑے ہیں وہ بیچارہ کچھ مسرت اور کچھ شدت تاثر سے رونے لگا اور آپ کو مکان میں لے گیا۔ حضرت نے فرمایا: بھائی! تم غریب آدمی ہو۔ میں نے کل تمہارے یہاں آنے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ تم خواہ مخواہ زیر بار ہوتے۔ (انفاس قدسیہ بحوالہ دامانی صاحب)

ایثار وانکسار

ترک عہد حکومت کی بات ہے کہ مدینہ منورہ میں علاوہ احناف دیگر مسلک کے مفتیان کرام بھی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ مفتی احناف بہت ضعیف و کمزور تھے اس لئے ان سے کما حقہ محنت کے ساتھ تحقیق و تدقیق مسائل کا کام انجام نہیں پاتا تھا اس لئے ان کے فتویٰ ویسے مدلل اور محققانہ نہیں ہوتے تھے جیسے کہ مفتی شوافع وغیرہ کے۔ حضرت کا قیام اس زمانہ میں مدینہ منورہ ہی میں تھا۔ آپ سے احناف کی یہ سبکی دیکھی نہ گئی اور ایک دن مفتی احناف سے فرمایا کہ آپ چونکہ بہت ضعیف ہیں اس لئے اگر مناسب سمجھیں تو میں فتویٰ لکھ دیا کروں اور آپ اس پر دستخط فرما دیا کریں اس کی اشاعت ہوگی آپ ہی کی جانب سے۔ مفتی صاحب نے یہ بات بخوشی منظور کرلی۔ مدتوں یہ سلسلہ جاری رہا کہ فتاویٰ حضرت تحریر فرماتے اور دستخط مفتی صاحب کر دیا کرتے۔ لطف یہ کہ اس زمانے میں کسی کو اس بات کی خبر تک نہ ہوئی۔ اس طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے کی شہرت اور وقار کی بحالی کے لئے گمنام رہتے ہوئے مسلسل تکالیف برداشت کر کے ایثار و بے نفسی کا اعلیٰ ترین کردار پیش فرمایا۔ (شیخ الاسلام مولانا حسین رحمہ اللہ کے چند واقعات)

باہمی اکرام واعزاز کا تابندہ واقعہ

ایک مرتبہ کھتولی میں تبلیغی اجتماع تھا ہم لوگ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہمرکابی میں کھتولی پہنچے۔ ریل سے اتر کر معلوم ہوا کہ ہاتھی وغیرہ آئے ہیں اور اسٹیشن سے جلوس کی شکل میں جانا ہوگا۔ ہم نے یہ کہتے ہوئے کہ یہ تبلیغی اصول کے خلاف ہے جلوس سے انکار کر دیا اور ایک معمولی یکہ پر بیٹھ کر قیام گاہ پہنچ گئے۔ جلسہ کی کارروائی شروع ہو چکی تھی۔ اچانک معلوم ہوا کہ اس وقت کانگریس کا بھی جلسہ ہے اور حضرت مولانا مدنی بھی تشریف لائے ہوئے ہیں اس کی مخالفت میں یہ جلسہ کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تقریر بند کر دی اور فرمایا: حضرت مدنی تشریف لائے ہوئے ہیں سب حضرات چل کر ان کی تقریر سنیں! یہ فرما کر اپنے جلسے کو ختم کر دیا اور اس مقام پر پہنچے جہاں کانگریس کا

جلسہ ہو رہا تھا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مدنی کو جب اس بات کا علم ہوا کہ اس وقت تبلیغی جلسہ ہے اور مولانا محمد الیاس صاحب تقریر فرما رہے ہیں تو اپنی تقریر ختم کر دی اور لوگوں کو تبلیغی جلسہ میں شرکت کی ہدایت فرما کر دیو بند روانہ ہو گئے۔ جلسہ نہ یہاں ہوا نہ وہاں۔ دونوں بزرگ چل بسے مگر آنے والی نسلوں کے لئے اپنے خلوص اور للّٰہیت کی ایک مثال قائم کر گئے۔ (حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی)

دین کی خدمت کا بے پناہ جذبہ

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ جمعرات کو آپ کا تبلیغی سفر ہوا کرتا یہ اسفار عام طور پر دیہی علاقوں کے ہوتے تھے۔ اس پیرانہ سالی اور ضعف کے باوجود گاؤں گاؤں کا پروگرام رہتا تھا جہاں کا راستہ خراب کچی سڑکیں۔ کہیں کار خراب ہو گئی۔ کہیں ڈرائیور راستہ ہی بھول گیا غرضیکہ بدقت تمام پہنچنا ہوتا تھا۔ اس وجہ سے بار بار کوشش کی گئی کہ سفر بند ہو جائے۔ چنانچہ اخبارات وغیرہ کے ذریعہ اعلان کیا گیا اور لوگوں سے انفرادی طور پر بھی کہا گیا مگر کون سنتا ہے۔ بقول شخصے صاحب غرض اندھا ہوتا ہے لوگ آتے اور بلا تامل تاریخ لے کر چلے جاتے۔ جب دیکھا گیا کہ کوئی نہیں مانتا تو یہ کیا گیا کہ جو اس سلسلے میں آتا اسے اس وقت تک حضرت سے نہ ملنے دیا جاتا جب تک اس بات کا اقرار نہ کر لیتا کہ سفر کے سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کی جائے گی۔ دو چار دن تک تو یہ معاملہ رہا۔ اس کے بعد ایک صاحب نے براہ راست حضرت کی خدمت میں درخواست پیش کر دی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھ کو فرصت نہیں ہے! دوسرے وقت انہوں نے پھر وہی درخواست پیش کر دی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ حضرت! آپ کے تشریف لے جانے سے مدرسہ کا بہت فائدہ ہو گا۔ اس وقت سارے گاؤں والوں کو شوق ہے اور وہ سب آپ کے منتظر ہیں۔ ان شاء اللہ آپ کے تشریف لے جانے کی برکت سے سارا گاؤں دیندار ہو جائے گا۔ (حضرت کو سفر پر آمادہ کرنے کے لئے اس قدر کہہ دینا کافی تھا بہر حال، یہ سن کر آپ نے فوراً ڈائری منگائی اور اس میں تاریخ نوٹ کر لی اور بعد میں جب عرض کیا گیا کہ حضرت! آپ نے تاریخ کیوں دیدی تو فرمایا: بھائی! مجھے شرم آئی کہ خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ تیرے جانے کی وجہ سے

دین کا فائدہ ہوگا اور میں اپنے آرام کی وجہ سے کہہ دوں کہ نہیں جاؤں گا۔

ایک مرتبہ ایک جگہ کے لئے حضرت نے وعدہ فرمالیا تھا۔ اتفاق سے اسی دوران بخار آگیا۔ باری کا بخار تھا۔ ایک دن کے وقفہ سے تیسرے دن آجایا کرتا تھا۔ آپ کی علالت کو دیکھتے ہوئے اجازت حاصل کرنے کے بعد آپ کی علالت اور جلسے میں عدم شرکت کے بارے میں ان کو بذریعہ تار مطلع کردیا گیا جن سے آپ نے وعدہ فرمالیا تھا لیکن اس کے باوجود تاریخ موعود پر وہ بزرگ مع کار آموجود ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہئے کیسے تشریف لائے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت آپ نے وہاں چلنے کا جو وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت نے دریافت کیا کہ: کیا تار نہیں پہنچا؟ انہوں نے کہا کہ تار تو پہنچ گیا مگر وہاں گاؤں والے اور باہر کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوگئے ہیں وہ سب مجھ پر خفا ہورہے ہیں اور میرے بارے میں کہتے ہیں کہ اس نے ہمارا کام خراب کردیا ہے اگر یہ معلوم ہوتا تو ہم اسے کبھی نہ بھیجتے اور خود جا کر دعوت دیتے۔

یہ سن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہت خفا ہوئے اور فرمایا: دیکھتے نہیں میرا کیا حال ہورہا ہے۔ ضعف کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہے۔ گھٹنوں کی تکلیف کی وجہ سے ایک قدم چلنا دشوار ہے۔ وعدے کا یہ مطلب تھوڑا ہی تھا کہ مر رہا ہوں تب بھی جاؤں گا۔

وہ شخص رونے لگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مہمان خانے میں چائے نوش فرمائی اور درخواستیں وغیرہ ملاحظہ فرمانے لگے۔ سب لوگ مطمئن ہوگئے کہ چلو اب جانا نہیں ہوگا۔ حضرت نے خود ہی انکار فرمادیا ہے۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد مہمان خانے کی گھڑی پر نگاہ ڈالی اور فرمایا میرا سامان اندر سے منگالو! اب تو سب کے کان کھڑے ہوئے۔ فوراً بھائی اسعد صاحب آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! ہم نے وہاں تار دے دیا تھا، وہاں سے تار پہنچنے کی اطلاع بھی آگئی تھی۔ دوسرے یہ کہ کل آپ کے بخار کی بھی باری ہے اگر خدانخواستہ سفر میں کہیں آگیا تو بہت پریشانی ہوگی اور اس وقت بارش بھی ہورہی ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام باتوں کو سن کر فرمایا: ہاں! ہاں! جا اندر سے سامان لے آ۔

پھر خود اٹھ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ وہاں بھی یہ باتیں عرض کی گئیں۔ مگر کوئی جواب نہیں دیا۔ سامان باہر بھجوادیا اور شیروانی پہن کر باہر آگئے۔ اتنے میں مولانا اعزاز علی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ موصوف نے بھی فرمایا کہ: حضرت! ضعف بہت ہو رہا ہے تشریف نہ لے جائیں۔ ہنس کر فرمایا: دیکھئے آپ سے زیادہ موٹا تازہ ہو رہا ہوں۔ بھائی اسعد صاحب نے ڈاکٹر کو بلوایا کہ شاید اس کے منع کرنے سے رک جائیں۔ ڈاکٹر نے ہاتھ جوڑ کر کہا حضور ملیریا کا بخار ہے۔ کل کو باری ہے اگر بخار آ گیا تو سفر میں دشواری ہوگی۔ فرمانے لگے۔ ڈاکٹر صاحب! آپ بالکل اطمینان رکھئے۔ میں ان شاء اللہ پرسوں واپس آؤں گا تو بالکل اچھا ہوں گا۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ یہ کہتے ہوئے کار میں بیٹھ گئے۔ مولانا قاسم صاحب بھی ہمراہ تھے۔ حضرت نے ان سے تنہائی میں فرمایا کہ: وہ بیچارہ میرے ڈانٹنے پر رونے لگا اصل میں اسی لئے مجھے آنا پڑا۔ حالانکہ اس میں میرا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر ایک شخص بھی میری وجہ سے راہ راست پر آ جاتا ہے تو ممکن ہے وہی میری نجات کا باعث بن جائے۔ (مولانا رشید الدین صاحبؒ حمیدی داماد حضرت شیخؒ)

ایثار و قربانی

قیام آسام کے زمانے میں تہجد اور تراویح کے درمیان ایک مجلس ہوتی تھی جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ مہمانوں کے سامنے آسامی پھل (پپیتا وغیرہ) پیش کرتے اور خود بھی شریک ہوتے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد جلیل صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! آپ اس مجلس کو موقوف فرما دیں اور تھوڑی دیر آرام کر لیا کریں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ حضرات اتنی دور دراز سے آتے ہیں۔ یہی ان کی ملاقات کا وقت ہے۔ اپنے آرام کی خاطر کس طرح اس مجلس کو موقوف کر دوں نہیں مجلس بند نہیں کی جائے گی۔ (شیخ الاسلام مولانا حسین رحمہ اللہ کے چند واقعات)

مہمان کا اکرام

(بحیثیت مہمان) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بارہا کھانے کا اتفاق ہوا آپ (اپنے مہمانوں کی رعایت کرتے ہوئے) ہمیشہ کھانا بعد میں ختم فرماتے اور جب میں کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتا تو ارشاد ہوتا کہ آپ مرغن کھانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ غریب کا کھانا حلق سے نہیں اترتا۔ ایک بار میں نے دل ہی دل میں یہ طے کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو، آج کھاتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ حضرت بھی فارغ ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے ابتدا ہی سے بہت آہستہ

آہستہ کھانا شروع کیا۔ سب لوگ اٹھ گئے لیکن میں کھاتا رہا حضرت بھی میرے ساتھ برابر کھانے میں مشغول رہے بہت دیر ہوگئی۔ میں نے کھانا بند نہیں کیا حضرت بھی اسی دلچسپی سے کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ حضرت اب خفا ہو جائیں گے کہ مجھے پریشان کر رہا ہے۔ یہ سوچ کر میں نے کھانا بند کر دیا تو حضرت نے مسکرا کر اب بھی یہی فرمایا کہ غریب کا کھانا حلق سے نہیں اترتا آخر ہاتھ کھینچ ہی لیا۔ (مولانا شمس الدین صاحب مبارکپور)

مستحقین اور مہمانوں کی خبر گیری

زمانہ مرض میں ایک دن کا واقعہ ہے طبیعت کچھ سنبھلی تھی کمرے میں کچھ تحریر فرما رہے تھے میں حاضر ہوا۔ ایک دم نظر اٹھائی جیسے کسی کے منتظر ہوں، فرمایا کہ لے یہ لیجا! اور ۴ عدد منی آرڈر عنایت فرمائے جو مختلف جگہ جا رہے تھے۔ ایک صاحبہ نے اپنی پوری کیفیت اور مفلسی کے ذکر کے بعد لکھا کہ میں یہاں مسلم نسواں اسکول میں تعلیم حاصل کر رہی ہوں اس ماہ فیس نہ ہونے کی وجہ سے ڈر ہے کہ نام خارج ہو جائے آپ مدد فرمادیں گے تو میں بہت بڑی دشواری سے بچ جاؤں گی۔ حضرت نے ان کو تسلی دی تھی اور فیس مع کچھ زائد رقم روانہ فرمادی۔ ایک صاحبہ نے سردی کے سامان کے لئے مدد طلب کی تھی انہیں مکمل سردی کا سامان تیار کرنے کے لئے خرچ روانہ فرمایا ایک منی آرڈر ان کے نام تھا۔ اس کے علاوہ جو سلسلے مستقل امداد کے تھے۔ بیماری کی شدت کے زمانے میں بھی کبھی فراموش نہ ہوئے۔ بعض اوقات سخت حیرت ہوتی جب پوری غفلت یا کرب و بے چینی کے بعد کچھ ہوش آتا تو فوراً فرماتے مہمانوں نے کھانا کھا لیا۔ اسعد کہاں ہے؟ اس سے کہو کہ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھائے۔ ان کے آرام کا مکمل خیال رکھے۔ ایک بار مولانا اسعد صاحب کہیں چلے گئے اتفاق سے ایک مہمان کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے کھانا نہیں کھایا ہے فوراً مولانا اسعد صاحب کو بلوایا اور جب وہ حاضر ہوئے تو سخت غضبناک ہو کر فرمایا کہ: مہمان بھوکے رہیں اور تجھے پتہ نہ چلے۔ حضرتؒ کی اس تنبیہ کے بعد سے کبھی موصوف نے کھانے پر مہمانوں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سلیم اللہ جن کے ذمہ مہمانوں کی خدمت اور دیگر خانگی ضروریات کی فراہمی ہے انہوں نے

حضرت سے درخواست کی کہ روزانہ صرف آدھ گھنٹہ کے لئے گھر میں پردہ کرا کے حاضری کا موقع عنایت فرمایا جائے تاکہ خدمت کی سعادت حاصل کرسکوں۔ حضرت نے نہایت یگانگت اور محبت سے فرمایا کہ بھائی تمہارے لئے یہ بہت کافی ہے کہ تم میرے مہمانوں کی خدمت کرتے رہو۔ سلیم اللہ! مجھ پر تمہارا یہ بڑا احسان ہے کہ میری غیر حاضری میں مہمانوں کا خیال رکھتے ہو، بس تمہیں اور خدمت کی ضرورت نہیں۔ (مولانا رشید الوحیدی)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا حفظ قرآن

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کو انگریزوں نے گرفتار کیا تو جیل میں کوئی اور مشغلہ نہیں تھا قرآن کریم یاد کرنا شروع کر دیا اور تقریباً دو ثلث یاد کیا اور روزا سے تراویح میں پڑھا کرتے تھے تو مولانا کی عمر ۷۰، ۷۵ سال کی تھی، جبکہ اس عمر میں یادداشت کمزور ہو جاتی ہے، مگر یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کہ جو اس کی طرف متوجہ ہو وہ خود اس کے قلب کے اندر آجاتا ہے، خود بے اعتنائی کرے تو وہ ایک طرف ہو جاتا ہے۔ (تحفۂ حفاظ)

مولانا اسعد مدنی رحمہ اللہ کا بیٹی کے نام نصیحت آموز خط

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے حضرت مولانا اسعد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پریشان حال بیٹی کے نام درج ذیل خط لکھا تھا جسے ہر خاتون...... عمل کی نیت سے تین بار پڑھ لے تو ان شاء اللہ گھر جنت بن سکتا ہے۔

عزیزہ بیٹی! اللہ تم کو دارین میں بامراد خوش وخرم رکھے آمین

بیٹی! یہ دنیا چند روزہ ہے اس لئے اس کی کسی خواہش کی خاطر آخرت کی اصلی ہمیشہ کی زندگی کو برباد کرنا سخت دھوکہ اور اپنے سے دشمنی ہے۔ تم اب اپنی زندگی کی خود ذمہ دار ہو ہم بوڑھے ہو گئے ہیں کسی کے ماں باپ ہمیشہ ساتھ نہیں دیا کرتے، اس لئے اب ہر بات کے بھلے بُرے کو سوچ سمجھ کر کرنا۔ دراصل چاہنے والا نفع ونقصان کا جاننے والا اور سب سے بڑا خیر خواہ اللہ ہے تمہارا خاندانی ورثہ دولت و بادشاہت نہیں بلکہ دین داری اور تعلق باللہ ہے،

اس لئے کسی وجہ سے اگر دولت جاتی رہے تو جانے دینا...... دنیا کی کوئی عظیم سے عظیم چیز نہ تمہارے لئے قابل فخر ہو سکتی ہے اور نہ ہی کام آسکتی ہے۔ تم ایسی جگہ اور خاندان میں جارہی ہو کہ وہاں ہر قریب و بعید تمہارے ہر کام اور ہر حرکت اور ہر چیز کو غور سے دیکھے گا اور اگر تم نے کوئی کام یا بات اپنے دادا (حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ) کے طریقے کے خلاف کی تو انکو رسوا کروگی اور خود بھی ذلیل ہوگی۔ لباس میں فیشن اور نقل کی بجائے دین داری کا لحاظ اور شرم وحیاء کا پاس ضروری ہے، بہت سے لوگوں سے تعلقات مناسب نہیں ہیں کم سے کم تعلق اور کم سے کم باتیں بہت سی مصیبتوں سے بچاتی ہیں، تعلقات میں اپنے بڑوں کی مرضی کو سامنے رکھو (جس سے اور جتنا وہ پسند کریں، وہی مناسب ہے)۔ ملنے اور آنے والیوں سے خوش اخلاقی خندہ پیشانی اور انکساری سے پیش آنا ہمیشہ اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنا دوسرے کتنے ہی خراب ہوں اپنے سے بہتر سمجھنا اگر سسرال کے بڑوں کو اپنا بڑا اور اپنا خیر خواہ سمجھوگی تو ان شاء اللہ کبھی ذلیل نہ ہوگی۔ شادی سے پہلے ماں باپ کا درجہ اللہ اور اس کے رسول کے بعد سب سے بڑا ہوتا ہے مگر شادی کے بعد شوہر کا درجہ ماں باپ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس کی مرضی کے خلاف چلنا بہت بُری عادت ہے اس کو قریب مت آنے دینا خود کام کرلو خدمت کرو سب تمہارے محتاج ہوں گے اور دلوں میں عزت ہوگی آرام طلبی، کاہلی اور خدمت لینے کی خوگر بنوگی تو لوگوں کی نظروں سے گر جاؤ گی۔

گھر کی ہر چیز پر نگرانی رکھو کوئی چیز ضائع نہ ہو کسی چیز سے بے پرواہی نہ برتو گھر اور گھر کی چیز کو برابر صاف ستھرا اور اپنی جگہ پر رکھنا، جو چیز جس جگہ سے اٹھاؤ کام ہوتے ہی اسے اپنی جگہ پر رکھنے کا اہتمام کرنا، مصالحوں۔ چائے، اچار وغیرہ سے لو، تو کام ہوتے ہی بند کر کے اس کی جگہ پر رکھو کسی چیز کو کُھلا اور بے جگہ مت چھوڑنا، کپڑوں اور دوسری چیزوں کی اپنی جگہ ہونی چاہیے تاکہ جس چیز کی ضرورت ہو، وقت پر مل جائے، نماز کو ٹھیک وقت پر صحیح اور اطمینان سے دل لگا کر پڑھنے کی عادت ڈالو، ناشکری اور غیبت عورتوں کی بدترین عادات ان سے بچنے کی کوشش کرو۔ فقط والسلام اسعد غفرلہ (دین ودانش ۶)

مفتی اعظم پاکستان
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کا اخلاص

مفتی اعظم مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ اپنے وعظ میں فرماتے ہیں۔

ہم نظام الدین پہنچے تو ایک نوجوان صاحب ملے' انہوں نے ہماری خیریت معلوم کرنے کے بعد فرمایا کہ معالجین نے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ پر ملاقات کرنے پر پابندی لگا رکھی ہے۔ اس پر میرے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ (مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ میرا مقصد تو عیادت تھا سو وہ حاصل ہوگیا۔ اس لئے آپ ابھی مولانا کو اطلاع نہ دیں بلکہ جب موقع ملے تو میرا اسلام عرض کر کے بتا دیں کہ عیادت کیلئے آیا تھا پھر ہم رخصت ہوگئے۔ ان نوجوان صاحب کے بارے میں بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ صاحبزادہ محترم مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تھے تو ابھی ہم دروازے تک ہی پہنچے تھے کہ مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ دوڑتے ہوئے تشریف۔ لائے اور فرمایا کہ والد صاحب (مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ) آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔

یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے حضرت صاحب کی زیارت کی۔ اور اتنا ہی یاد ہے کہ چارپائی پر عمامہ باندھے' لیٹے ہوئے تھے۔ جب حضرت والد صاحب وہاں پہنچے تو انہوں نے والد صاحب کو چارپائی پر ہی بٹھالیا۔ والد صاحب رحمہ اللہ نے تامل بھی کیا مگر ان کے اصرار پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے کچھ فرمایا اور بچوں کی طرح بے تحاشا بلک بلک کر رونے لگے۔ میں نے دیکھا

کہ حضرت والد صاحب ان کو تسلی دے رہے ہیں لیکن ان کو تشفی نہیں ہو رہی پھر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے کچھ اور فرمایا تو ان کی تسلی ہو گئی۔ اس وقت تو میں نہیں سمجھا کہ کیا فرمایا؟ بعد میں حضرت والد صاحب نے ساری بات سنائی اور حضرت والد صاحب اور مولانا محمد الیاس صاحب کی یہ آخری ملاقات تھی۔ مولانا محمد الیاس صاحب سے اللہ تعالیٰ نے ایسا کام لیا اور اتنی مقبولیت عطا فرمائی کہ کوئی دینی تنظیم بلکہ شاید تمام مذاہب میں کوئی تنظیم اتنی پر اثر اور اتنے وسیع پیمانے پر نہیں پھیلی، جتنا کام ان کا پھیلا۔ یہ ان کے دل کی آہ اخلاص اور فکر تھی۔

پھر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولانا سے ملاقات کے وقت میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں نے منع کیا تھا کہ ابھی آپ کو اطلاع نہ دی جائے تو حضرت نے فرمایا کہ آپ کی تو اس وقت سخت ضرورت تھی کیونکہ میں اس وقت ایک بڑی پریشانی میں مبتلا ہوں پھر اس طرح بلک بلک کر روئے کہ ان سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا بڑی مشکل سے اتنا فرمایا کہ میں نے جو یہ تبلیغ کا کام شروع کیا تھا' مجھے امید نہیں تھی کہ اتنی تیزی سے اس قدر پھیل جائے گا' مجھے تو یہ ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں یہ استدراج نہ ہو تو حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ حضرت! یقین کیجئے کہ یہ استدراج نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت ہے اور اس پر میں قسم کھا سکتا ہوں اور اس کی دلیل میرے پاس ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ استدراج کرتے ہیں اس کو کبھی وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ میرے ساتھ استدراج ہو رہا ہے۔ آپ کو یہ فکر ہے کہ کہیں یہ استدراج تو نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ استدراج نہیں ہے ان شاء اللہ بلکہ یہ مقبولیت ہے۔

ان بزرگوں کی بھی عجیب شان تھی کہ ہر وقت محاسبہ نفس اور اپنی کوتاہیوں کی طرف نظر رکھتے تھے اور ہمارا یہ حال ہے کہ تھوڑا سا کام کرنے پر اس کو اپنے کمال پر محمول کرتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو علماء دیوبند کا ڈنکا بجا اور انکا نور پورے عالم میں پھیلا' یہ صرف ان کی علمی تحقیق کا نتیجہ نہ تھا۔ کیونکہ عالم اسلام میں اور بھی بڑے بڑے محقق علماء ہوئے ہیں لیکن ان علمائے دیوبند میں تمام کمالات کا ذریعہ اخلاص بنا ہے۔ (اخلاص)

مفتی اعظم رحمہ اللہ کا کمال تقویٰ

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں: میں اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سناتا ہوں انتقال سے چند روز پہلے کی بات ہے فرمانے لگے دیکھو وہ ایک تار لٹکا ہوا ہے اس کے اندر بہت سارے کاغذ پروئے ہوئے ہیں....وہ تار اٹھالاؤ....میں اٹھالایا تو اس میں بہت سارے کیش میمو تھے دارالعلوم کے مطبخ سے آٹا کھانا خریدا اتنے پیسے....اور ذاتی کال ٹیلی فون پر کی اس کا معاوضہ اتنے پیسے.... دارالعلوم کی گاڑی ذاتی کام میں استعمال ہوئی اس کے پیسے جمع کرائے گئے اس کا کیش میمو....غرض رسیدوں اور کیش میموؤں کا ایک موٹا گٹھا تھا....فرمایا کہ اگرچہ اس کا حساب مکمل ہو چکا....میں ادائیگی بھی کر چکا....اب ان کو محفوظ رکھنے کی کوئی اور ضرورت نہیں.... لیکن میں اس واسطے رکھتا ہوں کہ بعض لوگ اہل مدارس پر تہمت لگایا کرتے ہیں کہ یہ لوگ چندہ کھاتے ہیں....مدرسہ کا پیسہ کھاتے ہیں....یہ میں نے اس واسطے رکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے تو اس کے منہ پر مار سکوں کہ لو اس کو دیکھ لو....(رسالہ البلاغ)

جہل کا اعتراف بھی علم ہے

۱۹۵۴ء میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ لاہور تشریف لے گئے اس دوران جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ نے بخاری شریف کا امتحان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے سپرد کیا....اس زمانہ کے طالب علم اور آج کے مدرس جامعہ اشرفیہ مولانا محمد یعقوب صاحب مدظلہ سے دوران امتحان مفتی صاحبؒ نے کوئی بات دریافت فرمائی انہوں نے اپنی طبعی نیکی اور روایتی سادگی کے ساتھ بے تکلف کہا کہ:....''حضرت مجھے یہ بات معلوم نہیں''

تو آپؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں تمھاری اس بات پر ایک نمبر تمھیں زیادہ دیتا ہوں چونکہ تم نے ایسی بات کہی جو اہل علم کے کہنے کی ہے مگر عام طور پر وہ نہیں کہتے اور باوجود کسی بات کے نہ جاننے کے اس کے بارے میں اپنا عالم ہونا ظاہر کرتے ہیں.....

حالانکہ اپنے جہل کا اعتراف بھی علم کا ایک حصہ ہے اور پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ سنایا کہ وہ فرمایا کرتے تھے ''علموا اصحابکم قول لا ادری'' اپنے ساتھیوں کو لا ادری (میں نہیں جانتا) کہنا بھی سکھاؤ..... (انمول موتی جلد۲)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا معمول

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ہمیشہ محنت سے حاصل ہونے والی آمدنی کا بیسواں حصہ اور بغیر محنت کے حاصل ہونے والی آمدنی کا دسواں حصہ علیحدہ لفافے میں رکھ دیا کرتے تھے اور آپ کا یہ ساری زندگی کا معمول تھا.... اگر ایک روپیہ بھی کہیں سے آیا تو اسی وقت اس کا دسواں حصہ نکال کر اس کی ریزگاری کرا کر اس لفافے میں ڈال دیتے.... اور اگر سو روپے آئے ہیں تو دس روپے ڈال دیتے.... وقتی طور پر اگرچہ اس میں تھوڑی سی دشواری ہوتی تھی کہ فی الحال ٹوٹے ہوئے پیسے موجود نہیں ہیں.... اب کیا کریں.... اس کے لیے مستقل انتظام کرنا پڑتا تھا.... لیکن ساری عمر کبھی اس عمل سے تخلف نہیں دیکھا اور میں نے وہ تھیلا کبھی ساری عمر بھی خالی نہیں دیکھا.... الحمدللہ.... اس عمل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب آدمی اس طرح نکال نکال کر الگ کرتا رہتا ہے تو وہ تھیلا خود یاد دلاتا رہتا ہے کہ مجھے خرچ کرو اور کسی صحیح مصرف پر لگاؤ.... اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے انفاق کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں.... (اصلاحی خطبات جلد ۱ ص ۸۳)

جھگڑا چھوڑنے کا عجیب واقعہ

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کی پوری زندگی میں اس حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے میں اس کو جنت کے بیچوں بیچ گھر دلوانے کا ذمہ دار ہوں''.... اس حدیث پر عمل کرنے کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے. جھگڑا ختم کرنے کی خاطر بڑے سے بڑا حق چھوڑ کر الگ ہو گئے ان کا ایک واقعہ سناتا ہوں جس پر آج لوگوں کو یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے یہ دارالعلوم جو

اس وقت کورنگی میں قائم ہے.... پہلے نانک واڑہ میں ایک چھوٹی سی عمارت میں قائم تھا جب کام زیادہ ہوا تو اس کے لئے وہ جگہ تنگ پڑ گئی وسیع اور کشادہ جگہ کی ضرورت تھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ایسی مدد ہوئی کہ بالکل شہر کے وسط میں حکومت کی طرف سے ایک بہت بڑی اور کشادہ جگہ مل گئی اور دارالعلوم کراچی کے نام الاٹ ہو گئی اس زمین کے کاغذات مل گئے قبضہ مل گیا اور ایک کمرہ بھی بنا دیا گیا ٹیلیفون بھی لگ گیا اس کے بعد دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھتے وقت ایک جلسہ تاسیس منعقد ہوا جس میں پورے پاکستان کے بڑے بڑے علماء حضرات تشریف لائے اس جلسہ کے موقع پر کچھ حضرات نے جھگڑا کھڑا کر دیا کہ یہ جگہ دارالعلوم کو نہیں ملنی چاہئے تھی بلکہ فلاں کو ملنی چاہئے تھی اتفاق سے جھگڑے میں ان لوگوں نے ایسے بعض بزرگ ہستیوں کو بھی شامل کر لیا.... جو حضرت والد صاحب کے لئے باعث احترام تھیں والد صاحب نے پہلے تو یہ کوشش کی کہ یہ جھگڑا کسی طرح ختم ہو جائے لیکن وہ ختم نہیں ہوا والد صاحب نے یہ سوچا کہ جس مدرسے کا آغاز ہی جھگڑے سے ہو رہا ہے تو اس مدرسے میں کیا برکت ہوگی؟ چنانچہ والد صاحب نے اپنا یہ فیصلہ سنا دیا کہ میں اس زمین کو چھوڑتا ہوں....

دارالعلوم کی مجلس منتظمہ نے یہ فیصلہ سنا تو انہوں نے حضرت والد صاحب سے کہا کہ حضرت! یہ آپ کیسا فیصلہ کر رہے ہیں؟ اتنی بڑی زمین وہ بھی شہر کے وسط میں ایسی زمین ملنا بھی مشکل ہے اب جبکہ یہ زمین آپ کو مل چکی ہے آپ کا اس پر قبضہ ہے آپ ایسی زمین کو چھوڑ کر الگ ہو رہے ہیں؟ حضرت والد صاحب نے جواب میں فرمایا کہ میں مجلس منتظمہ کو اس زمین کے چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتا اسلئے کہ مجلس منتظمہ درحقیقت اس زمین کی مالک ہو چکی ہے.... آپ حضرات اگر چاہیں تو مدرسہ بنالیں میں اس میں شمولیت اختیار نہیں کروں گا اس لئے کہ جس مدرسے کی بنیاد جھگڑے پر رکھی جارہی ہو اس مدرسے میں مجھے برکت نظر نہیں آتی پھر حدیث سنائی جو شروع میں گذری ہے اور جھگڑے سے بچنے کیلئے آپ نے فرمایا دارالعلوم بنانا فرض نہیں ہے مسلمانوں کو پھوٹ سے بچانا فرض عین ہے....اور فرمایا کہ آپ حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ شہر کے بیچوں بیچ ایسی زمین کہاں ملے گی لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میں اس کو جنت کے بیچ میں گھر دلواؤں گا.... یہ کہہ کر اس

زمین کو چھوڑ دیا.... آج کے دور میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے کہ کوئی شخص اس طرح جھگڑے سے بچنے کیلئے اتنی بڑی زمین چھوڑ دے لیکن جس شخص کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر کامل یقین ہے وہی یہ کام کرسکتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ چند ہی مہینوں کے بعد اس زمین سے کئی گنا بڑی زمین عطا فرما دی جہاں آج دارالعلوم قائم ہے.... یہ تو میں نے آپ حضرات کے سامنے ایک مثال بیان کی ورنہ حضرت والد صاحب کو ہم نے ساری زندگی حتی الامکان اس حدیث پر عمل کرتے دیکھا.... ہاں البتہ جس جگہ دوسرا شخص جھگڑے کے اندر پھانس ہی لے اور دفاع کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو وہ الگ بات ہے.... ہم لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں کہ فلاں موقع پر فلاں شخص نے یہ بات کہی تھی فلاں نے ایسا کیا تھا اب ہمیشہ کے لئے اس کو دل میں بٹھالیا اور جھگڑا کھڑا ہو گیا آج ہمارے پورے معاشرے کو اس چیز نے تباہ کر دیا ہے.... یہ جھگڑا انسان کے دین کو مونڈ دیتا ہے اور انسان کے باطن کو تباہ کر دیتا ہے اس لئے خدا کے لئے آپس کے جھگڑوں کو ختم کر دو اور اگر دو مسلمان بھائیوں میں جھگڑا دیکھو تو ان کے درمیان صلح کرانے کی پوری کوشش کرو.... (عالمی تاریخ)

رفقاء سفر کی خدمت کا عجیب واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم دیوبند سے کسی دوسری جگہ سفر پر جانے لگے تو ہمارے استاد حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند میں "شیخ الادب" کے نام سے مشہور تھے وہ بھی ہمارے ساتھ سفر میں تھے.... جب ہم اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی کے آنے میں دیر تھی.... مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم کہیں سفر پر جاؤ تو کسی کو اپنا امیر بنالو.... لہٰذا ہمیں بھی اپنا امیر بنالینا چاہیے.... مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ ہم شاگرد تھے وہ استاد تھے.... اس لیے ہم نے کہا کہ امیر بنانے کی کیا ضرورت ہے.... امیر تو بنے بنائے موجود ہیں....

حضرت مولانا نے پوچھا کہ کون؟ ہم نے کہا کہ امیر آپ ہیں اس لیے کہ آپ استاد

ہیں.... ہم شاگرد ہیں.... حضرت مولانا نے کہا اچھا آپ لوگ مجھے امیر بنانا چاہتے ہیں ہم نے کہا کہ جی ہاں.... آپ کے سوا اور کون امیر بن سکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ اچھا ٹھیک ہے لیکن امیر کا ہر حکم ماننا ہوگا اس لیے کہ امیر کے معنی یہ ہیں کہ اس کے حکم کی اطاعت کی جائے ہم نے کہا جب امیر بنایا ہے تو ان شاء اللہ ہر حکم کی اطاعت بھی کریں گے.... مولانا نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں امیر ہوں اور میرا حکم ماننا جب گاڑی آئی تو حضرت مولاناؒ نے تمام ساتھیوں کا کچھ سامان سر پر اور کچھ ہاتھ میں اُٹھایا اور چلنا شروع کر دیا.... ہم نے کہا کہ حضرت یہ کیا غضب کر رہے ہیں؟ ہمیں اُٹھانے دیجئے....

مولانا نے فرمایا کہ نہیں.... جب امیر بنایا ہے تو اب حکم ماننا ہوگا اور یہ سامان مجھے اُٹھانے دیں.... چنانچہ وہ سارا سامان اُٹھا کر گاڑی میں رکھا اور پھر پورے سفر میں جہاں کہیں مشقت کا کام آتا تو وہ کام خود کرتے اور جب ہم کچھ کہتے تو فوراً مولانا فرماتے کہ دیکھو.... تم نے مجھے امیر بنایا ہے اور امیر کا حکم ماننا ہوگا.... لہٰذا میرا حکم مانو ان کو امیر بنانا ہمارے لیے قیامت ہو گیا.... حقیقت میں امیر کا تصور یہ ہے۔ (اصلاحی خطبات جلد۲ ص ۸۱)

سنت اور بدعت کی بہترین وضاحت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

میرے والد صاحب قدس اللہ سرہ کے پاس ایک بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''دعاجو'' تشریف لایا کرتے تھے.... تبلیغی جماعت کے مشہور اکابر میں سے تھے اور بڑے عجیب وغریب بزرگ تھے.... ایک دن آ کر انھوں نے والد صاحبؒ سے عجیب خواب بیان کیا اور خواب میں میرے والد ماجدؒ کو دیکھا کہ آپ ایک بلیک بورڈ کے پاس کھڑے ہیں اور کچھ لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ان کو کچھ پڑھا رہے ہیں.... حضرت والد صاحبؒ نے بلیک بورڈ پر چاک سے ایک کا ہندسہ (۱) بنایا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ایک ہے اس کے بعد آپؒ نے اس ایک ہندسے کے دائیں طرف (۰) ایک نقطہ بنایا.... لوگوں سے پوچھا کہ اب کیا ہو گیا؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ دس (۱۰) ہو گیا.... پھر ایک

نقطہ اور لگادیا اور پوچھا اب کیا ہو گیا؟ لوگوں نے کہا کہ اب یہ سو (۱۰۰) ہو گیا.... پھر ایک نقطہ اور لگادیا اور پوچھا کہ اب کیا ہو گیا؟ لوگوں نے بتایا کہ اب ایک ہزار (۱۰۰۰) ہو گیا۔

پھر فرمایا میں جتنے نقطے لگاتا جا رہا ہوں یہ دس گنا بڑھتا جا رہا ہے پھر انہوں نے وہ سارے نقطے مٹادیئے اور اب دوبارہ وہی نقطہ اس ایک ہندسے کے بائیں طرف (۰۱) لگادیا' پھر لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ عشاریہ ایک ہو گیا یعنی ایک کا دسواں حصہ اور پھر ایک نقطہ اور لگادیا (۰۰۱) اور پوچھا کہ اب کیا ہو گیا؟ لوگوں نے بتایا کہ اب یہ عشاریہ صفر ایک ہو گیا.... یعنی ایک کا سواں حصہ.... پھر ایک نقطہ اور لگا کر پوچھا کہ اب کیا ہو گیا (۰۰۰۱) لوگوں نے بتایا کہ اب عشاریہ صفر صفر ایک یعنی ایک کا ہزارواں حصہ بن گیا.... پھر فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ بائیں طرف کے نقطے اس عدد کو دس گنا کم کر رہے ہیں پھر فرمایا کہ دائیں طرف جو نقطے لگ رہے ہیں وہ سنت ہیں اور بائیں طرف جو نقطے لگ رہے ہیں وہ بدعت ہیں.... دیکھنے میں بظاہر دونوں نقطے ایک جیسے ہیں لیکن جب دائیں طرف لگایا جا رہا ہے تو سنت ہے اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہیں اور جو بائیں طرف لگائے جا رہے ہیں تو وہ اجر و ثواب کا موجب ہونے کے بجائے اور زیادہ اس کو گھٹا رہے ہیں اور انسان کے عمل کو ضائع کر رہے ہیں.... بس سنت اور بدعت میں یہ فرق ہے.... بھائی! دین سارا کا سارا اتباع کا نام ہے جس وقت ہم نے جو کام کہہ دیا اس وقت اگر کرو گے تو باعث اجر ہوگا اور اگر اس سے ہٹ کر اپنے دماغ سے سوچ کر کرو گے تو اس میں کوئی اجر و ثواب نہیں۔ (اصلاحی خطبات جلد۲ ص ۱۳۸)

مفتی اعظم رحمہ اللہ کے بچپن کا واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ نے ایک واقعہ سنایا کہ بچپن میں جب میں چھوٹا سا بچہ تھا.... اپنے ایک بھائی کے ساتھ کھیل رہا تھا اور دیو بند ہندوستان میں اس زمانے کے بچوں کے کھیل آج کل کے بچوں کی طرح نئے نئے کھیل تو تھے نہیں.... ایسے ہی چھوٹے

چھوٹے کھیل ہوا کرتے تھے.... یہ سرکنڈے ہوتے ہیں اس کے چھوٹے چھوٹے پورے بنا کر اس سے بچے کھیلا کرتے تھے.... ایک بچے نے اپنا پورا نیچے کی طرف لٹکایا.... دوسرے بچے نے بھی لٹکایا.... جس کا پورا پہلے پہنچ گیا وہ جیت گیا اور وہ دوسرے سے ایک پورا لے لیتا تھا.... فرمایا کہ میں یہ کھیل ایک مرتبہ اپنے بھائی کے ساتھ کھیل رہا تھا.... بہت سارے پورے لے کر آیا وہ بھی لے کر آئے تھے.... اب جب کھیلنا شروع کیا تو جب بھی میں اپنا پورا لٹکاتا ہوں تو میرا پورا پیچھے رہ جاتا ہے.... بھائی کا پورا آگے بڑھ جاتا ہے اور ہر مرتبہ وہ مجھ سے ایک پورا لے لیتے.... یہاں تک کہ جتنے پورے لے کر آیا تھا وہ سارے ایک ایک کر کے ختم ہو گئے۔ اب میرے پاس کوئی پورا نہیں اور بھائی جتنے پورے لائے تھے ان کے پاس اس سے دگنے ہو گئے.... فرماتے ہیں کہ جب میں سارے کے سارے پورے ہار گیا مجھے آج تک یاد ہے کہ مجھے اتنا شدید صدمہ اور اتنا غم ہوا اور میں اس پر اتنا رویا کہ اس کے بعد اس سے بڑے سے بڑے نقصان پر اتنا صدمہ نہیں ہوا اور یہ سمجھا کہ آج تو میری کائنات لٹ گئی۔ آج تو میری دنیا تباہ ہو گئی۔ یہ صدمہ اس وقت اتنا ہو رہا تھا کہ کسی بڑی سے بڑی جائیداد کے لٹ جانے پر بھی نہیں ہوتا....

فرماتے ہیں کہ آج جب سوچتا ہوں کہ کس بات پر رویا تھا.... کس بات پر صدمہ ہوا تھا کس بات پر اتنا غم کیا تھا.... ان معمولی.... بے حقیقت.... بے قیمت پوروں کے چھن جانے سے اتنا صدمہ ہو رہا تھا تو آج اس واقعہ کو یاد کر کے ہنسی آتی ہے' کتنی حماقت کی بات تھی۔ کتنی بے وقوفی کی بات تھی۔ پھر فرمایا اب ہم سمجھتے ہیں کہ اس وقت ہم بے وقوف تھے بچے تھے عقل نہیں تھی۔ اس واسطے اس بے حقیقت چیز کے کھو جانے پر اتنا صدمہ کر رہے تھے اس لیے اب اس پر ہنستے ہیں لیکن اب سمجھتے ہیں کہ اب عقل آ گئی ہے کہ وہ پورے بے حقیقت تھے۔ درحقیقت یہ روپے پیسے یہ بنگلے یہ جائیدادیں یہ کاریں یہ ہیں اصل چیز کہ جن کو انسان حاصل کرے۔ لیکن فرماتے ہیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس آخرت میں پہنچ جائیں گے تو اس وقت پتہ چلے گا کہ یہ تمام چیزیں جن کے اوپر دنیا میں لڑ رہے تھے۔ یہ زمین یہ جائیداد یہ دولت یہ کوٹھیاں یہ بنگلے یہ کاریں۔ یہ ساری کی ساری ایسی بے حقیقت تھیں جیسے کہ وہ سرکنڈے کے پورے اور جس طرح آج اس بات پر ہنس رہے ہیں کہ پوروں کے

چھن جانے سے افسوس ہو رہا تھا اسی طرح اس وقت ان کی حقیقت معلوم ہوگی کہ جو کوٹھیاں ہم بنایا کرتے تھے۔ جائیدادوں پر زمینوں پر اور مال و دولت کی بنیاد پر جھگڑتے اور اکڑتے اور دنیا میں ان چیزوں کو دولت سمجھا کرتے تھے۔ یہ حقیقی دولت نہیں تھی .... حقیقت میں دولت یہ اعمال حسنہ تھے جو جنت میں لے جانے والے ہیں۔ (ارشادات اکابر)

مفتی اعظم رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضری کا واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس اتوار کے دن ہوا کرتی تھی اس لیے کہ اس زمانے میں اتوار کی سرکاری چھٹی ہوا کرتی تھی.... یہ آخری مجلس کا واقعہ ہے اس کے بعد حضرت والد صاحبؒ کی کوئی مجلس نہیں ہوئی .... بلکہ اگلی مجلس کا دن آنے سے پہلے ہی حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا چونکہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار اور صاحب فراش تھے اس لیے آپ کے کمرے میں ہی لوگ جمع ہو جایا کرتے تھے.... والد صاحب چارپائی پر ہوتے .... لوگ سامنے نیچے اور صوفوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے.... اس روز لوگ بہت زیادہ آئے اور کمرہ پورا بھر گیا حتیٰ کہ کچھ لوگ کھڑے بھی ہو گئے اور مجھے حاضری میں تاخیر ہوئی.... میں ذرا دیر سے پہنچا.... حضرت والد صاحبؒ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا.... تم یہاں میرے پاس آ جاؤ میں ذرا جھجکنے لگا کہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا اور چیرتا ہوا جاؤں گا اور حضرت والد صاحبؒ کے پاس جا کر بیٹھوں گا.... اگرچہ یہ بات ذہن میں مستحضر تھی کہ جب بڑا کوئی بات کہے تو مان لینی چاہیے لیکن میں ذرا ہچکچا رہا تھا.... حضرت والد صاحب نے میری ہچکچاہٹ دیکھی تو دوبارہ فرمایا... تم یہاں آ جاؤ تمہیں ایک قصہ سناؤں.... خیر میں کسی طرح وہاں پہنچ گیا اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ گیا۔

والد صاحبؒ فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہو رہی تھی اور وہاں اسی طرح کا قصہ پیش آیا کہ جگہ تنگ ہو گئی اور بھر گئی اور میں ذرا تاخیر سے پہنچا تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم یہاں میرے پاس آ جاؤ.... میں کچھ جھجکنے لگا کہ حضرتؒ

کے بالکل پاس جا کر بیٹھ جاؤں.... تو حضرت والا نے دوبارہ فرمایا کہ تم یہاں آ جاؤ پھر میں تمہیں ایک قصہ سناؤں گا.... حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ پھر میں کسی طرح پہنچ گیا اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

تو حضرت والا نے ایک قصہ سنایا قصہ یہ سنایا کہ.... مغل بادشاہ عالمگیر رحمہ اللہ کے والد کے انتقال کے بعد باپ کی جانشینی کا مسئلہ کھڑا ہو گیا.... اور یہ دو بھائی تھے ایک عالمگیر اور دوسرے داراشکوہ آپس میں رقابت تھی.... عالمگیر بھی اپنے باپ کے جانشیں اور بادشاہ بننا چاہتے تھے اور ان کے بھائی داراشکوہ بھی تخت کے طالب تھے.... ان کے زمانے میں ایک بزرگ تھے دونوں نے ارادہ کیا کہ.... ان بزرگ سے جا کر اپنے حق میں دعا کرائی جائے پہلے داراشکوہ ان بزرگ کے پاس زیارت اور دعا کیلئے پہنچے.... اس وقت وہ بزرگ تخت پر بیٹھے ہوئے تھے.... ان بزرگ نے داراشکوہ سے کہا کہ میاں یہاں میرے پاس آ جاؤ اور تخت پر بیٹھ جاؤ داراشکوہ نے کہا کہ.... نہیں حضرت میری مجال نہیں ہے کہ میں آپ کے پاس تخت پر بیٹھ جاؤں.... میں تو یہاں نیچے ہی ٹھیک ہوں ان بزرگ نے پھر کہا کہ میں تمہیں بلا رہا ہوں یہاں آ جاؤ.... لیکن وہ نہیں مانے اور ان کے پاس نہ گئے اور وہیں بیٹھے رہے.... ان بزرگ نے فرمایا کہ.... اچھا تمہاری مرضی' پھر ان بزرگ نے ان کو جو نصیحت فرمانی تھی.... وہ فرما دی اور وہ واپس چلے گئے۔

ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد عالمگیر آ گئے.... وہ جب سامنے نیچے بیٹھنے لگے تو ان بزرگ نے فرمایا کہ تم یہاں میرے پاس آ جاؤ.... وہ فوراً جلدی سے اٹھے اور ان بزرگ کے پاس جا کر تخت پر بیٹھ گئے.... پھر انہوں نے ان کو جو نصیحت فرمانی تھی وہ فرما دی جب عالمگیر واپس چلے گئے.... تو ان بزرگ نے اپنی مجلس کے لوگوں سے فرمایا کہ ان دونوں بھائیوں نے تو خود ہی اپنا فیصلہ کر لیا.... داراشکوہ کو ہم نے تخت پیش کیا اس نے انکار کر دیا اور عالمگیر کو پیش کیا تو انہوں نے لے لیا.... اس واسطے دونوں کا فیصلہ ہو گیا.... اب تخت شاہی عالمگیر کو ملے گا چنانچہ ان کو ہی مل گیا۔

یہ واقعہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت والد قدس اللہ سرہ کو سنایا۔

(اصلاحی خطبات جلد ۳ ص ۲۲۹)

میاں اصغر حسین رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک استاد تھے حضرت میاں سید اصغر حسین صاحب قدس اللہ سرہ بڑے اونچے درجے کے بزرگ تھے اور حضرت میاں صاحب کے نام سے مشہور تھے.... حضرت والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور جا کر بیٹھ گیا تو حضرت میاں صاحب کہنے لگے کہ بھائی دیکھو مولوی شفیع صاحب آج ہم عربی میں بات کریں گے.... اردو میں بات نہیں کریں گے.... حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی حیرانی ہوئی.... اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا.... آج بیٹھے بٹھائے یہ عربی میں بات کرنے کا خیال کیسے آیا.... میں نے پوچھا حضرت کیا وجہ ہے؟ حضرت نے فرمایا.... نہیں بس ویسے ہی خیال آ گیا کہ عربی میں بات کریں گے.... جب میں نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ بات اصل میں یہ ہے کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ جب ہم دونوں مل کر بیٹھتے ہیں تو بہت باتیں چل پڑتی ہیں .... اِدھر اُدھر کی گفتگو شروع ہو جاتی ہے.... اور اس کے نتیجے میں ہم لوگ بعض اوقات غلط باتوں کے اندر مبتلا ہو جاتے ہیں.... مجھے یہ خیال ہوا کہ اگر ہم عربی میں بات کرنے کا اہتمام کریں تو عربی نہ تمھیں روانی کے ساتھ بولنی آتی ہے اور نہ مجھے بولنی آتی ہے.... لہٰذا کچھ تکلف کے ساتھ عربی میں بولنا پڑے گا.... تو اس کے نتیجے میں یہ زبان جو بے محابا چل رہی ہے.... یہ قابو میں آ جائے گی اور پھر بلا ضرورت فضول گفتگو نہ ہوگی.... صرف ضرورت کی بات ہوگی۔

پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ.... بھائی! ہماری مثال اس شخص جیسی ہے.... جو اپنے گھر سے بہت ساری اشرفیاں بہت سارے پیسے لے کر سفر پر روانہ ہوا تھا اور ابھی اس کا سفر جاری تھا.... ابھی منزل تک نہیں پہنچا تھا کہ اس کی ساری اشرفیاں خرچ ہو گئیں اور اب چند اشرفیاں اس کے پاس باقی رہ گئیں.... اور اب وہ ان اشرفیوں کو بہت سنبھال کر اور پھونک پھونک کر خرچ کرتا ہے.... صرف بہت زیادہ ضرورت کی جگہ پر خرچ

کرتا ہے.... فضول جگہ پر خرچ نہیں کرتا ہے.... تا کہ کسی طرح وہ اپنی منزل تک پہنچ جائے۔

پھر فرمایا کہ ہم نے اپنی اکثر عمر گزار دی.... اور عمر کے جو لمحات، اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے تھے.... یہ سب منزل تک پہنچنے کیلئے مال و دولت اور اشرفیاں تھیں اگر ان کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے تو منزل تک پہنچنا آسان ہو جاتا.... اور منزل کا راستہ ہموار ہو جاتا لیکن ہم نے پتہ نہیں، کن کن چیزوں میں اس کو خرچ کر دیا.... بیٹھے ہوئے گپ شپ کر رہے ہیں.... مجلس آرائی ہو رہی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ ساری توانائیاں ان فضول چیزوں میں خرچ ہو گئیں اب پتہ نہیں کہ زندگی کے کتنے دن باقی ہیں.... اب یہ دل چاہتا ہے زندگی کے ان اوقات کو تول تول کر احتیاط کے ساتھ پھونک پھونک کر استعمال کرے.... جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ یہ فکر عطا فرماتے ہیں.... ان کا پھر یہی حال ہو جاتا ہے وہ یہ سوچتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زبان کی یہ دولت عطا فرمائی ہے.... تو اس کو ٹھیک ٹھیک استعمال کروں، غلط جگہ استعمال نہ کروں۔ (اصلاحی خطبات جلد ۴ ص ۱۴۹)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی حقوق العباد میں احتیاط

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

میں نے اپنے والد قدس اللہ سرہ کو بھی اسی طرح دیکھا کہ ہر چیز میں ملکیت واضح کر دینے کا معمول تھا.... آخری عمر میں حضرت والد صاحب نے اپنے کمرے میں ایک چارپائی ڈال لی تھی، دن رات وہیں رہتے تھے، ہم لوگ ہر وقت حاضر رہتے تھے، میں نے دیکھا کہ جب میں ضرورت کی کوئی چیز دوسرے کمرے سے ان کے کمرے میں لاتا تو ضرورت پوری ہونے کے بعد فوراً فرماتے کہ اس چیز کو واپس لے جاؤ اگر کبھی واپس لے جانے میں دیر ہو جاتی تو ناراض ہوتے کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ واپس پہنچا دو ابھی تک واپس کیوں نہیں پہنچائی؟

کبھی کبھی ہمارے دل میں خیال آتا کہ ایسی جلدی واپس لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ ابھی واپس پہنچا دیں گے.... ایک دن خود والد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے اپنے وصیت نامہ میں لکھ دیا ہے کہ میرے کمرے میں جو چیزیں ہیں وہ سب

میری ملکیت ہیں اور اہلیہ کے کمرے میں جو چیزیں ہیں وہ ان کی ملکیت ہیں.... لہٰذا جب میرے کمرے میں کسی دوسرے کی چیز آجاتی ہے تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا انتقال اس حالت میں ہوجائے کہ وہ چیز میرے کمرے کے اندر ہو اس لیے کہ وصیت نامہ کے مطابق وہ چیز میری ملکیت تصور کی جائے گی حالانکہ حقیقت میں وہ چیز میری ملکیت نہیں ہے اس لیے میں اس بات کا اہتمام کرتا ہوں اور تمہیں کہتا ہوں کہ یہ چیز جلدی واپس لے جاؤ۔

یہ سب باتیں دین کا حصہ ہیں.... آج ہم نے ان کو دین سے خارج کردیا ہے اور یہی باتیں بڑوں سے سیکھنے کی ہیں۔

میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ گھر میں بعض اشیاء مشترک استعمال کی ہوتی ہیں جس کو گھر کا ہر فرد استعمال کرتا ہے اور ان کی ایک جگہ مقرر ہوتی ہے کہ فلاں چیز فلاں جگہ رکھی جائے گی مثلاً گلاس فلاں جگہ رکھا جائے گا' پیالہ فلاں جگہ رکھا جائے گا' صابن فلاں جگہ رکھا جائے گا' ہمیں فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ ان چیزوں کو استعمال کرکے بے جگہ رکھ دیتے ہو تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارا یہ عمل گناہ کبیرہ ہے اس لیے کہ وہ چیز مشترک استعمال کی ہے جب دوسرے شخص کو اس کے استعمال کی ضرورت ہوگی تو وہ اس کو اس کی جگہ پر تلاش کرے گا اور جب جگہ پر اس کو وہ چیز نہیں ملے گی تو اس کو تکلیف اور ایذاء ہوگی اور کسی بھی مسلمان کو تکلیف پہنچانا گناہ کبیرہ ہے' ہمارا ذہن کبھی اس طرف گیا بھی نہیں تھا کہ یہ بھی گناہ کی بات ہے ہم تو سمجھتے تھے کہ یہ تو دنیا داری کا کام ہے' گھر کا انتظامی معاملہ ہے.... یاد رکھو! زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں دین کی کوئی ہدایت موجود نہ ہو ہم سب اپنے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ کیا ہم لوگ اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ مشترک استعمال کی اشیاء استعمال کے بعد ان کی متعین جگہ پر رکھیں تاکہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو؟ اب یہ چھوٹی سی بات ہے جس میں ہم صرف بے دھیانی اور بے توجہی کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں اس لیے کہ ہمیں دین کی فکر نہیں' دین کا خیال نہیں' اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا احساس نہیں' دوسرے اس لیے کہ ان مسائل سے جہالت اور ناواقفیت بھی آج کل بہت ہے۔ (اصلاحی خطبات جلد۵ص۱۸۰)

مفتی اعظم رحمہ اللہ کا عشق رسول

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور کہا حضرت! مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتا دیجئے جس کی برکت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے.... حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی! تم بڑے حوصلہ والے آدمی ہو کہ تم اس بات کی تمنا کر رہے ہو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے، ہمیں تو یہ حوصلہ نہیں ہوتا کہ یہ تمنا بھی کریں اس لیے کہ ہم کہاں؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کہاں؟ اور اگر زیارت ہو جائے تو اس کے آداب، اس کے حقوق اور اس کے تقاضے کس طرح پورے کریں گے، اس لیے خود اس کے حاصل کرنے کی نہ تو کوشش کی اور نہ کبھی اس قسم کے عمل سیکھنے کی نوبت آئی جس کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے.... البتہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خود ہی زیارت کرا دیں تو یہ ان کا انعام ہے اور جب خود کرائیں گے تو پھر اس کے آداب کی بھی توفیق بخشیں گے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب روضہ اقدس پر حاضر ہوتے تو.... کبھی روضہ اقدس کی جالی کے قریب نہیں جاتے تھے.... بلکہ ہمیشہ کا یہ معمول دیکھا کہ جالی کے پاس ستون ہے اس ستون سے لگ کر کھڑے ہو جاتے اور.... اگر کوئی آدمی کھڑا ہوا تو اس کے پیچھے جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ایک دن خود فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ.... شاید تو بڑا شقی القلب ہے اس وجہ سے جالیوں کے قریب ہونے کی کوشش نہیں کر رہا ہے.... اور یہ اللہ کے بندے ہیں جو جالی کے قریب ہونے.... اور اس سے چمٹنے کی کوشش کر رہے ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جتنا قرب حاصل ہو جائے.... وہ نعمت ہی نعمت ہے لیکن میں کیا کروں کہ میرا قدم آگے بڑھتا ہی نہیں.... جیسے ہی مجھے یہ خیال آیا اسی وقت مجھے یہ محسوس ہوا کہ.... روضہ اقدس کی طرف سے یہ آواز آ رہی ہے کہ:

یہ بات لوگوں تک پہنچا دو کہ.... جو شخص ہماری سنتوں پر عمل کرتا ہے وہ ہم سے قریب ہے خواہ ہزاروں میل دور ہو اور.... جو شخص ہماری سنتوں پر عمل پیرا نہیں ہے وہ ہم سے دور ہے.... خواہ وہ ہماری جالیوں سے چمٹا کھڑا ہو۔

چونکہ اس میں حکم بھی تھا کہ لوگوں تک یہ بات پہنچا دو.... اس لئے میرے والد صاحب قدس اللہ سرہ اپنی تقاریر اور خطبات میں یہ بات لوگوں کے سامنے بیان فرماتے تھے.... لیکن اپنا نام ذکر نہیں کرتے تھے.... بلکہ یہ فرماتے کہ ایک زیارت کرنے والے نے جب روضہ اقدس کی زیارت کی.... تو اس کو روضہ اقدس پر یہ آواز سنائی دی لیکن ایک مرتبہ تنہائی میں بتایا کہ یہ واقعہ میرے ہی ساتھ پیش آیا تھا۔ (اصلاحی خطبات جلد ۶ ص ۱۰۵)

دین کی فہم انمول خزانہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن سبق میں ہمیں ایک واقعہ سنایا کہ ایک دن میں اور میرے کچھ رفقاء دیو بند سے دہلی گئے جب دہلی پہنچے تو وہاں کھانا کھانے کی ضرورت پیش آئی چونکہ کوئی اور جگہ کھانے کی نہیں تھی اس لیے ایک ہوٹل میں کھانے کے لیے چلے گئے.... اب ظاہر ہے کہ ہوٹل میں میز کرسی پر کھانے کا انتظام ہوتا ہے اس لیے ہمارے دو ساتھیوں نے کہا ہم تو میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا نہیں کھائیں گے کیونکہ زمین پر بیٹھ کر کھانا سنت ہے.... چنانچہ انہوں نے یہ چاہا کہ ہوٹل کے اندر زمین پر اپنا رومال بچھا کر وہاں سے بیرے سے کھانا منگوائیں.... حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو منع کیا کہ ایسا نہ کریں بلکہ میز کرسی ہی پر بیٹھ کر کھانا کھالیں.... انہوں نے کہا کہ ہم میز کرسی پر کھانا کیوں کھائیں؟ جب زمین پر بیٹھ کر کھانا سنت کے زیادہ قریب ہے تو پھر زمین پر بیٹھ کر کھانے سے کیوں ڈریں اور کیوں شرمائیں۔

حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ شرمانے اور ڈرنے کی بات نہیں.... بات دراصل یہ ہے کہ جب تم لوگ یہاں اس طرح زمین پر اپنا رومال بچھا کر بیٹھو گے تو لوگوں کے سامنے اس سنت

کا تم مذاق بناؤ گے اور لوگ اس سنت کی توہین کے مرتکب ہوں گے اور سنت کی توہین کا ارتکاب کرنا صرف گناہ ہی نہیں بلکہ بعض اوقات انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے.... اللہ تعالیٰ بچائے۔

پھر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو ایک قصہ سناتا ہوں.... ایک بہت بڑے محدث اور بزرگ گزرے ہیں.... جو ''سلیمان اعمش'' کے نام سے مشہور ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد بھی ہیں.... تمام احادیث کی کتابیں ان کی روایتوں سے بھری ہوئی ہے.... عربی زبان میں ''اعمش'' چندھے کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھوں میں چندھیاہٹ ہو.... جس میں پلکیں گر جاتی ہیں اور روشنی کی وجہ سے اس کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں.... چونکہ ان کی آنکھیں چندھائی ہوئی تھیں.... اس وجہ سے ''اعمش'' کے لقب سے مشہور تھے.... ان کے پاس ایک شاگرد آ گئے' وہ شاگرد اعرج یعنی لنگڑے تھے.... پاؤں سے معذور تھے....

شاگرد بھی ایسے تھے جو ہر وقت استاد سے چمٹے رہنے والے تھے.... جیسے بعض شاگردوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر وقت استاد سے چمٹے رہتے ہیں جہاں استاد جا رہے ہیں وہاں شاگرد بھی ساتھ ساتھ جا رہے ہیں.... یہ بھی ایسے تھے.... چنانچہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ جب بازار جاتے تو یہ ''اعرج'' شاگرد بھی ساتھ ہو جاتے.... بازار میں لوگ فقرے کستے کہ دیکھو استاد ''چندھا'' ہے اور شاگرد ''لنگڑا'' ہے.... چنانچہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد سے فرمایا۔ کہ جب ہم بازار جایا کریں تو تم ہمارے ساتھ مت جایا کرو.... شاگرد نے کہا کیوں؟ میں آپ کا ساتھ کیوں چھوڑ دوں؟ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب ہم بازار جاتے ہیں تو لوگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں کہ استاد چندھا ہے اور شاگرد لنگڑا ہے.... شاگرد نے کہا ''مالنا نوجر و یاثمون'' حضرت! جو لوگ مذاق اڑاتے ہیں ان کو مذاق اڑانے دیں' اس لیے کہ اس مذاق اڑانے کے نتیجے میں ہمیں ثواب ملتا ہے اور ان کو گناہ ہوتا ہے اس میں ہمارا تو کوئی نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے.... حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

''نسلم ویسلمون خیر من ان نوجر و یاثمون''

ارے بھائی! وہ بھی گناہ سے بچ جائیں اور ہم بھی گناہ سے بچ جائیں.... یہ بہتر ہے

اس سے کہ ہمیں ثواب ملے اور ان کو گناہ ہو.... میرے ساتھ جانا کوئی فرض و واجب تو ہے نہیں....اور نہ جانے میں کوئی نقصان بھی نہیں.... البتہ فائدہ یہ ہے کہ لوگ اس گناہ سے بچ جائیں گے....اس لیے آئندہ میرے ساتھ بازار مت جایا کرو....

یہ ہے دین کی فہم....اب بظاہر تو شاگرد کی بات صحیح معلوم ہو رہی تھی کہ اگر لوگ مذاق اڑاتے ہیں تو اڑایا کریں لیکن جس شخص کی مخلوق خدا پر شفقت کی نگاہ ہوتی ہے....وہ مخلوق کی غلطیوں پر اتنی نظر نہیں ڈالتا.... بلکہ وہ یہ سوچتا ہے کہ جتنا ہو سکے میں مخلوق کو گناہ سے بچالوں.... یہ بہتر ہے اس لیے انہوں نے بازار جانا چھوڑ دیا.... بہرحال!....جس جگہ یہ اندیشہ ہو کہ لوگ اور زیادہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کریں گے تو اس صورت میں کچھ نہ کہنا بہتر ہوتا ہے۔(ارشادات اکابر)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا استغناء

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب پاکستان تشریف لائے تو اس وقت حکومت نے دستور ساز اسمبلی کے ساتھ ایک ''تعلیمات اسلامی بورڈ'' بنایا تھا.... حضرت والد صاحب کو بھی اس کا ممبر بنایا گیا.... یہ بورڈ حکومت ہی کا ایک شعبہ تھا.... ایک مرتبہ حکومت نے کوئی کام گڑبڑ کر دیا تو حضرت والد صاحب نے اخبار میں حکومت کے خلاف بیان دے دیا کہ حکومت نے یہ کام غلط کیا ہے.... بعد میں حکومت کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے والد صاحب سے کہا کہ حضرت! آپ تو حکومت کا حصہ ہیں آپ نے حکومت کے خلاف یہ بیان دیدیا؟ حالانکہ آپ ''تعلیمات اسلامی بورڈ'' کے رکن ہیں اور یہ بورڈ ''دستور ساز اسمبلی'' کا حصہ ہے.... حکومت کے خلاف آپ کا یہ بیان دینا مناسب بات نہیں ہے.... جواب میں حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ رکنیت کسی اور مقصد کے لیے قبول نہیں کی تھی، صرف دین کی خاطر قبول کی تھی اور دین کے ایک خادم کی حیثیت سے یہ میرا فرض ہے کہ جو بات میں حق سمجھوں وہ کہہ دوں، چاہے وہ بات حکومت کے موافق پڑے یا مخالف پڑے میں اس کا مکلف نہیں.... بس اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو بات حق ہے وہ

واضح کروں، رہا رکنیت کا مسئلہ، یہ رکنیت کا معاملہ میری ملازمت نہیں ہے، آپ حکومت کے خلاف بات کہتے ہوئے ڈریں کیونکہ آپ حکومت کے ایک ملازم افسر ہیں، آپ کی تنخواہ دو ہزار روپے ہے، اگر یہ ملازمت چھوٹ گئی تو پھر آپ نے زندگی گزارنے کا جو نظام بنا رکھا ہے وہ نہیں چل سکے گا.... میرا یہ حال ہے کہ جس دن میں نے رکنیت قبول کی تھی اسی دن استعفٰی لکھ کر جیب میں ڈال لیا تھا کہ جب بھی موقع آئے گا پیش کردوں گا.... جہاں تک ملازمت کا معاملہ ہے تو مجھ میں آپ میں یہ فرق ہے کہ میرا سر سے پاؤں تک زندگی کا جو خرچہ ہے وہ دو روپے سے زیادہ نہیں ہے اس لیے اللہ کے فضل و کرم سے میں اس تنخواہ اور اس الاؤنس کا محتاج نہیں ہوں یہ دو روپے کا خرچہ پورا کرلوں گا اور آپ نے اپنی زندگی کو ایسا بنایا ہے کہ دو سو روپے سے کم میں آپ کا سوٹ نہیں بنتا.... اس وجہ سے آپ حکومت سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ملازمت نہ چھوٹ جائے، مجھے الحمدللہ اس کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ (ارشادات اکابر)

مفتی اعظم رحمہ اللہ کی وصیت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

میرے والد ماجد نے یہ بات فرمادی تھی کہ ہم نے کوئی دکان نہیں کھولی ہے.... جس کا ہر دم ہر آن چلتا رہنا ضروری ہو.... جب تک اصول صحیحہ سے اس کو چلا سکو چلاؤ.... جب یہ خیال ہو کہ اصول کو پامال کرنا پڑے گا اور دین کی بے عزتی کرنی پڑے گی .... اسے تالہ ڈال دینا اور بند کردینا.... یہ وصیت کرکے تشریف لے گئے.... الحمدللہ آج تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنی رحمت سے اس کو چلا رہے ہیں.... یہ مثال دنیا کے کسی ادارہ میں نہیں ملے گی.... یہ اللہ جل جلالہ کی قدرت کا کرشمہ ہے.... جس کو ہر انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے بے شک کوئی آدمی اس میں اصلاحات کی غرض سے کوئی تجویز پیش کرے.... تو اس کا خیر مقدم کرنے کیلئے تیار ہیں۔

لیکن کوئی شخص یہ چاہے کہ.... یہ دینی مدرسہ اپنی روش سے ہٹ کر کسی اور طریقے میں تبدیل ہوجائے یہ ان شاء اللہ کبھی نہیں ہوگا.... جب تک ہمارے دم میں دم ہے اور جب تک سانس میں سانس ہے یہ اپنی روش سے نہیں ہٹے گا.... ان شاء اللہ اور جس دن اس کو ہٹانا

پڑا اس دن اس کو بند کر دیا جائے گا.... اللہ تعالیٰ اس کو اس مزاج کے ساتھ قیامت تک قائم رکھے اور اس کو اپنی رضا کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (اصلاحی خطبات جلد ۷ ص ۱۰۳)

حقوق العباد کا عجیب واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ بیان فرماتے ہیں۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ایک مرتبہ ریل میں سوار ہونے کے لئے اسٹیشن پہنچے، لیکن دیکھا کہ جس درجے کا ٹکٹ لیا ہوا ہے، اس میں تل دھرنے کی جگہ نہیں، گاڑی روانہ ہونے والی تھی، اور اتنا وقت بھی نہ تھا کہ جا کر ٹکٹ تبدیل کروالیں، مجبوراً اوپر کے درجے کے ایک ڈبے میں سوار ہو گئے، خیال یہ تھا کہ ٹکٹ چیک کرنے والا آئیگا تو ٹکٹ تبدیل کرالینگے، لیکن اتفاق سے پورے راستے کوئی ٹکٹ چیک کرنے والا نہ آیا، یہاں تک کہ منزل آ گئی، منزل پر اتر کر وہ سیدھے ٹکٹ گھر پہنچے، وہاں جا کر معلومات کیں کہ دونوں درجوں کے کرائے میں کتنا فرق ہے۔ پھر اتنی ہی قیمت کا ایک ٹکٹ وہاں سے خرید لیا، اور وہیں پر پھاڑ کر پھینک دیا، ریلوے کے جس ہندو افسر نے ٹکٹ دیا تھا، جب اس نے دیکھا کہ انہوں نے ٹکٹ پھاڑ کر پھینک دیا ہے تو اسے سخت حیرانی ہوئی، بلکہ ہوسکتا ہے کہ والد صاحبؒ کی دماغی حالت پر بھی شبہ ہوا ہو، اس لئے اس نے باہر آ کر ان سے پوچھ گچھ شروع کر دی کہ آپ نے ٹکٹ کیوں پھاڑا؟ والد صاحبؒ نے اسے پورا واقعہ بتایا اور کہا کہ اوپر کے درجے میں سفر کرنے کی وجہ سے یہ پیسے میرے ذمے رہ گئے تھے، ٹکٹ خرید کر میں نے یہ پیسے ریلوے کو پہنچا دیئے، اب یہ ٹکٹ بیکار تھا، اس لئے پھاڑ دیا، وہ شخص کہنے لگا کہ ''مگر آپ تو اسٹیشن سے نکل آئے تھے، اب آپ سے کون زائد کرائے کا مطالبہ کرسکتا تھا'' والد صاحبؒ نے جواب دیا کہ ''جی ہاں، انسانوں میں تو اب کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں تھا، لیکن جس حق دار کے حق کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہو، اسکا مطالبہ اللہ تعالیٰ ضرور کرتے ہیں، مجھے ایک دن ان کو منہ دکھانا ہے، اس لئے یہ کام ضروری تھا''۔

یہ واقعات قیام پاکستان سے پہلے اس دور کے ہیں جب برصغیر پر انگریزوں کی

حکومت تھی، اور مسلمانوں کے دل میں اس حکومت کے خلاف جو نفرت تھی وہ محتاج بیان نہیں، چنانچہ ملک کو انگریزی حکومت سے آزاد کرانے کی تحریکیں شروع ہو چکی تھیں، خود حضرت مولانا تھانویؒ برملا اس خواہش کا اظہار فرما چکے تھے کہ مسلمانوں کی کوئی الگ حکومت ہونی چاہئے جس میں وہ غیر مسلموں کے تسلط سے آزاد ہو کر شریعت کے مطابق اپنا کاروبار زندگی چلا سکیں، لیکن انگریز کی حکومت سے متنفر ہونے کے باوجود اس کے قائم کئے ہوئے محکمے سے تھوڑا سا فائدہ بھی معاوضہ ادا کئے بغیر حاصل کرنا انہیں منظور نہ تھا۔ (اصلاحی خطبات)

تواضع اور جذبہ خدمت کا مثالی واقعہ

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کا واقعہ ہے کہ سردیوں کی ایک رات میں حضرت مفتی صاحبؒ بذریعہ ریل گاڑی تھانہ بھون کے اسٹیشن پر اترے..... قصبہ اسٹیشن سے کافی دور تھا..... درمیان میں کھیت اور غیر آباد زمینیں تھیں..... بجلی بھی نہیں تھی رات کے وقت قلی یا سواری ملنا ناممکن تھا..... چند مسافر ہوتے جو اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتے گاڑی حسب معمول رکی اور روانہ ہو گئی..... اسٹیشن پر ہو کا عالم تھا جنگل اور اندھیری رات..... اسٹیشن سے قیام گاہ تک آمد و رفت عموماً پیدل ہوتی تھی.....

حضرت مفتی صاحبؒ تنہا تھے سامان بھی ساتھ نہ تھا..... اچانک آواز آئی ''قلی''، ''قلی'' یہ آواز بار بار آ رہی تھی..... اب اس میں گھبراہٹ بھی شامل ہو گئی تھی کوئی صاحب مع اہل و عیال اسی گاڑی سے اترے..... قلی ہو تو ملے وہاں ایسا قلی نہ تھا جو آبادی تک سامان پہنچا دے..... یہ مفتی صاحبؒ کے ایک واقف کار تھے اور عقیدت مندانہ ملتے تھے.....

مفتی صاحب رحمہ اللہ سے اپنا بوجھ اٹھوانے پر ہرگز راضی نہ ہوتے یا عمر بھر ندامت کے بوجھ میں دبے رہتے.....

حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے جلدی سے سر پر رومال لپیٹ کر اوپر سے چادر ڈالی اور مزدورانہ ہیئت تیزی سے پہنچ کر کہا:.....

''سامان رکھواؤ کہاں جانا ہے''؟

انہوں نے مختصر پتہ بتا کر سر پر سامان لادنا شروع کر دیا..... پہلا بکس ہی اتنا بھاری تھا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے کبھی نہ اٹھایا تھا.....اس پر دوسرا بکس رکھا.....تیسرا عدد اور مفتی صاحبؒ کی بغل میں تھمانا چاہتے تھے .....مفتی صاحب رحمہ اللہ نے دونوں ہاتھوں سے بمشکل ان بکسوں کو سنبھالتے ہوئے کہا کہ:.....

''حضور میں کمزور آدمی ہوں زیادہ نہیں اُٹھا سکتا.....یہ (تیسرا عدد) آپ سنبھال لیں''

یہ مختصر قافلہ روانہ ہوا بوجھ سے پاؤں ڈگمگا رہے تھے مگر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی اس کمزوری کو ٹارچ (بیٹری) نے چھپا لیا تھا جو انہیں راستہ دکھا رہی تھی اور مفتی صاحب کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ دیتی تھی ان کی قیام گاہ پر سامان اتارا وہ یہ کہہ کر ذرا اندر گئے کہ ''ابھی آ کر پیسے دیتے ہیں.....'حضرت مفتی صاحبؒ وہاں سے غائب ہو گئے.....

اگلے دن وہ صاحب خانقاہ میں حسب سابق بڑی تعظیم سے ملے .....مگر انہیں کیا معلوم وہ ایک ''قلی'' سے مل رہے ہیں.... (البلاغ فقیہ اعظم)

حضرت مفتی صاحبؒ اور تفسیر قرآن کریم

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عمر کے ستر پچھتر سال دین کے علوم پڑھنے پڑھانے میں گزارے، آخر عمر میں جا کر ''معارف القرآن'' کے نام سے تفسیر تالیف فرمائی، اس کے بارے میں آپ مجھ سے بار بار فرماتے تھے کہ معلوم نہیں کہ اس قابل تھا کہ یہ قلم اٹھاتا، میں تو حقیقت میں تفسیر کا اہل نہیں ہوں، لیکن حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کو میں نے آسان الفاظ میں تعبیر کر دیا ہے ساری عمر یہ فرماتے رہے، بڑے بڑے علماء تفسیر پر کلام کرتے ہوئے تھراتے رہے۔ (دین و دانش جلدا)

عجیب نصیحت و وصیت

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میرے دادا حضرت مولانا محمد یسٰین صاحبؒ کا انتقال ہونے لگا تو میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو بلایا

اور فرمایا ''محمد شفیع بھول تو سبھی جایا کرتے ہیں تو ذرا دیر سے بھولنا۔'' مولانا فرماتے ہیں والد صاحب پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے سفر حضر میں کبھی سورۂ یٰسین کا ناغہ نہیں کیا یعنی روزانہ سورۂ یٰس پڑھ کر اپنے والد ماجد کو ایصال ثواب کیا کرتے تھے۔ (دین و دانش جلد۲)

اکابر کی باہمی بے تکلفی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا معمول تھا کہ جب کراچی تشریف لاتے تو دار العلوم ضرور تشریف لے جاتے ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ علیل ہیں۔ ملاقات کیلئے دار العلوم تشریف لائے تو مفتی صاحب لیٹے ہوئے تھے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کو آتے دیکھا تو اٹھنے لگے شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اٹھنے سے منع فرمایا اور مصافحہ کر کے قریب جگہ پر فوراً لیٹ گئے اور بے تکلف دونوں گفتگو فرمانے لگے۔ (بروایت جناب سعید احمد حیدر آباد)

مفسر قرآن ولی کامل
حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا کمال استغناء

مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے عرض کیا کہ:....
''حضرت میرے گاؤں میں .... آپ ایک ہفتہ قیام فرمائیں تا کہ آپکے فیضان صحبت سے لوگوں کو نفع ہو''۔
حضرت نے فرمایا: ''ٹھیک ہے.... لیکن اس شرط پر کہ میرے کھانے وغیرہ کا انتظام آپ کے ذمہ نہیں ہوگا!''۔ وزیر اعلیٰ سمجھے ''شاید حضرت!.... میری مشتبہ آمدنی کی وجہ سے انکار فرما رہے ہیں'' لہٰذا انہوں نے عرض کیا:....
''حضرت! آپ کے کھانے کا انتظام کسی تقویٰ شعار گھرانے میں کر دیا جائے گا''
حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے فرمایا:....
''میرا مطلب وہ نہیں ہے جو تم سمجھے .... میرا مطلب یہ ہے کہ میرے کھانے وغیرہ کے معاملات سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہوگا.... شرط منظور کرو تو چلوں گا''۔ چاروناچار ماننا پڑا
....تب حضرت تشریف لے گئے اور فرماتے تھے کہ:....
''میں نے بھنے ہوئے چنے کچھ ساتھ لے لئے تھے جب سب لوگ سو جاتے تو مٹھی بھر چنے نکال کر کھالیتا.... ہفتہ بھر یہی معمول رہا.... (ماہنامہ الرشید)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مختصر جامع تقریر

امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، میں اسٹیشن پر پہنچوں، گاڑی چلنے کے لیے تیار کھڑی ہو، میرا ایک قدم پائیدان پر ہو اور دوسرا قدم پلیٹ فارم پر ہو، گارڈ سیٹی دے چکا ہو، گاڑی چلنے لگے، ایک آدمی دوڑتا ہوا آئے اور پکارے، احمد علی، احمد علی، اللہ کا قرآن سمجھا کے جا.... فرماتے تھے، میرا دوسرا قدم پائیدان پر بعد میں پہنچے گا، میں آنے والے کو پورا قرآن سمجھا کے جاؤں گا....

کسی نے پوچھا، مولانا پورا قرآن اتنی سی دیر میں کیسے سمجھا دیں گے؟

فرمایا، ہاں قرآن کا خلاصہ تین چیزیں ہیں، رب کو راضی کرو عبادت کے ساتھ.... شاہ عرب صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرو اطاعت کے ساتھ.... اللہ کی مخلوق کو راضی کرو خدمت کے ساتھ....

یعنی عبادت، اللہ کی.... اطاعت، محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی... خدمت، خلق خدا کی....

یہ پورے قرآن کا خلاصہ ہے.... (حکمت و نصیحت کے حیرت انگیز واقعات)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا کمال تحمل

۱۹۴۶ء میں حضرت حج کو تشریف لے گئے۔ سندھیا سٹیم کمپنی بمبئی کے جہاز ایس۔ ایس انگلستان پر آپ بحری سفر کر رہے تھے۔ مگر اس سفر میں بھی آپ نے درس قرآن جاری رکھا اور اس کے لئے اتنی مشقت برداشت فرمائی کہ حجاج کرام میں سے سندھی حضرات کی درخواست پر سندھی زبان میں اور فارسی دان حضرات کی درخواست پر فارسی زبان میں بھی درس دیتے رہے۔ حضرتؒ نے اس سفر میں سات دن تک ایک لقمہ تک تناول نہ فرمایا کہ جہاز کے مطبخ کے ملازم سب کے سب بے نماز تھے۔ حضرتؒ کی متعدد بار فرمائش پر بھی انہوں نے نماز نہ پڑھی اس لئے آپ نے کھانے سے پرہیز فرمایا۔ (برداشت کے حیرت انگیز واقعات)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا کمال درگزر

حضرت رحمہ اللہ کی طبیعت میں نرمی تھی، تشدد نہ تھا۔ ہر شخص آپ کے سامنے بلا تکلف اپنی

معروضات پیش کر سکتا تھا اور آپ اس کو مناسب حال جواب عنایت فرماتے تھے۔ جمعہ، درس اور مجلس ذکر میں ہزاروں لوگ آپ کے گرد جمع رہتے تھے۔ آخری عمر میں پیرانہ سالی اور ضعف کے باعث عموماً انسان کے مزاج میں چڑچڑاپن اور تلخی آجاتی ہے لیکن زندگی کے ان لمحات میں بھی حضرت ؒ کے مزاج میں تلخی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ درج ذیل ہے:

محمد یونس (راولپنڈی) راوی ہیں کہ ایک مرتبہ چند اصحاب حضرت ؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اتفاق سے میں بھی اس مجلس میں شریک تھا کہ ایک شخص اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوا، اور عرض کیا:

''حضور اس بچے کے لئے تعویذ بنا دیں، کبھی یہ لاہور سے چلے جانے کی دھمکی دیتا ہے اور کبھی خودکشی کی، شاید اسے کوئی سایہ ہے۔''

حضرت ؒ نے فرمایا۔ ''اسے جسمانی مرض ہے کسی حکیم یا ڈاکٹر کو دکھلایئے''۔ اور لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا، ''بیٹا! ایسے خیالات دل سے نکال''۔ اس پر وہ شخص بگڑ گیا اور کہنے لگا ''ہم گیارہ بجے سے منتظر تھے کہ آپ سے تعویذ لیں گے اور آپ نے پرواہ تک نہیں کی۔'' حضرت ؒ اسے غصے میں دیکھ کر مسکرائے اور کہا ''اگر کسی کا میرے ہاتھ سے بھلا ہو جائے تو میرا کیا نقصان ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ بچے کو جسمانی مرض ہے اور میں ڈاکٹر طبیب نہیں ہوں۔'' مگر وہ شخص اور زیادہ بگڑ گیا۔ کہنے لگا ''ہمیں آپ سے یہ امید نہ تھی۔'' ہم سب حیران تھے کہ حضرت کس طرح برداشت کر رہے ہیں۔ آخر حضرت ؒ نے بڑے تحمل سے فرمایا ''اچھا ہمارے پاس تو پھر دعا ہی ہے، کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے صحتِ کاملہ عطا فرمائے گا۔'' اس کے بعد بھی وہ شخص غصے سے ہی بات کرتا رہا۔ مگر حضرت ؒ نے ایک بار بھی تلخ جواب نہیں دیا۔ آپ ؒ اکثر فرمایا کرتے۔ ''جو لوگ مجھے گالیاں دیتے ہیں۔ میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے۔ (مرد مومن)

شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا صبر وتحمل

سید امین احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ جمعہ کے وعظ میں اچانک ایک شخص اٹھا اور

نہایت گستاخی کے انداز میں چیخا کہ مولوی صاحب آپ نے داڑھی سکھوں کی طرح چھوڑی ہوئی ہے۔ اسے سنت کے مطابق کریں۔ تمام مجمع حیرت میں آ گیا اور بہت سے حضرات اس شخص پر لپکنے لگے مگر حضرت نے فوراً ڈانٹا اور فرمایا خبردار سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ سب خاموشی سے بیٹھ گئے، تو حضرت نے بڑی نرمی اور متانت سے اس شخص سے فرمایا بھائی جمعہ کے بعد تسلی سے مجھے مسئلہ سمجھا دینا یا مسئلہ سمجھ لینا۔ پھر جمعہ کے بعد کچھ خاص لوگوں کی موجودگی میں حضرت نے اس شخص سے گفتگو فرمائی اور مسئلہ سمجھا دیا۔ (مولانا احمد علی لاہور کے حیرت انگیز واقعات)

چھتیس برس میں کسی کو نہیں ڈانٹا

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شاگردوں، مریدوں اور متعلقین سے ملی جلی زندگی میں سینکڑوں غلطیاں ہوا کرتی ہیں جس پر طبیعت میں رنج اور غصہ کا آنا معمولی بات سمجھی جاتی ہے۔ لیکن چھتیس برس میں، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کو ڈانٹا ہو یا سختی برتی ہو۔ ہزاروں کی تعداد میں گمراہوں نے توبہ کی، بھولے ہوئے راہ راست پر آئے، غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا، منکرین حدیث صراط مستقیم پر آئے۔ (بحوالہ خدام الدین، ص ۳۵، ۲۲ فروری ۶۲ء)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا کمال برداشت

ابتداء میں جب حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے درس قرآن اور خطبات جمعہ سے اہل لاہور کو مستفید کرنا شروع کیا۔ اس وقت ایک اور عالم صاحب بھی دہلی دروازہ کے اندر مقیم تھے جو دیوبندی مکتب فکر کے علماء سے اختلاف رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں اہل لاہور پر ان مولانا صاحب کا خاصا اثر تھا۔ کیونکہ سالہا سال سے وہ یہاں مقیم تھے۔

دہلی دروازہ والے مولانا صاحب کو یہ ناگوار گزرا کہ کوئی اور عالم ان کا حریف بن کر اہلیان شہر لاہور کو اپنی طرف مائل کرے۔ چنانچہ مولانا صاحب موصوف نے حضرت لاہوری کے خلاف پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا اور جمعہ کی تقریروں اور دیگر اجتماعات میں

حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ کو وہابی بے دین وغیرہ کے خطابات سے یاد کیا جاتا۔

ادھر حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ ہر جمعہ میں ایک جامع تقریر فرماتے۔ قرآن پاک کی کسی آیت کی تفسیر ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسوہ حسنہ مستند احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ جات سے بیان کئے جاتے۔ کبھی بھی حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان مولانا صاحب کی بہتان طرازی کا جواب نہیں دیا۔ یہ سلسلہ کافی دن تک چلتا رہا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی زبان پر یہ فقرہ چڑھ گیا:

''اگر قرآن سننا ہو تو شیرانوالہ دروازہ جا کر حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے سن لو اور اگر گالیاں سننی ہوں تو دہلی دروازہ چلے جاؤ۔''

رفتہ رفتہ اہل لاہور پر حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظمت واضح ہوگئی اور بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ جوں جوں حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے معتقدین کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا توں توں وہ مولانا صاحب جو دہلی دروازہ کے اندر مقیم تھے ان کا جوش رقابت بڑھتا گیا۔ ان کے معتقدین کی کافی تعداد شیرانوالہ دروازہ کے اندر رہتی تھی۔ ان کی تقاریر کا جاہل مریدین پر خاص اثر ہوا اور انہوں نے مل کر کوشش کرنی شروع کردی کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو شیرانوالہ دروازہ کی مسجد سے نکال دیا جائے۔

چنانچہ محلہ شیرانوالہ کے کچھ لوگ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو فوراً مسجد سے نکال دیا جائے اور دوسری طرف حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے معتقدین نے مزاحمت کی۔ پہلے کچھ دن تو معمولی تکرار ہوتی رہی اور وہ بھی اس وقت جب حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ درس دے کر چلے جاتے۔ ایک دن بات طول پکڑ گئی اور حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ دنگا فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ دونوں طرف سے لوگ لاٹھیاں وغیرہ اٹھائے ہوئے تھے کہ کسی نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع کردی کہ مسجد میں فساد ہونے والا ہے۔

حضرت فوراً مسجد میں تشریف لائے۔ پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ معتقدین نے جواب دیا کہ: ''حضرت! یہ لوگ آپ کو مسجد سے بزور نکالنا چاہتے ہیں اور ہم یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔''

حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''میں تو دین سکھانے آیا ہوں، مسلمانوں میں فساد ڈالنے نہیں آیا۔ آپ حضرات کو اگر واقعی مجھ سے محبت وعقیدت ہے تو چند منٹ کیلئے مسجد سے نکل جائیں میں دوسرے حضرات سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ آخر ہم سب مسلمان ہیں اور بھائی بھائی ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کی عزت اور جان و مال کا احترام کرنا چاہئے۔''

حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب معتقدین مسجد سے باہر چلے گئے۔ حضرت نے مسجد کا دروازہ بند کر دیا اور اپنے مخالفین سے نہایت اخلاق کے ساتھ گفتگو شروع کی اور فرمایا کہ:

''میں خانہ خدا میں باوضو کھڑا ہوں اور میرے دائیں ہاتھ میں قرآن پاک ہے۔ میں اپنے خالق حقیقی کو حاضر ناظر جان کر رب العالمین کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں صرف آپ حضرات کو قرآن پاک کی تعلیم دینے کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ میں کسی دنیاوی لالچ یا غرض سے اس مسجد میں نہیں آیا۔ اگر آپ حضرات مجھ سے بخوشی قرآن کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو میں اس سلسلہ میں درس کو جاری رکھوں گا۔ اگر آپ حضرات مجھ سے قرآن پاک سننا نہیں چاہتے تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا ہاں ایک عرض ہے کہ آپ میں سے صرف ایک آدمی آکر میرا دایاں ہاتھ جس میں قرآن پاک ہے پکڑ کر مجھے مسجد سے نکال دے میں پھر کبھی اس مسجد میں نہیں آؤں گا خواہ کوئی بھی مجھ سے یہاں رہنے کی درخواست کرے۔ آئیں کوئی صاحب اکیلے آکر مجھے ہاتھ سے پکڑ کر باہر نکال دیں کسی فتنہ فساد اور دھینگا مشتی کی ضرورت نہیں۔''

سب مخالفین حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے تھے مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس طرح قرآن پاک کو دھکا دیا جائے۔ کہنے لگے:

''اچھا مولانا! ہم سوچ کر پھر بتائیں گے فی الحال ہم جاتے ہیں''۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل پھیر دیئے اور آہستہ آہستہ وہ سب حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے معتقدین میں شامل ہو گئے اس طرح سے حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے اپنے اخلاق حمیدہ سے مخالفوں کو مطیع و فرمانبردار کر لیا۔ ان سب کے عقائد درست ہو گئے۔ (خدام الدین)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ اور ان کی اہلیہ کی خدمات دینیہ

مولانا حبیب اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرزند ارجمند حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ مرحوم و مغفور اعلیٰ حضرت قبلہ ابا جان رحمہ اللہ تعالیٰ کے تمام اوقات دینی خدمات جلیلہ میں مصروف رہتے تھے۔ دینی خدمات کے انہماک کی وجہ سے وہ دنیوی اشغال سے منقطع تھے۔ اس وجہ سے ان کی گزر بسر اور دنیوی معیشت اس طرح منظم اور باقاعدہ مرتب نہیں تھی جس طرح عام دنیاداروں کی ہوتی ہے۔ عسر اور یسر کے دور اکثر و بیشتر آجاتے تھے۔ رزق میں کشائش اور تنگی پھر کشائش اور تنگی حتیٰ کہ فاقوں تک نوبت آجاتی تھی لیکن تمام سازگار اور ناسازگار حالتوں میں والدہ مرحومہ نے حق رفاقت نبھایا۔ رزق کی تنگی کی وجہ سے کبھی بھی زبان پر کوئی حرف شکایت نہیں لاتیں۔ ہمیشہ صبر و شکر ان کا شیوہ و شعار تھا۔ گھر کی ضروریات کیلئے کبھی بھی روپیہ پیسہ کا ان سے مطالبہ نہیں کیا۔ اللہ نے جو رزق دیا اسی پر قناعت کی رزق کی بہتات کی دل میں مطلق حرص نہیں تھی۔

والدہ مرحومہ کی اس سیر چشمی اور قناعت نفس نے ابا جان رحمہ اللہ تعالیٰ کو دینی خدمات میں بڑی مدد پہنچائی۔ قبلہ ابا جان رحمہ اللہ تعالیٰ والدہ مرحومہ کی اس اخلاقی خوبی کے ہمیشہ معترف رہے۔ اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ دین میں سب سے زیادہ میری مدد تمہاری والدہ نے کی ہے۔ اگر تمہاری والدہ کی طبیعت میں دنیا کی طمع اور حرص ہوتی اور وہ مجھ کو گھر کی ضروریات کیلئے روپیہ پیسہ کیلئے شدید مجبور کرتی تو میں بھی کہیں نوکری کرتا۔ کسی اسکول کا ٹیچر، کسی کالج کا پروفیسر یا کسی مطبع میں تصحیح کا کام کرتا۔ پھر دینی خدمات تو نہیں کر سکتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ والدہ مرحومہ کے اس ایثار و قربانی کو اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل ہوا ہے اور اس کی برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو بھی اپنے برگزیدہ گروہ میں شامل فرمالیا ہے۔

ذَالِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ

(ماخوذ از خدام الدین ۲۷، دسمبر ۹۶ء)

مخالف کی حکیمانہ اصلاح

سید امین گیلانی لکھتے ہیں کہ حضرت اقدس لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک روز اتحاد بین المسلمین اور اخلاقیات کے موضوع پر باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مولوی صاحب

اپنی تقاریر میں ہمیشہ مجھے کوستے تھے۔ طعن وطنز تشنیع اور دشنام کا نشانہ بناتے تھے میں نے کبھی ان کی باتوں کا جواب نہ دیا نہ برا منایا ایک روز اتفاق سے سرراہ ان کا میرا آمنا سامنا ہو گیا انہوں نے مجھے دیکھا تو فوراً ایک دوسرے بازار کا رخ کر لیا میں بھی ادھر ہی مڑ گیا وہ ایک مسجد کے استنجاء خانے میں چلے گئے میں مسجد کے باہر انتظار کرتا رہا۔

جب وہ باہر آئے تو السلام علیکم کہہ کر میں ان کے ساتھ چل پڑا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ مجھے جتنا جی چاہے برا بھلا کہہ لیا کریں مجھے گوارہ ہے مگر یہ گوارہ نہیں کہ باہم سلام دعا تک نہ رہے۔ ایسا تو بے علم کرتے ہیں علماء کا یہ کردار عوام پر کیا اثر چھوڑے گا اگر آپ دیانت داری سے میرے عقیدے کو خلاف شریعت سمجھ کر مجھے برا بھلا کہتے ہیں تو آپ اجر کے مستحق ہیں اگر خدا نہ کرے دانستہ تعصب سے ایسا کرتے ہیں تو خدا گواہ میں نے آپ کو معاف کیا یہ الفاظ سن کر وہ بہت نادم ہوئے اور کہا مولوی صاحب آئندہ میں کبھی آپ کے خلاف کچھ نہ کہوں گا بغل گیر ہوئے اور ہم دونوں اپنی اپنی راہ چل پڑے پھر واقعی انہوں نے کبھی مجھے برا نہ کہا۔ (ماخذ دو بزرگ صفحہ ۴۴)

علوم قرآن کی اشاعت کا مثالی جذبہ

ایک دن ایک نکاح کی تقریب میں بہت لوگ جمع تھے وہاں ایک بیرسٹر صاحب جو مسلمان تھے کہنے لگے کہ "دیکھئے قرآن نے شروع میں دعویٰ کیا ہے کہ "یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں" دعویٰ بلا دلیل۔ مولانا کچھ دور بیٹھے سن رہے تھے، سکوت اختیار فرمایا، تھوڑی دیر بعد بیرسٹر صاحب کے قریب آئے اور ان سے کہا کہ "میں قانون پڑھنا چاہتا ہوں مگر انگریزی نہیں جانتا۔ آپ مجھے اردو کی کچھ کتابیں بتا دیں تا کہ میں قانون کا ماہر بن جاؤں" بیرسٹر صاحب بھڑک اٹھے کہنے لگے "قانون سمجھنے کیلئے اس کی ٹریننگ کی ضرورت ہوتی ہے، ملحقہ علوم کا مطالعہ ضروری ہے صرف ترجمہ سے آپ قانون کیسے سمجھ لیں گے" مولانا اصرار فرماتے رہے اور وہ شدت سے مخالفت کرتے رہے۔ جب نوبت یہاں تک آپہنچی تو مولانا نے کہا کہ "انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے فہم وادراک پر تو اس درجہ پابندیاں ہیں تو کیا خدا کے بنائے ہوئے قوانین یونہی ترجمہ سے آپ سمجھ لیں گے جو آپ

ابھی اعتراض فرمار ہے تھے" بیرسٹر صاحب بہت خفیف ہوئے اور دیر تک معذرت کرتے رہے۔اور مولانا سے قرآن پڑھنے کی بھی خواہش ظاہر کی۔مولانا تو اس کیلئے تیار ہی تھے۔مگر بیرسٹر صاحب کے پاس مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے کا وقت نہ تھا،تو مولانا نے خود پیشکش کی کہ وہ ان کے مکان پر جاکر تعلیم دیا کریں گے،مگر جب بیرسٹر صاحب نے کہا کہ وہ اپنا موٹر بھیج دیں گےتو مولانا نے انکار کیا اور کہا کہ کسی قسم کا معاوضہ تعلیم کیلئے میں قبول نہیں کر سکتا۔میں اپنی سائیکل پر آپ کے گھر آکر آپ کو قرآن پڑھاؤں گا،ہر گھر میں درس قرآن کے پھیلانے کا ایسا ہمہ گیر جذبہ تھا کہ کوئی بڑی مشقت ان کیلئے گراں نہ تھی۔" (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ)

مفتی اعظم رحمہ اللہ کا کمال حلم

مفتی اعظم ہند مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک جگہ تقریر کررہا تھا.....ایک صاحب نے جواپنے ہی تھے پرچہ دیا،جس میں لکھا تھا کہ جب یہ مدمقابل کے لوگ گالی دے رہے ہیں تو آپ گالی کیوں نہیں دیتے؟ کیا آپ کے منہ میں زبان نہیں؟ میں نے کہا،ہاں بھائی!میرے منہ میں زبان نہیں۔زبان حق تعالیٰ شانہ کی نعمت ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کو اچھے کاموں میں مشغول رکھا جائے۔ذکر کریں،تلاوت کریں،وعظ کہیں،غلط جگہ اس کو استعمال کرنا ناشکری ہے۔اس لئے میں تو گالی والی زبان سے محروم ہوں۔بتایئے اگر کسی شخص کے پاس طرح طرح کے عطر ہوں،خوشبوئیں ہوں اور کوئی آکر اس سے کہے کہ آپ کے پاس گوبر تو ہے ہی نہیں تو وہ کہنے والا ہے نابے وقوف، پاگل خانہ میں بھیجنے کے لائق اسی طرح زبان کو سمجھ لو۔(ملفوظات فقیہ الامت،ج ۲ قسط ۷،ص ۱۱۲)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی بصیرت کا واقعہ

مناظر اسلام حضرت مولانا امین صفدر صاحب رحمہ اللہ نے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے اپنی بیعت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

ایک دن میں خدام الدین میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلس ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا' جس میں آپ کا فرمان تھا کہ جسمانی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ نے گدھوں اور کتوں کو بھی دی ہیں۔

آنکھیں تو اصل دل کی ہیں۔ اگر یہ روشن ہو جائیں تو انسان کو حرام حلال کا امتیاز ہو جاتا ہے اور اگر وہ قبر کے پاس سے گزرے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبر جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا' میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر صاحب جن کا نام رشید احمد تھا' وہ ہال کمرے میں داخل ہوئے' ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور کہتے آرہے تھے کہ کسی نے حرام نوٹ لینا ہے' یہ حرام ہے حرام' میں نے کہا مجھے دے دو۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم کیا کرو گے؟

میں نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلس ذکر کی وہ تقریر سنائی اور کہا لاہور چلتے ہیں اور امتحان لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو حلال حرام کی تمیز ہے یا نہیں؟ اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہو گئے۔ ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے لے لیا' ایک روپے کے سیب اپنے روپے سے اور ایک کے حرام روپے سے خریدے اس طرح پانچ پھل ہم نے خرید لئے اور ہر پھل پر کوئی ایک نشانی لگا دی کہ یہ سیب حرام روپے کا ہے اور وہ حلال روپے کا ہے' یہ کینو حرام روپے کا ہے وہ حلال کا' غرضیکہ ہم پھل لے کر لاہور پہنچ گئے اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں جا پیش کئے' حضرت رحمہ اللہ نے پھلوں کی طرف دیکھا' پھر ہماری طرف دیکھا اور فرمایا بھئی یہ کیا لائے ہو میں نے عرض کیا: حضرت! زیارت کیلئے حاضر ہوئے ہیں' یہ کچھ ہدیہ ہے' فرمایا ہدیہ لائے ہو یا میرا امتحان لینے آئے ہو؟ یہ فرما کر آپ رحمہ اللہ نے ان مختلف پھلوں کو الگ الگ کر دیا اور فرمایا یہ حلال ہیں' یہ حرام ہیں' اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے فرمایا: ''چلے جاؤ' تم بیعت کیلئے تھوڑا آئے ہو تم تو امتحان کیلئے آئے تھے اور ہمیں اٹھا دیا ہم واپس اسٹیشن پر آ گئے گاڑی آئی' باقی چاروں ساتھی سوار ہو گئے مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا' میں ٹکٹ واپس کر کے شاہدرہ اپنے ہم زلف کے ہاں چلا گیا اور اگلے دن فجر کی نماز مسجد شیرانوالہ میں حضرت کی اقتدا میں ادا کی: نماز کے بعد درس کی جگہ پر حضرت رحمہ اللہ نے درس قرآن ارشاد فرمایا درس کے بعد چند ساتھی بیعت کیلئے بڑھے' میں بھی ساتھ بیٹھ گیا' دیکھ کر مسکرا کر فرمایا: اچھا اب بیعت کیلئے آ گئے ہو؟ میں نے عرض کیا: حضرت! حاضر ہو گیا ہوں' حضرت رحمہ اللہ نے بیعت فرمایا اور اسم ذات' استغفار اور درود شریف کی تسبیحات کی تعلیم فرمائی۔ (سہ ماہی وفاق)

مختلف اکابر علمائے حق

مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ کا اکرام خلق

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بوڑھا ملا جو بوجھ لئے ہوئے جا رہا تھا۔ مولانا مظفر حسین صاحب نے جب یہ حال دیکھا تو آپ نے اس سے وہ بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لے جانا چاہتا تھا وہاں پہنچا دیا۔ اس بوڑھے نے پوچھا: ''جی! تم کہاں رہتے ہو''۔

اُنھوں نے کہا:..... ''بھائی! میں کاندھلہ میں رہتا ہوں''

اُس نے کہا:..... ''وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں''

اُس نے کہا:..... ''واہ میاں تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو''

مولوی صاحب نے کہا:..... ''میں ٹھیک کہتا ہوں''

وہ بوڑھا ان کے سر ہو گیا۔ اتنے میں ایک اور شخص آ گیا جو مولوی صاحب کو جانتا تھا اس نے بوڑھے سے کہا: ''بھلے مانس! مولوی مظفر حسین یہی تو ہیں''۔

اس پر وہ بوڑھا ان سے لپٹ کر رونے لگا مولوی صاحب بھی اس کے ساتھ رونے لگے....

طریقت بجز خدمت خلق نیست   بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(اکابر کا تقویٰ)

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی دینی غیرت وحمیت

شیخ الاسلام علامہ انور شاہ کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ بلند پایہ محدث اور علوم و معارف کا خزینہ تھے۔ عربی علم وادب کے علاوہ آپ قدیم فارسی کے بھی بہت بڑے ماہر تھے۔

علامہ اقبال مرحوم نے جب ایران کا سفر کیا تو وہاں زرتشتی مذہب کے پیروکاروں نے ان سے اپنی قدیم کتاب ''پاژند'' کے سلیس فارسی ترجمہ کی درخواست کی علامہ اقبال نے جواباً کہا کہ: ''اس کا ترجمہ مجھ سے تو ممکن نہیں۔ البتہ میرے ملک میں ایک ہستی ایسی ہے جو اس کام کو بحسن وخوبی انجام دے سکتی ہے''۔

زرتشتیوں نے ایک لاکھ ایرانی سکے کی پیش کش کی۔ حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ نے ہندوستان واپس لوٹ کر حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ذکر کیا حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند نے جواب دیا:۔

''لاکھ روپے کے بدلے میں۔ میں کفر کی اشاعت کیوں کروں۔ انور شاہ اسلام کے لئے پیدا ہوا ہے اشاعت کفر کے لئے نہیں''۔ (یادگار ملاقاتیں)

اکابر کی باہمی الفت ومحبت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: مولانا محمد یعقوب صاحب عمر میں سب سے چھوٹے تھے۔ ایک مرتبہ نانوتہ سے گنگوہ حضرت مولانا کی خدمت میں پیادہ تشریف لائے حالانکہ معاصر تھے لیکن اتنا ادب کرتے تھے کہ پیادہ تشریف لے گئے کہ سواری پر بیٹھ کر جانا بے ادبی ہے۔ عصر کی نماز کے وقت مولانا پہنچے جماعت تیار تھی مولانا گنگوہیؒ امامت کے لئے مصلے پر جا کھڑے ہوئے اتنے میں لوگوں نے کہا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب تشریف لائے ہیں اس زمانے میں حضرۃ مولانا گنگوہیؒ کی آنکھیں تھیں۔ انہوں نے دیکھا پوچھا وضو ہے؟ مولانا کا وضو تھا فرمایا۔

آیئے نماز پڑھایئے اور خود مصلے پر سے ہٹ گئے۔ دونوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ گنگوہ آتے تو وہ نماز پڑھاتے اور جب یہ دیوبند جاتے تو یہ پڑھاتے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی اس وقت یہ ہیئت تھی کہ پائنچے چڑھے ہوئے اور چونکہ پیدل چل کر آئے تھے تمام پیروں پر گرد بھری ہوئی۔ اسی طرح مصلے کی طرف جانے لگے اور ایک بار بھی تو انکار نہیں کیا۔ نہ پائنچے اتارے نہ گرد جھاڑی جب مولانا گنگوہیؒ کے سامنے پہنچے تو مولانا نے

صف سے آگے بڑھ کر رومال لے کر پیروں کی گرد جھاڑنا شروع کی مولانا کی عجیب ادا تھی کہ خاموش کھڑے ہوگئے۔ حالانکہ مولانا گنگوہیؒ کا نہایت ادب کرتے تھے نہ معلوم اس وقت کیا حالت تھی مولانا گنگوہیؒ نے پائنچے بھی اپنے ہاتھ سے اتارے۔ مولانا فرماتے تھے کہ اس پر بہت جی خوش ہوا کہ انہوں نے کچھ تکلف نہ کیا.....(ایک ہزار پرتاثیر واقعات)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا استغناء

ایک مرتبہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمتہ اللہ علیہ حیدر آباد دکن کے مولوی نواب فیض الدین صاحب ایڈووکیٹ کی لڑکی کی شادی میں تشریف لے گئے۔ چونکہ نواب صاحب اور ان کے خاندان کو علمائے دیوبند کے ساتھ قدیم رابطہ اور قلبی علاقہ تھا۔ اس لئے شاہ صاحب حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ دوران قیام میں بعض لوگوں نے چاہا کہ حضرت شاہ صاحب اور نظام حیدر آباد دکن کی ملاقات ہو جائے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی فرمایا۔

"مجھ کو ملنے میں عذر نہیں لیکن اس سفر میں میں نہیں ملوں گا کیونکہ اس سفر کا مقصد نواب صاحب کی بچی کی تقریب میں شرکت تھا اور بس اور میں اس مقصد کو خالص ہی رکھنا چاہتا ہوں.....

چنانچہ ہر چند لوگوں نے کوشش کی اور ادھر نظام حیدر آباد دکن کا بھی ایما تھا..... مگر حضرت شاہ صاحب کسی طرح رضامند نہیں ہوئے.....(حیات انور صفحہ ۱۷۴)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا سفر ڈابھیل

دارالعلوم دیوبند میں اختلافات کے باعث جب حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے استعفیٰ دے دیا اور یہ خبر اخبارات میں چھپی تو اس کے چند روز بعد مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدظلہ ایک دن ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کے پاس گئے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم نے مولانا سے فرمایا کہ آپ کا یا دوسرے مسلمانوں کا جو بھی تاثر ہو میں بہرحال شاہ صاحب کے استعفیٰ کی خبر پڑھ کر بہت خوش ہوا ہوں۔

مولانا سعید احمد صاحب نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ کو دارالعلوم دیوبند کے نقصان کا کچھ ملال نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے فرمایا: "کیوں نہیں؟ مگر دارالعلوم

دیوبند کو صدر المدرسین اور بھی مل جائیں گے اور یہ جگہ خالی نہ رہے گی لیکن اسلام کیلئے اب جو کام میں شاہ صاحب سے لینا چاہتا ہوں اس کو سوائے شاہ صاحب کے کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔

ف: ڈاکٹر صاحب مرحوم نے بعض مخلص دوستوں سے پچاس ہزار روپے کے لگ بھگ مواعید بھی لے لئے تھے تا کہ حضرت کشمیریؒ کی شایان شان رہائش کا انتظام کیا جاسکے۔ ڈاکٹر صاحب نے دیوبند خط لکھا تار دیا اور اس کے بعد مولانا عبدالحنان ہزاروی خطیب جامع مسجد آسٹریلیا کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا لیکن حالات کچھ ایسے پیدا ہوگئے تھے کہ علامہ صاحب ڈابھیل تشریف لے گئے (ماہنامہ الرشید ص ۲-ضرور التوبہ ص ۱۰)

حضرت مولانا محمد یحییٰ رحمہ اللہ کا شغف تلاوت

حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ والد گرامی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ کا قرآن شریف سے بڑا شغف تھا۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الخلیل میں لکھتے ہیں ”ایک مرتبہ میری درخواست پر آپ رمضان میں قرآن شریف سنانے کے لیے میرٹھ تشریف لائے تو دیکھا۔ دن بھر میں چلتے پھرتے پورا قرآن مجید ختم فرما لیتے تھے اور افطار کا وقت ہوتا تو ان کی زبان پر قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ہوتی تھی۔ ریل سے اترے تو عشاء کا وقت ہو گیا تھا ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت تھی، اس لیے مسجد میں قدم رکھتے ہی مصلے پر آ گئے اور تین گھنٹے میں دس پارے ایسے صاف اور رواں پڑھے کہ کہیں لکنت تھی نہ متشابہ۔ گویا قرآن شریف سامنے کھلا رکھا ہے اور باطمینان پڑھ رہے ہیں۔ تیسرے دن ختم فرما کر روانہ ہو گئے کہ دور کی ضرورت تھی نہ سامع کی حاجت.....“ (سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی ۴۷،۴۷)

مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی حالات مشائخ کاندھلہ میں لکھتے ہیں ”حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کا معمول تھا کہ رمضان المبارک میں اپنی والدہ صاحبہ اور نانی صاحبہ کو قرآن شریف سنانے کے لیے کاندھلہ تشریف لاتے اور ہمیشہ تین شب میں پورا قرآن شریف سنا کر واپس تشریف لے جاتے جس سال ذی قعدہ میں آپ کا وصال ہوا اس میں ایک ہی شب میں پورا قرآن مجید سنایا تھا اور اگلے ہی دن واپس تشریف لے گئے“ (سوانح یوسفی)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی سود پر گرفت

سید انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ جس زمانہ میں سود کے جائز اور ناجائز ہونے کی بحث زور وشور پر تھی۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کو پنجاب کے سفر میں لاہور قیام کرنا ہوا۔ لاہور کے علماء وزعماء آپ کی خدمت میں جمع ہو گئے جن میں مولانا ظفر علی خان بھی تھے۔ موصوف بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے جو سود خوری کو مسلمانوں کیلئے سود مند سمجھتا۔ انہوں نے اس نیت سے کہ حضرت شاہ صاحب سے کوئی جواز حاصل کر لیا جائے سوال کیا تو حضرت نے ڈیڑھ دو گھنٹہ سود کی حرمت اسکی ہلاکت وبلاء انگیزیوں پر سیر حاصل گفتگو کی جو ظفر علی خان کے مقصد کے بالکل خلاف پڑی انہوں نے اسلوب بدل کر پھر سوال کیا تو حضرت شاہ صاحب نے اپنے خصوصی انداز میں فرمایا کہ ''بھائی ہم مسئلہ کشف (واضح) کر چکے اب جس کو جہنم میں جانا ہو چلا جائے لیکن ہماری گردنوں کو پل نہ بنائے''۔ یہ مختصر جملہ سود کی ان مضرتوں پر خوب پھیلا ہوا ہے جس کا سلسلہ دنیائے دوں سے چل کر جہنم تک دراز ہے.... (حیات کشمیری)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے حافظہ کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب دارالعلوم دیوبند میں کتاب ملا حسن کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک روز اس کی عبارت پر کچھ شبہ ہوا جو حل نہیں ہو رہا تھا۔ مفتی صاحب نے سوچا کہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں استفسار کرنا چاہئے۔ چنانچہ مفتی صاحب رحمہ اللہ کتاب لیکر ان کی تلاش میں نکلے وہ اپنی جگہ پر نہیں تھے اور جب وہ اپنی جگہ پر نہ ہوں تو ان کا کتب خانہ میں ہونا متعین تھا۔ مفتی صاحب کتب خانہ میں پہنچے تو حضرت شاہ صاحب کتب خانے کی بالائی گیلری میں بیٹھے مطالعہ میں مشغول تھے۔ مفتی صاحب ابھی پہنچے ہی تھے کہ حضرت شاہ صاحب نے دیکھ لیا اور اوپر ہی سے آنے کی وجہ پوچھی مفتی صاحب نے عرض کیا کہ:

''ملا حسن کے ایک مقام پر کچھ اشکال ہے وہ سمجھنا تھا''۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے فرمایا: عبارت پڑھئے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے عبارت پڑھنی شروع کی تو بیچ ہی میں روک کر فرمایا:

اچھا! یہاں آپ کو یہ شبہ ہوا ہوگا۔

اور پھر بعینہ وہی اشکال دہرادیا جو مفتی صاحب رحمہ اللہ کے دل میں تھا۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے تصدیق کی کہ واقعی یہی شبہ ہے۔ اس پر انہوں نے اس کے جواب میں وہیں سے ایسی تقریر فرمائی کی تمام اشکال دور ہوگئے۔

اب ظاہر ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ عرصہ دراز سے حدیث کی تدریس میں مصروف تھے اور منطق کی کتابوں سے واسطہ تقریباً ختم ہوگیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہ حافظہ اور یہ استحضار کرشمہ قدرت نہیں تو اور کیا ہے؟ (ماہنامہ الرشید)

حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کے درگزر کا عجیب واقعہ

ایک دفعہ ایک نادان طبیب نے غلطی سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کو زہر دے دیا۔ فوراً آپ کو قے ہوگئی اور مرض ترقی کر گیا۔

ڈاکٹری تشخیص سے پتہ چلا کہ چند منٹ قے نہ ہوتی تو جانبری محال تھی۔ حضرت مولانا سے جس کو ذرا بھی تعلق تھا وہ حکیم صاحب پر آنکھیں نکالتا اور ان کی صورت سے بیزار ہوگیا مگر آپ کو حکیم صاحب کی ندامت اور اپنے خدام کی ان سے یہ وحشت ایک مستقل تکلیف بن گئی کہ وہ بھی کتمان اور ضبط میں رہی جس کا اثر یہ تھا کہ حکیم صاحب تشریف لاتے تو آپ ان کو سب سے الگ اپنے پاس چارپائی پر بٹھاتے تھے اور وہ اس کو مناسب مرض بتاتے تو آپ استعمال فرماتے ورنہ ان سے ایسی ہی باتیں کرتے جس سے ان کو یقین ہو جاتا کہ حضرت میرے معالجہ کے معتقد اور میری حذاقت و مزاج شناسی کے معترف ہیں اور مخلص خدام سے ایک مرتبہ نرم لہجہ میں اس طرح فرمایا کہ

"حکیم صاحب تو میرے محسن ہیں، غلطی تو ہر بشر کے ساتھ لگی ہوئی ہے مگر جو کچھ کیا وہ محبت و شفقت ہی کی نیت سے کیا ان کو کوئی ترچھی نظر سے دیکھتا ہے تو میرے دل پر برچھی لگتی ہے۔ فاعل مختار بجز اللہ تعالیٰ مولائے کریم کے کوئی نہیں جو ہوا وہ اس کی مشیت سے ہوا پھر کسی کو کیا حق ہے کہ آلہ و اوزار کو سرزنش کرے۔" (اکابر کا تقویٰ)

حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کے صبر وتحمل کا واقعہ

حضرت مولانا محمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں آخری چار پارے کے حواشی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے لکھے ہوئے ہیں۔ انہی کا واقعہ ہے کہ ایک بار مولانا احمد علی صاحبؒ کہیں جارہے تھے آپ کے ساتھ کچھ شاگرد اور متوسلین بھی تھے۔

راستہ میں ایک دیہاتی نے ان (کی سادہ وضع) کو دیکھ کر کہا:۔ ''ڈاکوؤں کا گروہ جارہا ہے'' شاگردوں نے انہیں مارنا چاہا مگر آپ نے سختی سے منع کردیا اور گھر واپس آکر بکس کھولا جس میں سینکڑوں خطوط تھے اور ان میں بڑے شاندار الفاظ میں مولانا کو خطاب کیا گیا تھا لوگوں کو دکھلایا پھر فرمایا کہ:۔ ''اتنے آدمی اگر مجھے ایسا سمجھتے ہیں اور اگر ایک شخص یا چند آدمی ایسا سمجھتے ہیں تو برا ماننے کی کونسی بات ہے۔ (ماہنامہ الفرقان)

امانت داری اور خدمت کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ جس زمانہ میں سفر کی سہولتیں بہت کم تھیں .... سفر عموماً پیادہ پایا چھکڑوں .... بہلیوں میں ہوا کرتے تھے اور راستے غیر محفوظ اور پر خطر تھے .... اس وقت مولانا کسی ضرورت سے اپنے سب اہل خاندان کے ساتھ کاندھلہ سے گنگوہ کے لئے روانہ ہوئے اور اس وقت کاندھلہ سے گنگوہ جانے کے لئے وہ راستہ زیادہ موزوں سمجھا جاتا تھا جو موضع گڑھی پختہ سے ہوکر جاتا تھا....

مولانا کا قافلہ گڑھی پختہ سے نکل کر گنگوہ کے راستہ میں تھا کہ اچانک اس قافلہ کو ڈاکوؤں نے گھیرلیا.... مولانا نے جب دیکھا کہ ہم ڈاکوؤں کے نرغہ میں آگئے ہیں اور ڈاکو حملہ کرنے .... مارنے لوٹنے کے لئے آرہے ہیں تو حضرت مولانا گاڑی سے اتر کر ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ اپنا کام کرنے سے پہلے میری ایک بات سن لو.... سردار نے کہا: ''کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ مولانا نے فرمایا'' میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ایک معاملہ کرلوں.... ڈاکوؤں کے

سردار نے اس کی تفصیل پوچھی تو مولانا نے کہا: معاملہ اس طرح کرلو کہ تم ہماری عورتوں کو مت چھیڑنا ہاتھ بھی نہ لگانا اور ہم اپنے پاس کوئی زیور.... روپیہ پیسہ اور قیمتی سامان نہیں رکھیں گے.... سب تمہیں دے دیں گے.... (ڈاکوؤں کے لئے ہدایت واصلاح کا وقت آچکا تھا) انہوں نے مولانا کی یہ فرمائش قبول کرلی.... اب ڈاکوؤں کا گروہ ایک طرف بیٹھ گیا....

مولانا اپنی گاڑیوں (بہلیوں یا چھکڑے) کے پاس آئے اور سب عورتوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جس کے پاس جو زیور اور قیمتی سامان ہو وہ دے دو.... عورتوں.... بچیوں نے اپنے اپنے زیورات اتارنے اور پیسے وغیرہ نکالنے شروع کردیئے ...... مولانا کھڑے ہوئے اس کی نگرانی فرماتے رہے.... جب سب زیورات وغیرہ جمع ہوگئے تو مولانا ان سب کو ایک کپڑے میں باندھ کر ڈاکوؤں کے گروہ کے پاس لائے اور کہا: ''بھائی! دیکھو.... میں سب سامان لے آیا ہوں....'' یہ کہہ کر گٹھری ان کے حوالہ کردی اور ڈاکوؤں کی اس بات کے لئے تحسین فرمائی کہ انہوں نے اپنی بات کو نبھایا اور کسی عورت کو دیکھا تک نہیں.... ڈاکو وہ سامان لے کر خوش ہوگئے اور مولانا کا قافلہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا....

مولانا کا قافلہ کچھ ہی دور چلا تھا کہ مولانا کے ساتھ جانے والی عورتوں میں کچھ کھسر پھسر شروع ہوئی.... حضرت مولانا نے اس کو محسوس کرلیا اور پوچھا کیا بات ہے؟

عورتوں نے کہا.... کچھ نہیں.... مگر جب مولانا نے سختی سے معلوم کیا تو بتایا کہ وہ فلاں یہ کہہ رہی ہے کہ میری ہنسلی (گلے میں پہننے کا ایک زیور جو خاصا بھاری اور قیمتی ہوتا ہے) بچ گئی.... میں نے کپڑوں کے نیچے چھپالی تھی.... مولانا نے یہ سنا تو فوراً سواری روکنے کی ہدایت کی.... گاڑی سے اتر کر مولانا ان خاتون کے پاس آئے اور فرمایا: ''بی بی! یہ تو وعدہ خلافی ہے.... چونکہ ہم ڈاکوؤں سے وعدہ اور معاہدہ کرچکے ہیں اس لئے یہ زیور ان کا ہوچکا ہے.... لاؤ.... مجھے دو.... میں ڈاکوؤں کو دے کر آؤں گا....'' اس خاتون نے وہ زیور اتار کر مولانا کے حوالے کردیا.... مولانا گاڑی سے اتر کر واپس گئے اور وہاں پہنچے جہاں ڈاکوؤں کا گروہ پڑا ہوا تھا.... ڈاکو مولانا کو واپس آتا ہوا دیکھ کر یہ سمجھے کہ شاید بڑے میاں (مولانا) کے معاون مددگار آگئے ہیں اور یہ مقابلہ کے لئے آئے ہیں.... اس خیال سے ڈاکو ہتھیار اٹھانے لگے.... تو مولانا نے فرمایا.... میں لڑنے کے لئے نہیں آیا میں

تو ایک بات کہنے اور تمہاری ایک امانت تمہیں لوٹانے کے لئے آیا ہوں....

مولانا یہ فرمانے کے بعد ڈاکوؤں کے سردار کے پاس پہنچے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا ....''بھائی! میں تمہارے سے معافی مانگنے اور تمہاری ایک امانت واپس کرنے آیا ہوں....تم اپنے وعدہ اور بات کے سچے نکلے ہم نہ نکلے یہ ایک زیور ہے جو ایک بچی نے اپنے کپڑوں میں چھپالیا تھا مگر کیونکہ تمہارے سے وعدہ ہو چکا تھا اس لئے اب یہ ہمارا نہیں رہا....تمہارا ہے.... میں یہی دینے کے لئے آیا تھا....یہ زیور سنبھالو اور اس بچی کی غلطی کو معاف کردو....''

ڈاکوؤں کا سردار مولانا کی بات سن کر بولا....''تم مولوی مظفر حسین کاندھلوی تو نہیں ہو....اس علاقہ میں تو وہی ایک ایسے سچے آدمی ہیں....''مولانا نے فرمایا....''ہاں بھائی ....مظفر حسین میرا ہی نام ہے....ڈاکوؤں کا سردار یہ سنتے ہی مولانا کے قدموں میں گر گیا اور ڈاکوؤں کے پورے گروہ میں گریہ وبکا اور آہ وزاری شروع ہوگئی اور اسی وقت سب ڈاکوؤں نے اپنے اس کام اور تمام گناہوں سے توبہ کی....مولانا سے بیعت ہوگئے اور مولانا کے قافلہ سے لیا ہوا ایک ایک سامان واپس کردیا اور عہد کیا کہ ہم نے آج تک جن لوگوں کا سامان لوٹا ہے یا کسی قسم کی تکلیف پہنچائی ہے ان کو تلاش کر کے ان کا سب سامان واپس کریں گے یا ان سے معافی مانگیں گے......کسی نے سچ کہا ہے:

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(جواہر پارے)

حضرت خواجہ صدیقی رحمہ اللہ کا فیضان

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے جو بھی فیض ملا یہ مرکز تجلیات سے ملا۔یعنی بیت اللہ شریف سے ملا۔اور واقعہ یہ سنایا کرتے تھے،خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ امام العلماء والصلحاء ایک مرتبہ مطاف میں تھے اور جماعت کے چند حضرات بھی ساتھ تھے۔حضرت طواف کر رہے تھے اور جماعت کے لوگ بھی پیچھے پیچھے طواف میں

مصروف تھے۔ اس دوران بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا گیا اور جو کھولنے والا دربان تھا اس نے حضرت کو دیکھ کر کہا آپ اندر جانا چاہتے ہیں تو اے شیخ! آپ چلے جائیں۔ فرماتے ہیں حضرت نے مجھے بھی اشارہ کر دیا کہ آؤ۔ چنانچہ میں بھی حضرت کے پیچھے پیچھے ایک اور آدمی جو عربی نظر آتا تھا وہ بھی پیچھے آ گیا۔ فرماتے ہیں اندر داخل ہو کر ہم نے دو رکعت نفل پڑھی دعا مانگی۔ میرے دل میں اس وقت یہ تمنا پیدا ہوئی کہ میں نے حضرت سے کہا حضرت آپ مجھے اس مرکز تجلیات کے اندر بیعت کر لیں۔ فرماتے ہیں: حضرت نے میری درخواست کو قبول کر لیا اور مجھے بیعت کے کلمات بیت اللہ شریف کے اندر پڑھانے شروع کر دیئے وہ جو عربی آدمی نظر آتا تھا اس نے بھی درخواست کی حضرت نے فرمایا آپ تو اس دیس کے رہنے والے ہیں اور میں تو کسی اور جگہ کا رہنے والا ہوں ہمارا آپس میں ربط نہیں رہے گا لہٰذا آپ کسی مقامی شیخ سے بیعت ہو جائیں۔ فرماتے ہیں اس کے بعد ہم نے مراقبہ کیا مراقبے میں مجھے یوں لگا کہ وہ جو عربی آدمی تھا وہ مجھے کہہ رہا ہے دیکھ رہے ہو، دیکھ رہے ہو۔ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ کہ اس کے ہاتھ (مٹھی) میں مٹی ہے اور وہ اس مٹی کو پھینکنا چاہتا ہے۔ جب میں نے کہا کہ دیکھ رہا ہوں تو اس نے مٹی کو پھینکا اور وہ اڑتے اڑتے دریاؤں سے کھیتوں سے سمندروں سے اوپر جا کر ایک بڑی خوبصورت جگہ پہ گرتی ہے۔

فرماتے ہیں اتنی دیر مراقبہ تھا اتنی دیر کے بعد حضرت نے دعا کروادی۔ جب بیت اللہ شریف کی سیڑھیاں نیچے اترنے لگے تو سیڑھیوں کے درمیان میں حضرت نے مجھے بتایا کہ ابدال نے تمہیں کیا کہا؟ حضرت فرماتے ہیں مجھے تو اندازہ نہیں تھا میں نے سمجھا کہ مراقبے میں مجھے اونگھ آ گئی اور اونگھ میں میں نے یہ کوئی خواب دیکھا ہے لیکن جب حضرت نے پوچھا تو میں نے ساری تفصیل بتا دی۔ حضرت فرماتے ہیں وہ آدمی جو بیعت ہونا چاہتا تھا وہ ابدال تھا اور اس کو میں نے جو بیعت سے انکار کر دیا تو اب میرا فیض تمہارے ذریعے سے پوری دنیا میں جائے گا۔ جہاں تک تم نے مٹی کو جاتے دیکھا وہاں تک اللہ تعالیٰ تمہیں پہنچائیں گے۔

حضرت فرماتے ہیں اس وقت مجھے تو ان باتوں کی سمجھ ہی نہیں تھی۔ میں نے کہا پتہ نہیں یہ کیسے ہوگا؟ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بار بار حرم شریف آنے کا راستہ کھولا پھر

یہاں حج وعمرے کے موقع پر لوگ آتے بیعت ہو جاتے اور میں سمجھتا کہ خواب پورا ہو گیا۔ یہ فلاں ملک سے آ کے بیعت ہو گیا، یہ فلاں ملک سے آ کے بیعت ہو گیا، مگر ۳۵ سال کے بعد مجھے ریونین میں دعوت دی گئی، جب رمضان المبارک میں وہاں پہنچا تو میں نے ہو بہو وہی منظر دیکھا جو ۳۵ سال پہلے میں نے بیت اللہ شریف کے اندر دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دین کی دعوت کے لئے مجھے وہاں تک پہنچا دیا۔ ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ مجھے مرکز تجلیات سے فیض ملا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مرشد اعظم بنا دیا۔ آج ہم بھی اسی جگہ آئے ہوئے ہیں تو کیا ہم اپنا دل دھو کے نہیں جا سکتے۔ یعنی بات ہے کہ دھو کے جا سکتے ہیں اس کے لئے تھوڑی اور کوشش کر لیں اللہ رب العزت کو منا لیں۔ مشکل تو نہیں ہے مگر ہمت کوشش کرنی ہوتی ہے۔ (خطبات فقیر ج 29 ص 90)

مولانا یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کا مزاج لطیف

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ.... جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے.... غالباً انہی کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے ایک مرتبہ حضرت والا کی دعوت کی.... آپ وہاں تشریف لے گئے.... کھانا شروع کیا.... ایک نوالہ کھانے کے بعد معلوم ہوا کہ جس شخص نے دعوت کی ہے اس کی آمدنی حلال نہیں ہے.... اس کی وجہ سے یہ کھانا حلال نہیں ہے....

چنانچہ کھانا چھوڑ کر کھڑے ہو گئے.... اور واپس چلے آئے.... لیکن ایک نوالہ جو حلق میں چلا گیا تھا اس کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ ایک لقمہ جو میں نے حلق سے نیچے اتار لیا تھا اس کی ظلمت اور تاریکی دو ماہ تک مجھے محسوس ہوتی رہی.... وہ اس طرح کہ دو ماہ تک میرے دل میں گناہ کرنے کے داعیے بار بار دل میں پیدا ہوتے رہے.... دل میں یہ تقاضا ہوتا کہ فلاں گناہ کرلوں، فلاں گناہ کرلوں.... اب بظاہر تو اس میں کوئی جوڑ نظر نہیں آتا کہ ایک لقمہ کھا لینے میں اور گناہ کا تقاضا پیدا ہونے میں کیا جوڑ ہے؟ لیکن بات دراصل یہ ہے

کہ ہمیں اس لیے محسوس نہیں ہوتا کہ ہمارا سینہ ظلمت کے داغوں سے بھرا ہوا ہے.... جیسے ایک سفید کپڑے کے اوپر بے شمار سیاہ داغ لگے ہوئے ہوں.... اس کے بعد ایک داغ اور لگ جائے .... پتہ بھی نہیں چلے گا کہ نیا داغ کونسا ہے؟ لیکن اگر کپڑا سفید.... صاف شفاف ہو .... اس پر اگر ایک چھوٹا سا بھی داغ لگ جائے گا تو دور سے نظر آئے گا کہ داغ لگا ہوا ہے .... بالکل اسی طرح ان اللہ والوں کے دل آئینے کی طرح صاف شفاف ہوتے ہیں اس پر اگر ایک داغ بھی لگ جائے تو وہ داغ محسوس ہوتا ہے.... اور اس کی ظلمت نظر آتی ہے.... چنانچہ ان اللہ کے بندے نے یہ محسوس کر لیا کہ اس ایک لقمہ کے کھانے سے پہلے تو نیکی کے داعیے بھی دل میں پیدا ہو رہے ہیں.... گناہوں سے نفرت ہے.... لیکن ایک لقمہ کھانے کے بعد دل میں گناہوں کے تقاضے پیدا ہونے لگے.... اس لیے بعد میں فرمایا کہ درحقیقت یہ اس ایک خراب لقمے کی ظلمت تھی.... اس کا نام ''برکت باطنی'' ہے جب اللہ تعالیٰ یہ برکت باطنی عطا فرما دیتے ہیں تو پھر اس کے ذریعے انسان کے باطن میں ترقی ہوتی ہے' اخلاق اور خیالات درست ہو جاتے ہیں۔ (اصلاحی خطبات جلد ۵ ص ۱۹۵)

مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کی تواضع تواضع

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ.... جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے' بڑے اونچے درجے کے عالم تھے.... ان کے بارے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وعظ میں بیان فرمایا کہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی ان کے سامنے ان کی تعریف کرتا تو بالکل خاموش رہتے تھے.... کچھ بولتے نہیں تھے.... جیسے آج کل بناوٹی تواضع اختیار کرتے ہیں کہ اگر کوئی ہمارے سامنے ہماری تعریف کرتا ہے تو جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ تو آپ کا حسن ظن ہے.... ورنہ ہم تو اس قابل نہیں ہیں وغیرہ.... حالانکہ دل میں بہت خوش ہوتے ہیں کہ یہ شخص ہماری اور تعریف کرے اور ساتھ ساتھ دل میں بھی اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں لیکن ساتھ میں یہ الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں....

یہ حقیقت میں بناوٹی تواضع ہوتی ہے.... حقیقی تواضع نہیں ہوتی لیکن حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب خاموش رہتے.... اب دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ حضرت مولانا اپنی تعریف پر خوش ہوتے ہیں اپنی تعریف کرانا چاہتے ہیں اس لیے تعریف کرنے سے نہ تو روکتے ہیں نہ ٹوکتے ہیں اور نہ ہی اس کی تردید کرتے ہیں....

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ ان کے اندر تواضع نہیں ہے حالانکہ ان باتوں کا نام تواضع نہیں بلکہ تواضع تو دل کے اندر ہوتی ہے اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ آدمی کبھی کسی کام کو اپنے سے فروتر نہیں سمجھتا۔ (ارشادات اکابر)

دعوت میں حکمت کا اصلاح افروز واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے آج کون سا مسلمان ناواقف ہوگا.... اللہ تبارک وتعالیٰ نے تبلیغ اور دین کی دعوت کا جذبہ آگ کی طرح ان کے سینے میں بھر دیا تھا.... جہاں بیٹھتے بس دین کی بات شروع کر دیتے.... اور دین کا پیغام پہنچاتے....

ان کا واقعہ کسی نے سنایا کہ ایک صاحب ان کی خدمت میں آیا کرتے تھے.... کافی دن تک آتے رہے.... ان صاحب کی ڈاڑھی نہیں تھی.... جب ان کو آتے ہوئے کافی دن ہو گئے تو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ اب یہ مانوس ہو گئے ہیں.... چنانچہ ایک دن حضرت نے ان سے کہہ دیا کہ بھائی صاحب.... ہمارا دل چاہتا ہے کہ تم بھی اس ڈاڑھی کی سنت پر عمل کرلو.... وہ صاحب ان کی یہ بات سن کر کچھ شرمندہ سے ہو گئے.... اور دوسرے دن سے آنا چھوڑ دیا....

جب کئی دن گزر گئے تو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے ان کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے آنا چھوڑ دیا ہے.... حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت افسوس ہوا

....اورلوگوں سے فرمایا کہ مجھ سے بڑی سخت غلطی ہوگئی....کہ میں نے کچے توے پر روٹی ڈال دی....یعنی ابھی توا گرم نہیں ہوا تھا....اوراس قابل نہیں ہوا تھا کہ اس پر روٹی ڈالی جائے....میں نے پہلے ہی روٹی ڈال دی....اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان صاحب نے آنا ہی چھوڑ دیا....اگر وہ آتے رہتے تو کم از کم دین کی باتیں کان میں پڑتی رہتیں....اوراس کا فائدہ ہوتا....

اب ایک ظاہر بین آدمی تو یہ کہے گا کہ اگر ایک شخص غلط کام کے اندر مبتلا ہے تو اس سے زبان سے کہہ دو....اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ہاتھ سے برائی کو نہیں روک سکتے تو کم از کم زبان سے کہہ دو....لیکن آپ نے دیکھا کہ زبان سے کہنا الٹا مضر اور نقصان دہ ہو گیا کیونکہ ابھی تک ذہن اس کے لیے سازگار اور تیار نہیں تھا....

یہ باتیں حکمت کی ہوتی ہیں کہ کس وقت کیا بات کہنی ہے....اور کس انداز سے کہنی ہے....اور کتنی بات کہنی ہے دین کی بات کوئی پتھر نہیں ہے کہ اس کو اُٹھا کر پھینک دیا جائے....یا ایسا فریضہ نہیں ہے کہ اس کو سر سے ٹال دیا جائے....بلکہ یہ دیکھو اس بات کے کہنے سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا؟ اس کا نتیجہ خراب تو نہیں ہوگا؟ اگر بات کہنے سے خراب اور برا نتیجہ نکلنے کا اندیشہ ہو تو اس وقت دین کی بات کہنے سے رُک جانا چاہیے....اس وقت بات نہیں کہنی چاہیئے یہ بات بھی استطاعت نہ ہونے میں داخل ہے۔(ارشادات اکابر)

شاہ ابن سعود اور علمائے عرب کے سامنے

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی تقاریر

کمالات عثمانی کے مولف حضرت مولانا محمد انوار الحسن انور قاسمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

ذیل میں راقم الحروف علامہ شبیر احمدؒ صاحب عثمانی کی ڈائری سے ان کی ہنگامہ آراء تقریروں کو جو موتمر مکہ میں کی گئیں۔ مولانا کے اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں:۔

۱۴ ذوالحجہ کو سید رشید رضا مصری ہمارے یہاں بغرض ملاقات آئے۔ (اور) ساڑھے تین بجے عربی ٹائم سے دونوں وفدوں کو موٹروں پر سوار کر کے امیر ابن سعود کے پاس لے گئے اور اس سے پیشتر امیر کی طرف سے پیام آیا کہ آپ لوگ کس وقت ملاقات پسند کرتے ہیں۔ وہاں پہنچے راستہ کے دونوں جانب سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ امیر کے نمائندوں نے دروازہ پر استقبال کیا۔ امیر ابن سعود نے سب سے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا اور دعائیہ کلمات کہتے رہے۔ پھر رسمی الفاظ شکریہ وغیرہ کے کہے۔ پھر سید سلیمان نے تقریر کی جس میں زیادہ تر زور اس پر تھا کہ ہم عرب سے اجانب واغیار کا اثر ہٹانا چاہتے ہیں۔ درمیان میں شوکت علی محمد علی (صاحبان) کی کچھ ترجمانی کرتے رہے جس میں جیل وغیرہ کا ذکر تھا بعدہٗ مولوی عبدالحلیم صدیقی نے کچھ تقریر کی بعدہٗ بندہ نے ایک مبسوط تقریر کی جس میں ان کے مکارم اخلاق اور اکرام ضیف (مہمان نوازی) کو بیان کر کے اپنی جماعت دیوبند اور اپنے مسلک اور مشغلہ کی پوری بصیرت کے ساتھ تصریح کر کے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر زور دیا اور اس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں ہر چیز ہے اور یہ کتاب و

سنت کا استعمال اور سنن کے مظان ومحال (مواقع) کی معرفت رائے اور اجتہاد کی طرف محتاج ایک طرف زینب سے نکاح ہے۔ دوسری طرف لولاحدثان قومک بالجاهلية الحديث (اگر تیری قوم تازہ نو مسلم نہ ہوتی) ایک طرف جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے) ہے دوسری جانب فبمارحمة من الله لنت لهم (اللہ کی رحمت کی وجہ سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے) اور قصہ جنازہ عبداللہ ابن ابی تغلیظ (سختی) اور لین (نرمی) کے محال (مواقع) سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اختلاف بہت سے ہیں۔ اختلاف بين الايمان والكفر اختلاف بين النفاق والاخلاص ' اختلاف بين السنت والبدعة' اختلاف بين الطاعة والمعصية' اختلاف بين فروع الاحكام و هذاهو الذى هو رحمة للامة (اور یہی وہ اختلاف ہے جوامت کیلئے رحمت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہر صنف کے ساتھ جداگانہ تھا۔ باوجودیکہ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ کے آپ مخاطب تھے لیکن خشية ان يقول الناس ان محمداً صلى الله عليه وآله وسلم يقتل اصحابه (اس خوف کے باعث کہ لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں) بھی موجود ہے۔ اختلاف فروع مثلاً رفع یدین' قرات فاتحہ' تامین بالجہر وغیرہ صحابہ' تابعین' خیر القرون اور ائمہ مجتہدین میں رہا۔ ہم ان چیزوں میں رواداری برتتے ہیں۔ بعدہٗ امیر (ابن سعود) نے تقریر کی جس میں یہ تھا کہ ''اختلاف فروع اور ائمہ اربع کے اختلافات میں ہم شدت نہیں کرتے لیکن اصل توحید جس کی دعوت تمام انبیاء علیہم السلام دیتے چلے آئے اور تمسک بالکتاب والسنّت سے ہم کو کوئی چیز الگ نہیں کرسکتی خواہ دنیا راضی ہو یا ناراض۔ یہود ونصاریٰ مشرکین کو ہم کیوں کافر کہتے ہیں کہ وہ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں لیکن یہی کہتے ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں) اور اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ'' (ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک ہی طریقہ پر پایا اور ہم بھی انہی کے نشان قدم کی پیروی کرتے ہیں) غرض اشارے کئے عباد قبور (قبر پرستوں) کی طرف۔ اس پر میں نے بھی تقریر کی اور کہا:۔ (حکمت ونصیحت کے حیرت انگیز واقعات)

قبر پرست مسلمانوں کے متعلق فقہ کی روشنی میں علامہ عثمانی کی تقریر

کوئی شبہ نہیں کہ آدم سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سب نے توحید کی تعلیم دی، شرک کو روکا اور ان لاتعبدو االا ایاہ (اس کے سوائے کسی کی عبادت مت کرو) کہا جس سے مراد توحید عبادت ہے لیکن کلام عبادت کے معنی میں ہے۔ مثلاً ہر سجود لغیر اللہ ضروری نہیں کہ عبادت غیر اللہ کے تحت میں آئے (اور) ہماری شریعت میں مطلقاً حرام ہو۔ یہ جداگانہ چیز ہے لیکن اگر سجود صنم (بت پرستی) اور سجود صلیب (سجود صلیب کی پوجا ہے۔ عیسائی اس سولی کو جس پر ان کے عقیدہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی ہے۔ نشان عبادت خیال کرتے ہیں اور اس کی پرستش کرتے ہیں) (سولی کی عبادت) کی طرح شرک جلی اکبر تھا اور عبادت غیر اللہ (تو) ازلاً وابداً (ہمیشہ ہمیشہ کے لئے) کسی امت اور کسی نبی کے لئے ایک لمحہ کے لئے جائز نہیں ہوسکتا حالانکہ جواز منصوص ہے۔ بعض مفسرین اس کو انحنا کے معنی میں لیتے ہیں اور بہت سے وضع جبہ علی الارض (پیشانی کو زمین پر رکھنے) کے باوجود یکہ کسی ایک عالم کو بھی کہیں یہ خیال نہیں ہوا کہ کسی زمانہ میں شرک مباح تھا اور توحید کا ماننا ضروری نہ تھا۔

سجود صنم (بت پرستی) وصلت (یہودیوں کا خاص نشان) صرف سجود لغیر اللہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ شعائر خاصہ اقوام کفار ہونے کی وجہ سے کفر قرار دئے گئے ہیں آپ ساجد قبر کو تادیب وتعزیر (تنبیہ وسزا) کریں لیکن آپ ان کے دم (خون) اور مال کو عباد اصنام (بت پرستوں) کی طرح مباح نہیں کرسکتے۔ جس شخص کے ہاتھ میں خدا نے زمام حکومت دی ہے خصوصاً اس بقعہ مبارکہ کی اس کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ٹھنڈے دل سے ہمارے معروضات پر غور کیا جائے گا اور مزید گزارش کے واسطے بھی جب آپ موقع دیں گے حاضر ہیں"۔ (ڈائری خود نوشتہ مولانا عثمانی)

مولانا شبیر احمد صاحب رحمہ اللہ کی تقریر اس مسلمان طبقے کے بارے میں جو قبروں پر

سجدے کرتے ہیں فقہی حکم کے ماتحت خاص طور پر قابل غور ہے۔ سلطان ابن سعود اور ان کے علما کے نزدیک بظاہر وہ مسلمان جو قبروں پر سجدے کرتے ہیں کافر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ابن سعود نے اپنی تقریر میں یہود و نصاریٰ کی نظیر پیش کر کے اپنے خیال کو واضح کر دیا ہے اور اسی خیال کے ماتحت وہ اس قسم کے مسلمانوں کے جان اور مال کو کفار و مشرکین کی طرح حلال سمجھتے ہوں گے جیسا کہ مولانا عثمانی کی تقریر سے واضح ہے لیکن علامہ نے مسئلہ کی حقیقت کو کس فقہی انداز میں حل کیا ہے اور بتایا ہے کہ قبروں پر سجدہ کرنے والے مسلمان اس حکم میں نہیں ہیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ یا بت پرست۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر کسی نبی یا کسی امت کے لئے کسی صورت میں بھی اللہ کے سوائے کسی کو سجدہ جائز نہ ہوتا۔ ہاں مولانا عثمانی کا یہ مطلب نہیں کہ مزارات پر سجدے جائز ہیں یا حرام نہیں بلکہ ان کا منشا فقہی نقطہ نگاہ سے یہ ہے کہ مسلمان قبر پرست کو دیگر مشرکین کی طرح کافر نہیں کہیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ سجدہ کر کے وہ اظہار عقیدت کر رہا ہو اور اپنی عاجزی یا مسجود کے احترام کا سجدہ سے ارادہ رکھتا ہو جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور ان کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا اور مقصد صرف احترام یوسف علیہ السلام یا اللہ کی قدرت پر سجدۂ حیرت و عظمت تھا۔ بہر حال جو بھی کچھ تھا سجدہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے اختلافات کی مختلف قسمیں بیان فرما کر اور فروعی مسائل کے اختلاف پر روشنی ڈال کر اختلاف امتی رحمۃ کے مطلب کو بھی روشن کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساجد قبر کو کفر سے نکال کر مولانا عثمانی نے بت پرستوں اور مسلمان قبر پرستوں میں فرق قائم کر کے سلطان ابن سعود کو فقہی مسئلہ پر ٹوکا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مولانا کی اس تقریر پر سلطان ابن سعود اور وہاں کے دیگر علما نے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے جن کو موصوف نے اپنی ڈائری میں فیل کے الفاظ میں پیش کیا ہے۔

''امیر (ابن سعود) نے کہا کہ میں آپ کا ممنون ہوں۔ آپ کے خیالات اور بیان میں بہت رفعت اور علو ہے اور دقیق مسائل پر مشتمل ہے لہذا میں ان تفاصیل کا جواب نہیں دے سکتا اس کا جواب علما بہتر دے سکیں گے۔ انہی سے یہ مسائل طے ہوسکتے ہیں''۔ (ڈائری ص ۲۴)

اب سلطان ابن سعود کی پہلی تقریر کا جملہ پڑھئے کہ ''کتاب و سنت سے ہم کو کوئی چیز

الگ نہیں کرسکتی خواہ دنیا راضی ہو یا ناراض یہود و نصاریٰ مشرکین کو ہم کیوں کافر کہتے ہیں کہ وہ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں"۔ ان الفاظ میں قبروں پر سجدہ کرنے والے مسلمانوں کے کفر کی طرف اشارہ ہے لیکن جب فقیہ دانش مند نے اپنی فقہی بصیرت کو پیش کیا تو ابن سعود خاموش ہو گئے اور مسئلہ کو اپنے علما کے حوالہ کر دیا۔ مولانا کے سامنے عرب کے علما کی کیفیت اور خاموشی کا حال مولانا عثمانی کی تقریر کے بعد کیا ہوا اور یہ بھی مولانا کی زبانی سنئے لکھتے ہیں:۔

شیخ عبدالعزیز عتیقی (شیخ عبدالعزیز عتیقی سلطان ابن سعود کی مجلس علماء کے ایک اعلیٰ رکن تھے) نے بیان کیا کہ جلالۃ الملک (سلطان ابن سعود مذہبی تقریروں سے بہت خوش ہوتے ہیں شبیر احمد عثمانی کی تقریر سے بہت محظوظ اور متاثر ہوئے اور اپنے بعض علما اور اصحاب رائے وفکر سے بعض اجزائے تقریر نقل کئے بعض علما نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سجود لغیر اللہ شرک نہ ہو۔ سلطان نے فرمایا کہ وہ لوگ سجود لغیر اللہ میں تقسیم کرتے ہیں اور شرک کے مراتب و مدارج بیان کرتے ہیں عتیقی نے کہا کہ یہ چیز پہلی دفعہ ہمارے کانوں نے سنی۔" (ڈائری ص ۲۶، ۲۷)

مذکورہ عبارت سے علمائے مکہ کا استعجاب اور مولانا عثمانی کی فقہی نکتہ آرائی کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے زاویہ خیال میں بھی وہ تحقیق سجدۂ قبر سے متعلق نہ تھی جو علامہ عثمانی نے بیان کی۔ چنانچہ عتیقی کا یہ جملہ کہ "یہ چیز پہلی دفعہ ہمارے کانوں نے سنی"۔ حقیقت سے پردہ اٹھا رہا ہے۔

مسئلہ مذکورہ کے متعلق مولانا عثمانی نے ۲۵ ذوالقعدہ کے ایک اور اجلاس میں جبکہ سلطان نے جمعیۃ العلما کے وفد کو دوپہر کے وقت اپنے پاس بلا کر بات چیت کی اور تقریر بھی کی۔ خوب واضح فرمایا ہے۔ آپ نے سلطان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آپ کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے آپ کی نسبت یعنی شعب نجدیین کے متعلق ہندوستان میں بہت سے خیالات تھے۔ اگرچہ ہم ہمیشہ سے حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ ان سے مستفید بھی ہوئے ہیں اور بعض تفردات وغیرہ میں ان پر انتقاد (تنقید) بھی کرتے رہے ہیں لیکن خاص طائفہ نجدیہ کے معتقدات کا حال ہم کو محقق نہ تھا۔ چند روز ہوئے ہم نے دو کتابیں آپ کی پڑھیں "الہدیۃ السنیہ" اور "مجموعۃ التوحید"۔ ان کے مطالعہ سے بہت چیزیں جو آپ کی طرف منسوب ہو رہی تھیں ان کا افترا

ہونا ثابت ہوا پھر بھی چند مسائل میں اختلاف رہا۔ بعض میں قرب اختلاف لفظی کے ہے ہاں سخت اختلاف ان لوگوں کی تکفیر میں ہے جو قبر کو سجدہ کرتے ہیں یا اس پر چراغ جلاتے ہیں یا غلاف چڑھاتے ہیں۔ ہم ان امور کو بدعت اور منکر سمجھتے ہیں اور ہمیشہ مبتدعین سے جہاد بالقلم واللسان کرتے ہیں لیکن عبادالاوثان (بت پرست) اور یہود و نصاریٰ کی طرح مباح الدم والمال (جن کی جان لینا اور خون بہانا مباح ہو) نہیں سمجھتے جس کا ذکر میں پہلی ملاقات میں آپ سے تفصیلات کر چکا ہوں اور آئندہ اگر وقت نے مساعدت کی اور خدا نے توفیق بخشی تو شیخ عبداللہ ابن بلیہد وغیرہ سے اس پر مفصل کلام کیا جائے گا۔ (ڈائری ص ۳۵،۳۶،۳۷)

مذکورہ عبارت سے روز روشن کی طرح مولانا کی وسعت نظری کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی کے کفر میں کس قدر محتاط ہیں ان کے نزدیک احمد رضا خانی پارٹی کافر نہیں ہے یہی فرق ہے محتاط خدا سے ڈرنے والے حقیقی ذمہ دار عالم اور غیر ذمہ دار عالم میں۔ بلکہ کسی ایک مخصوص شخص کے سوائے علمائے دیوبند سوائے اصول سے اختلاف کرنے والے فرقہ کے کسی کو کافر نہیں کہتے۔ دیکھئے بریلوی حضرات بلاتخصیص علمائے دیوبند کو کافر کہتے ہیں مگر مولانا عثمانی موتمر مکہ میں سلطان کے سامنے ان کے مسلمان ہونے کی کس طرح وکالت کر رہے ہیں۔ ایک اور مقام پر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے خط کا جواب دیتے ہوئے مراسلات سیاسیہ کے ایک مکتوب مورخہ ۲۹ دسمبر میں کفر و اسلام کے مسئلہ کے سلسلہ میں فقیہ دانش مند لکھتے ہیں:۔

''سر سید احمد خان اب کہاں ہیں جو ان کے ذاتی عقائد کا مسئلہ زیر بحث لایا جائے تمام علی گڑھ والوں کو یک قلم ان کے جملہ عقائد میں ہمنوا رکھنا محض تحکم ہے کیا آپ کے یا دوسرے اکابر علما کے نزدیک تمام علی گڑھ والے کافر و مرتد ہیں؟ ایسے مسائل میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ خلط مبحث نہ کیجئے۔ کفر و ارتداد کی بحث اسلام کے نازک ترین مباحث میں سے ہے۔'' (مراسلات سیاسیہ)

مذکورہ عبارت سے حضرت علامہ کا فقہی مقام متقیانہ اور محتاط وضع ملاحظہ کیجئے۔ یہی تو وہ عثمانی کی صفت ہے جس پر بے ساختہ قربان ہونے کو دل چاہتا ہے وہ کم فہم تنگ دل اہل علم غور کریں کہ جو کفر کا فتویٰ کسی پر لگا دینا بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔ (حکمت و نصیحت کے حیرت انگیز واقعات)

انہدام تعمیرات قبور وزیارت مقامات مقدسہ

سلطان ابن سعود کے سامنے اہم مسائل میں سے صحابہ وغیرہم کے قبوں اور مزارات کی عمارتوں کے منہدم کرنے اور مآثر و مقامات مقدسہ کے آثار کو قائم رکھنے یا گرانے اور ان کی زیارتوں سے برکت حاصل کرنے کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ بھی بہت اہم تھا۔ سلطان نے ان قبوں اور مزارات متبرکہ کی عمارتوں کو گرانے کی وجہ یہ خیال کی تھی کہ لوگ عقیدت میں آ کر ایسے امور کا ارتکاب کرتے ہیں جن میں شرک ہوتا ہے ان کے سامنے حضرت عمرؓ کا وہ واقعہ تھا کہ انہوں نے لوگوں کے حالات کے پیش نظر اس درخت کو کٹوا دیا جس کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افواہ پر اہل مکہ کے مقابلہ میں جہاد کرنے کی بیعت لی تھی۔ اس خصوصی مسئلہ میں مولانا عثمانی نے جو تقریر ابن سعود کے سامنے کی ہے وہ قابل غور ہے۔ تقریر حسب ذیل ہے ملاحظہ فرمایئے۔

''ہم بنا علی القبر (قبر پر عمارت بنانے) کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ ہم نے فتوے دیئے ہیں بحثیں کی ہیں لیکن ہدم قباب (قبوں کے منہدم کرنے میں) ضرورت تھی کہ بہت تانی (ڈھیل) اور حکمت سے کام لیا جاتا۔

جب ولید بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز کو حکم دیا کہ حجرات ازواج النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدم کر کے مسجد کی توسیع کریں تو انہوں نے ہدم کا حکم دیا حتیٰ کہ تینوں قبریں کھل گئیں۔ اس وقت عمر بن عبدالعزیز اس قدر روئے تھے کہ کبھی اس قدر روتے ہوئے نہ دیکھے گئے حالانکہ خود ہی ہدم کا حکم دیا تھا۔ پھر نہ صرف قبر نبی علیہ السلام پر بلکہ تینوں قبروں پر بنا کرائی (عمارت بنوائی) میری غرض اس وقت تجویز بنا (قبروں پر عمارات بنوانا) نہیں بلکہ یہ بتلانا ہے کہ قبور اعاظم و اکابر کے ساتھ ہدم وغیرہ کا معاملہ ایسا ہے جس کو قلوب میں ایک تاثیر اور دخل ہے مقابر (قبروں) کے معاملہ میں میں زائد نہیں کہنا چاہتا اور شیخ کفایت اللہ مجھ سے پہلے کہہ چکے ہیں (البتہ) مآثر (مقامات مقدسہ) کے متعلق میں کہوں گا کہ

حدیث اسراء میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ آپ کو جبریل نے چار جگہ

اتارا اور نماز پڑھوائی اور بتلایا کہ یہ یثرب یا طیبہ ہے۔ **والیه المهاجره** یہ طور سینا ہے **حیث کلم الله موسیٰ تکلیما** جس جگہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا' یہ مدین ہے **حیث ورد موسیٰ و سکن شعیب** (جس جگہ موسیٰ علیہ السلام آئے اور شعیب علیہ السلام سکونت پذیر رہے) یہ بیت اللحم ہے۔

حیث ولد المسیح علیه السلام (جس جگہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے) پس اگر طور پر آپ سے اس لئے نماز پڑھوائی گئی کہ وہاں حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا تو جبل النور پر جانے اور نماز پڑھنے سے ہم کیوں روکے جائیں جہاں پر اللہ کا کلام لے کر جبرئیل (علیہ السلام) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ سب سے پہلے جب مولد (جائے پیدائش مسیح پر حضور سے دو رکعتیں پڑھوائی گئیں تو کیا غضب ہے کہ امت محمد مولد النبی (نبی کریم کی جائے پیدائش) میں دو رکعت نہ پڑھ سکے۔ مدین میں حضرت شعیب (علیہ السلام) رہتے تھے اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کچھ عرصہ ٹھہرے تھے پھر مسکن خدیجہؓ جہاں حضور ۲۸ برس رہے اور جس کو طبرانی نے **افضل البقاع بعد المسجد الحرام فی مکه** (مکہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے افضل جگہ) لکھا ہے کیوں اس قابل نہیں کہ وہاں دو رکعت پڑھ لی جائیں یا جبل ثور جہاں آپ تین روز مخفی (چھپے) رہے اس پر نماز کیوں نہ پڑھی جائے۔ یہ حدیث تبرک بآثار الصالحین (بزرگوں کے نشانات سے برکت حاصل کرنے) میں اصل اصیل ہے۔ بہر قصہ (میں نے) عتبان بن مالک کا ذکر کیا اور حدیبیہ کا قصہ کیا ہے جس میں نخامہ اور اشعر اور ماء وضو (وضو کا پانی) وغیرہ کا متبرک ہونا مذکور ہے۔ پھر عبداللہ ابن عمر کی بخاری والی حدیث ذکر کی پھر کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ ابن سعود نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شجرۃ الرضوان کو کٹوا ڈالا تھا۔ لیکن یہ صرف مصلحت تھی قطع ذرائع شرک اور جس مادہ شرک کے لئے اگرچہ یہ مصلحت اب بھی موجود ہے لیکن دوسری طرف آج مسلمانوں کے ائتلاف نخامہ اشعر کی تحقیقات قلوب (دلوں کے جوڑنے) کی مصلحت ہے اور ان کو ان بلاد مقدسہ کی طرف سے اور اس حکومت کی طرف سے جو یہاں حکومت کرے نفور ہونے سے بچانا ہے اور تشتت وتفرق (پھوٹ) کو کم کرنا ہے۔ دونوں

مصالح کا موازنہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ بہر حال کلام اب اصل مسئلہ میں نہیں بلکہ مصالح کے توازن میں ہے اس میں پوری احتیاط کرنی چاہئے۔ آپ بدعات ومنکرات سے لوگوں کو روکیں نصیحت کریں۔ تادیب کریں لیکن اصل چیز کو محو نہ کریں۔

وایاکم والغلو فی الدین فان الغلو فی الدین قداھلک من کان قبلکم او کما قال وقال اللہ تعالیٰ "یااھل الکتٰب لاتغلوا فی دینکم ولا تقولواعلی اللہ الا الحق . فیسرواولاتعسرواوبشرواولاتنفروا وکونوا عباداللہ اخوانا (ترجمہ) اور دین میں غلو (حد سے زیادہ نوک پلک) مت کرو۔ کیونکہ دین میں غلو نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا یا جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو اور اللہ پر سچ کے سوائے کچھ نہ کہو۔ اس قول کے مطابق سہولت پیش کرو اور تنگی میں نہ ڈالو اور ان کو اپنی طرف ملاؤ متنفر نہ کرو اور بھائی بن کر اللہ کے بندے بنو۔ انوار) (ڈائری عثمانی از صفحہ نمبر ۱۴۱ تا ص ۵۰)

مذکورہ بالا تقریر مولانا عثمانی کے فقیہانہ ذوق' قوت اجتہاد' زور استدلال اور قیاس و استشہاد فقیہانہ کی بہترین آئینہ دار ہے۔ اس خطابت میں انہوں نے قبروں پر گنبد عمارت وغیرہ بنوانے کو ناجائز فرمایا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگر صحابہ کرام بزرگان عظام کی قبروں پر قبے بنے ہوئے ہوں تو پھر ان کو منہدم کرانا مصلحت کے خلاف ہے اس دعوے کی دلیل میں انہوں نے ولید بن عبدالملک اور عمر بن عبدالعزیز کے اس عمل کی کہ اول الذکر نے موخر الذکر کو آنحضرت علیہ السلام کی بیبیوں کے حجرے گرانے اور مسجد کو وسیع کرنے کا حکم دیا تھا۔ پیش کی ہے چنانچہ حجرے گرائے گئے تا آنکہ تینوں قبریں کھل گئیں اور پھر عمر بن عبدالعزیزؒ جو اپنے زمانہ کے مجدد گزرے ہیں ایسا کرنے پر روئے اور پھر نہ صرف روضۂ اکرمؐ پر عمارت بنوائی بلکہ ازواج مطہرات کی قبروں پر بھی عمارتیں بنوائیں۔

علاوہ ازیں مآثر کے سلسلہ میں علامہ عثمانی کا مجتہدانہ رنگ قیاس کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر معراج میں مقامات مقدسہ پر نماز پڑھوایا جانا عمل کی روح اور برکت ورحمت کا سامان ہوسکتا ہے تو امت محمدیہ کے افراد مآثر ومقامات مقدسہ پر نوافل پڑھیں یا حصول

برکت کے افعال ان سے سرزد ہوں تو کیا مضائقہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب مسائل حضرت عثمانی کے فقہی رنگ پر بہترین تبصرے کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ مولانا نے شجرۂ رضوان کی نظیر سے مصلحت عامہ مسلمین اور تالیف قلوب امت مسلمہ کے پہلو کو مقدم سمجھتے ہوئے ماثر پر شرکیہ افعال سے بچانے کے لئے تنبیہ وتادیب کی تجویز پیش کی ہے جس سے ہر چیز اپنی اپنی جگہ چسپاں نظر آتی ہے۔ (حکمت ونصیحت کے حیرت انگیز واقعات)

غلاف کعبہ

موتمر مکہ کی ایک مجلس ''لجنة الاقتراحات'' میں غلاف کعبہ یا کسوۂ کعبہ کا مسئلہ پیش ہوا کہ آیا غلاف کعبہ ریشمی جائز ہے یا حرام ہے نیز اس میں اسراف ہے یا نہیں۔ بعض علما کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھانے کو اسراف کہتے تھے اور یہ بھی کہ ریشم کا استعمال حرام ہے۔ مولانا عثمانی اپنی ڈائری میں اس مجلس اور مسئلہ کے متعلق حسب ذیل تفصیلات پیش کرتے ہیں:۔

''۴ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء کو لجنة الاقتراحات میں کسوۂ کعبہ (غلاف کعبہ) کا مسئلہ پیش ہوا کہ اس میں بہت اسراف ہوتا ہے۔ اس کے مصارف گھٹا کر دوسرے وجوہ خیر میں صرف کئے جائیں۔ حریر وذہب (ریشم اور سونا) وغیرہ کا استعمال بالاتفاق حرام ہے۔ اس پر محمد علی صاحب (جوہر) نے اور عبداللہ شیبی نے سختی سے مخالفت کی۔ (حکمت ونصیحت کے حیرت انگیز واقعات)

غلاف کعبہ کے اسراف وعدم اسراف پر علامہ عثمانی کی تقریر

پھر میں نے کہا کہ اس میں علما نے بہت کچھ کلام کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دو ورق کے قریب اس پر لکھے ہیں تاریخی بحثیں کی ہیں کہ سب سے پہلے کعبہ پر کسوہ (غلاف کس نے ڈالا اور کس چیز کا ڈالا گیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً دیباج و حریر (دیباج ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہوتا ہے) کا کسوہ (لباس) حضرت عباس بن عبدالمطلب کی والدہ نے ڈالا۔ اور بھی اقوال ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عہد میں دیباج وحریر کا غلاف تھا پھر اس میں تکلفات ہوتے رہے۔ علما نے کسی

وقت منع نہیں کیا بلکہ جن لوگوں نے اس کا زیادہ اہتمام کیا ان کو علما نے دعائیں دیں۔ کما فی الفتح کعبہ کا حکم دوسرے تمام بیوت (گھروں) اور مساجد سے مستثنیٰ ہے۔ اس پر علما کا اتفاق ہے اس کو بدعت یا منکر قرار دینا صحیح نہیں"۔ (ڈائری از ص ۵۸ تا ص ۶۱)

غلاف کعبہ کے ریشمی ہونے پر بعض علمائے مجلس نے حرمت و اسراف کا بہت جلد فیصلہ کر کے غیر محتاط اقدام کیا ہے۔ دیکھئے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے فتح الباری کی تحقیقات سے تاریخی اور فقہی پہلو کو متعین کر دیا اور جو علما اس کو فقہی خیال کے ماتحت ناجائز خیال کئے ہوئے تھے مولانا نے ان کی تقلید نہیں کی۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اس کو اسراف کی حد میں رکھا بھی نہ جائے تو کیا غلاف کعبہ کی قیمت کو کسی اور کار خیر میں صرف کرنا مصلحت ہوگا یا نہیں۔ راقم الحروف کے نزدیک یہ امر متعین ہے کہ فقہی نقطہ نگاہ سے مولانا عثمانی کی تحقیق فیصلہ کن ہے لیکن اگر مصلحت خیر کو پیش نظر رکھا جائے اور کسی زمانہ کے حالات غلاف کعبہ کے قیمتی ہونیکی بجائے گھٹا کر اس کے مصارف کسی اور کار خیر میں خرچ کیے جائیں تو ایسا کرنیکی خاص خاص ہنگامی حالات میں گنجائش نکلتی ہے ورنہ اکرام کعبہ کیلئے قیمتی غلاف مصلحت سے خالی نہیں۔ (حکمت ونصیحت کے حیرت انگیز واقعات)

تطہیر جزیرۃ العرب

موتمر مکہ کی "لجنۃ الاقتراحات" میں تطہیر جزیرۃ العرب یعنی کفار کا جزیرۂ عرب سے اخراج یا کم از کم اعلان اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کرو) بدقسمتی سے سلطان ابن سعود کے نئے اقتدار و تسلط سے پہلے شریف حسین والی مکہ دشمنان اسلام برطانیہ کے ہاتھوں پر ناچ رہا تھا اور انگریزوں نے وہاں اپنا اچھا خاصہ تسلط جما رکھا تھا۔ یہی پالیسی شریف کی تباہی کا باعث ہوئی۔ ابن سعود نے حملہ کر کے شریف کو نکال باہر کیا۔

موتمر مکہ کی مجلس میں یہ سوال زیر بحث آیا کہ اگرچہ انگریز کے نکالنے کی سر دست ہمیں

استطاعت نہیں لیکن کم از کم دنیائے اسلام کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ اعلان کر دیا جائے کہ ہمیں کسی غیر مسلم کا دخل یا وجود جزیرۂ عرب میں منظور نہیں۔ اس تجویز پر روس کے وفد کے رئیس نے ایسے اعلان کو بھی مصلحت کے خلاف سمجھا اور اپنے فقہی نقطہ نگاہ سے ایسا اعلان مناسب خیال نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے جو کچھ تقریر فرمائی اور اپنے تفقہ کا ثبوت دیا وہ یہ ہے۔ مولانا عثمانی لکھتے ہیں:۔

۵ ذی الحجہ کو ''لجنة الاقتراحات'' میں بڑی ردوکد کے بعد جزیرۃ العرب کی تجویز پیش ہوئی۔ اس کی مخالفت میں رئیس وفد روسیہ نے طویل تقریر کی۔ اس میں زیادہ (زور) اس پر تھا کہ اس ریزولیشن کا نتیجہ حکومت حجازیہ اور موتمر کے حق میں برا ہوگا یہ اعلان کر کے تمام دول اجنبیہ کو تشویش اور ہیجان میں ڈالنا ہے ہم کو حکمت اور تدبیر کیساتھ قدم اٹھانا چاہئے۔ ایسا کام نہ کریں جس سے یہ حکومت حدیثہ حجازیہ (حجاز کی نئی حکومت) جو چنداں قوی نہیں ہے فنا ہو جائے۔ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی کو انکار نہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت اس کے اعلان کا موقع بھی ہے اسکے نتائج کیا ہوں گے یورپ موتمر اور اس نئی حکومت کی طرف تاک رہا ہے اور اسکے اعمال کا مراقبہ کر رہا ہے۔

ہم اس کو فوراً مشتعل نہ کریں۔ باقی جو مقصد تجویز کا ہے وہ سب مسلمانوں کے سینوں اور دلوں میں ہے دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں کس طرح صلح اور معاہدہ کیا۔ کیا اس میں ہمارے لئے اسوہ نہیں ہے۔ اس پر میں نے تقریر کی۔

میں نے کہا کہ وصیت کے ثبوت سے کسی کو انکار نہیں۔ صحیح احادیث میں مذکور ہے اور مقترح نے اسی وصیت پر اپنے اقتراح کی بنیاد رکھی ہے آپ سب اس کی ضرورت واہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ یہ ہر مسلمان کا عزیز ترین مقصد اور محبوب ترین تمنا ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ حکومت حجاز کے لئے اس میں خطرہ ہے وہ اپنے کو اس طرح کے خطرات میں کیسے ڈال سکتی ہے۔ نہ ہم اس کو ایسا مشورہ دے سکتے ہیں میں کہتا ہوں کہ آپ حکومت کی طرف سے ایک ایسی چیز پیش کرتے ہیں جس کو خود حکومت پیش نہیں کرتی نہ غالباً وہ ہماری اس مصلحت اندیشی سے راضی ہوگی ہمارے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو وصیتیں ہیں جو اس دنیوی حیات کے آخری لمحات میں آپ نے ساتھ ساتھ

فرمائی ہیں۔ایک اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو) دوسری (وصیت) لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد یحذرھم ماصنعوا (اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا) یہ دونوں وصیتیں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائیں۔فرق اتنا ہے کہ پہلی وصیت بصیغۂ امر ہے اور دوسری تحذیر (دھمکی) کے پیرایہ میں ہے۔اب آپ دیکھئے کہ حکومت حجاز نے دوسری وصیت کے نفاذ اور اجرا میں جو قبور سے متعلق تھی کس قدر اہتمام اور سارعت (جلدی) سے کام لیا نہ عالم اسلامی سے مشورہ کیا نہ ان کے اجتماع کا انتظار کیا نہ علما وفضلا سے مبادلہ خیالات کی ضرورت سمجھی نہ اس کی قطعاً روا کی کہ مسلمانوں میں اس فعل سے بجا یا بیجا طور پر کیسی تشویش اور ہیجان ہوگا۔کتنی بڑی اہم تعداد مسلمانوں کی (اور ممالک اسلامیہ) اس عمل سے متوحش اور نفور ہوں گے حکومت نے کہا کہ ہم کتاب وسنت سے تمسک کرتے ہیں۔

جب سنت صحیحہ ہمارے سامنے ہے پھر ہم کو کسی کا کوئی خوف نہیں۔دنیا راضی ہو یا ناراض۔کوئی ہمارا ساتھ دے یا نہ دے ہم کو کچھ سروکار نہیں۔کائناً ما کان ایسی حکومت جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک وصیت کے نفاذ میں کسی طرح کی مصلحت اندیشی اور اسلامی جماعتوں کی خوشی یا ناخوشی کی کوئی پروانہیں کی۔میں خیال نہیں کرتا کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دوسری وصیت کے صرف اعلان کرنے میں کفار کی تشویش اور اضطراب کی پروا کرے گی۔ہم حکومت کی طرف اس خوف کو منسوب کرتے ہیں جسے خود حکومت اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتی۔میری غرض یہ ہے کہ موتمر کو یا حکومت حجاز کو جبکہ اس کا تعلق تمام عالم اسلام سے ہے ہر ہر کام میں تانی (ڈھیل) اور تدبیر و مصلحت اندیشی سے کام کرنا چاہئے ہم کو یہ مناسب نہیں کہ ہم ایک برائی کے دفع کرنے میں اس سے بھی بڑی برائی پیدا کردیں میرے نزدیک ریزولیشن کے اعلان میں کوئی ضرر نہیں۔الفاظ میں توسط اور تعدیل کا مضائقہ نہیں لیکن اس ریزولیشن سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ تمام دنیا آگاہ ہوجائے کہ مسلمان عالم باوجود اپنے غایت تفرق وتشت احوال کے باوجود سخت اختلاف اجیال واقوام کے پھر بھی ایک متفقہ نصب العین رکھتے ہیں۔اور وہ جزیرۃ العرب

خصوصاً حجاز کی حفاظت وصیانت ہے۔ یہ ایک ایسا مقصد ہے جو حاکم ومحکوم' ضعیف وقوی' مستقل اور غیر مستقل آزاد اور غلام ہر مسلمان کا مطمح نظر ہے جوان کے سینوں اور دلوں میں نقش فی الحجر ہے۔ جس کے لئے وہ اپنے تمام وسائل اور اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حکومت حجاز یہ کے متعلق بہت سے لوگ ظنون واوہام میں مبتلا ہیں۔ جن پر ہم ہندوستان میں مطلع ہو چکے ہیں (یعنی انگریزوں سے تعلقات رکھنے کی نسبت) اس ریزولیشن سے مسلمانوں کے قلوب حکومت حجاز کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے اور ان کو شفائے صدور حاصل ہوگی۔ صلح حدیبیہ کی سنت کا جو حوالہ دیا گیا ہے میں اس کو مانتا ہوں لیکن میں ایک دوسری سنت بھی یاد دلاتا ہوں کہ اس وقت جس سے بڑھ کر اسلام کے حق میں سختی اور مصیبت کا کوئی وقت نہ تھا اور جبکہ چند معدودے نفوس آپ کے ساتھ تھے۔ اسی بلد اللہ الحرام (مکہ معظمہ) میں جہاں ہم اور آپ مجتمع ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلاخوف وخطر تمام کفار کے مقابلہ میں فرمایا تھا کہ اگر وہ لوگ آسمان سے اتار کر سورج کو میری ایک مٹھی میں اور چاند کو دوسری مٹھی میں رکھ دیں تب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس چیز سے ہٹنے والا نہیں ہے جس کے لئے اس کے پروردگار نے اسے بھیجا ہے۔ پس میں کہتا ہوں مقترح کی تجویز دونوں سنتوں پر مشتمل ہے پہلے جزو میں اعلان حق کیا جاتا ہے جس میں کوئی پروا نہیں کہ کون اس سے خوش اور کون ناخوش اور تجویز کے دوسرے جزو میں سنت حدیبیہ کی رعایت ہے کہ ہم کوئی اعلان جنگ نہیں کر رہے ہیں بلکہ جزیرۃ العرب کو ایک سلمی صلحی اور حیادی مقام رکھنا چاہتے ہیں اور یہ ہی ہماری کوشش ہے۔ **هذا ما كنت اريد التكلم به و الامر بيدالله سبحانه و تعالىٰ** (یہ ہے جس کے متعلق کلام کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا اور فیصلہ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے)

شیخ قاضی ابوالعزائم نے اس کی بہت داد دی۔ ایک مصری نے کہا کہ ہم دونوں وصیتوں میں سے ایک کی استطاعت رکھتے ہیں۔ دوسری کی نہیں اور حدیث میں آیا ہے **اذاامرتکم بشیٔ فاتوامنه مااستطعتم** (جب میں کسی بات کا تمہیں حکم دوں تو اس میں سے جس کی تمہیں طاقت ہو اس کو بجالاؤ)۔ میں نے کہا کہ اخراج یہود ونصاریٰ اگر ہماری استطاعت میں فی الحال نہیں لیکن اپنے فریضہ اور نصب العین کا اعلان ہماری

استطاعت میں ہے اور اعلان میں جو فوائد ہیں وہ میں بیان کر چکا ہوں۔

عبداللہ الشیبی نے کہا کہ اگر سلطان کو یہ معلوم ہوتا کہ قبور والی وصیت پر عمل کرنے سے اس قدر تشویش اور ہیجان مسلمانوں میں پیدا ہو جائے گا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے"۔ (ڈائری عثمانی از ص ۶۲ تا ص ۸۱)

مذکورہ تقریر کو اگر بغور دیکھا جائے تو اپنی جگہ نہایت اہم اور ملت اسلامیہ کی زندگی اور موت کا نازک مسئلہ ہے۔ تطہیر جزیرۃ العرب کی اہمیت اور نزاکت کی حقیقت کے لئے کیا یہ کچھ کم ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں اس کی وصیت فرما رہے ہیں اور ایسے مواقع پر انہی امور کی وصیت کی جاتی ہے جو اپنی فخامت شان میں خصوصی مقام رکھتے ہوں۔ اس نظریہ کو سامنے رکھتے ہوئے فقاہت جس امر کی مقتضی ہے وہ وہی فیصلہ ہے جو حضرت علامہ عثمانی نے پیش کیا ہے۔ روسی وفد کے رئیس نے جس مصلحت کو پیش نظر رکھا ہے وہ پہلو بھی ہر چند کہ دل کو لگتا ہے انہوں نے صلح حدیبیہ کی نظیر پیش کر کے اپنے دعویٰ کو مضبوط کرنے کی ضرور کوشش کی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اس مسئلہ میں قائد روس کی تائید کی جائے۔ مگر غور سے دیکھا جائے تو صلح حدیبیہ اور اس عہد کے حالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

۱۔ صلح حدیبیہ کے وقت مکہ پر کفار کا تسلط تھا اور مسلمان وہاں سے جلاوطن تھے۔

۲۔ اس عہد میں مکہ پر مسلمانوں کا اقتدار ہے اور کفار کی تعداد قلیل ہے۔ مگر سیاسی اتار چڑھاؤ کا یہ عالم ہے کہ شریف مکہ انگریزوں کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح ناچ رہا ہے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی انگریزوں کے اشارے پر شریف مکہ کے ذریعہ گرفتاری اس بات کا صاف ثبوت ہے کہ وہاں انگریز کی چشم وابرو کے اشارے چل رہے ہیں۔ اغیار کا دبدبہ حکومت مکہ کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے تھا۔ اندریں حالات ابن سعود کی حمیت نے شریف کی حکومت کے پرخچے اڑا دئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ انگریز کے غائبانہ اقتدار کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی جائیں لیکن مسلمانوں کو ابھی اتنی طاقت نہیں کہ انگریزوں کو بیک بینی و دو گوش نکال باہر کیا جائے پس اگر اس کی استطاعت نہیں تو کم از کم تجویز جزیرۃ العرب کا ہی اعلان کر دیا جائے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت میں اخراج جزیرۃ العرب کے مقابلہ میں کم درجہ رکھتا ہے۔

حضرت مولانا عثمانی کا اس معاملہ میں تفقہ اور مصلحت جس کو حکمت سے تعبیر کیا جا سکتا

ہے نہایت مناسب انداز میں نظر آتا ہے۔ چنانچہ شیخ قاضی ابوالعزم نے داد دے کر حضرت عثمانی کی خوب تائید کی ہے۔ حضرت عثمانی نے یہ فرما کر اپنے بیان میں پوری قوت بھر دی ہے کہ اس بلد اللہ الحرام (مکہ معظمہ) میں جس میں آپ اور ہم جمع ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاخوف وخطر تمام کفار کے مقابلہ میں فرمایا تھا کہ یہ لوگ اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند لا کر رکھ دیں تو میں تبلیغ رسالت سے باز نہ آؤں گا تو اب مسلمانوں کو یعنی حکومت حجاز کو کیا ہوا ہے کہ وہ تجویز یا تخلیہ جزیرۃ العرب کا صرف ریزولیشن ہی پاس کرا سکے۔

بہرحال ماحول پر فقیہ دانشمند کے اس طرح چھا جانے سے ان کے زور علمی قوت فقہی حکمت اسلامی کا پورا پتہ چلتا ہے۔

یہ تو وہ مسائل تھے جو علامہ کی خودنوشتہ بیاض سے نادر سمجھ کر راقم الحروف نے پیش کئے ہیں اب اس فقہ کے حصہ کو ختم کرنے سے پہلے صرف ایک عبارت اور پیش کرتا ہوں جس سے ان کے دین میں فہم اور قوت فیصلہ کا پتہ چلتا ہے نماز میں خشوع وخضوع اور عاجزی ویکسوئی پر مفسرین اور فقہا نے مختلف اجتہادات پیش کئے ہیں۔ لیکن فقہی نقطہ نظر سے حسب ذیل آیت کے ماتحت فقیہ دانشمند کی تحقیق کا جائزہ لیجئے۔

آپ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (وہ مومن کامیاب ہوگئے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

''فقہا کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نماز بدون خشوع (عاجزی وانکساری) کے صحیح اور مقبول ہوتی ہے یا نہیں۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ خشوع اجزائے صلوٰۃ کے لئے شرط نہیں ہاں قبول صلوٰۃ کے لئے شرط ہے۔ میرے نزدیک یوں کہنا بہتر ہوگا کہ حسن قبول کے لئے شرط ہے واللہ اعلم (سورۂ مومنون پارہ نمبر ۱۸ رکوع نمبر ۱)

مذکورہ عبارت میں فقیہ دانش مند نے خشوع نماز کی مختصر سی بحث میں یکتائے روزگار صاحب روح المعانی کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے قبول نماز کے لئے خشوع کو شرط قرار دیا ہے لیکن علامہ عثمانی نے فرمایا کہ ''میرے نزدیک حسن قبول کے لئے خشوع شرط ہے۔ دیکھئے صاحب روح المعانی کے قبول صلوٰۃ کے الفاظ میں فقیہ دانش مند نے حسن کا لفظ بڑھا کر حسن قبول سے اپنے فقہ نفس کو ابھارا اور

نکھار کر رکھ دیا ہے۔ یہیں سے ان کے تفقہ کا پتہ چلتا ہے۔

یہ تھے فقیہ دانش مند جن کی فقہی قدروں کا مقام اس قدر اونچا اور جچا تلا ہوا ہے کہ اس مقام کو پا لینے کے بعد ان کو فخر حنفیت کہنا آسان ہو جاتا ہے۔ پیغمبر برحق کا فرمانا حق ہے کہ

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔ (کمالات عثمانی)

مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ آئے .... وہیں ان کی وفات بھی ہوئی .... انہیں یہ حدیث معلوم تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیبی خاندان کو بیت اللہ کی کنجیاں سپرد کی ہیں .... مکہ میں چاہے سارے خاندان (خدانخواستہ) اجڑ جائیں مگر شیبی کا خاندان قیامت تک کے لئے باقی رہے گا....

یہ ان کا ایمان تھا...... مولانا کو عجیب ترکیب سوجھی....

واقعی ان بزرگوں کو داد دینی چاہئے کہاں ذہن پہنچا....

مولانا نے ایک حمائل شریف اور ایک تلوار .... یہ دونوں لیں اور امام مہدی کے نام ایک خط لکھا کہ: ''فقیر رفیع الدین دیوبندی مکہ معظمہ میں حاضر ہے اور آپ جہاد کی ترتیب کر رہے ہیں .... مجاہدین آپ کے ساتھ ہیں جن کو وہ اجر ملے گا جو غزوہ بدر کے مجاہدین کو ملا تو رفیع الدین کی طرف سے یہ حمائل تو آپ کی ذات کے لئے ہدیہ ہے اور یہ تلوار کسی مجاہد کو دے دیجئے کہ وہ میری طرف سے جنگ میں شریک ہو جائے اور مجھے اجر مل جائے جو غزوۂ بدر کے مجاہدین کو ملا''

یہ خط لکھ کر تلوار اور حمائل شیبی کے سپرد کی جو ان کے زمانہ میں شیبی تھا اور کہا کہ مہدیؑ کے ظہور تک یہ امانت ہے تم جب انتقال کرو تو جو تمہارا قائم مقام ہو اسے وصیت کر دینا اور یہ کہہ دینا کہ جب اس کا انتقال ہو تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کرے کہ ''رفیع الدین'' کی یہ تلوار اور حمائل شریف خاندان میں چلتی رہے یہاں تک کہ امام مہدی کا ظہور ہو جائے تو جو اس زمانے میں شیبی ہو وہ میری طرف سے امام مہدی کو یہ دونوں ہدیئے پیش کر دے (خطبات حکیم الاسلام)

اسلام کی جیت کا عجیب واقعہ

کاندھلہ میں ایک مرتبہ ایک زمین کا ٹکڑا تھا اس پر جھگڑا اچل پڑا.... مسلمان کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہے.... ہندو کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے.... چنانچہ یہ مقدمہ بن گیا.... انگریز کی عدالت میں پہنچا.... جب مقدمہ آگے بڑھا تو مسلمان نے اعلان کردیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا اگر مجھے ملا تو میں مسجد بناؤں گا۔ ہندوؤں نے جب سنا تو انہوں نے ضد میں کہہ دیا کہ یہ ٹکڑا اگر ہمیں ملا تو ہم اس پر مندر بنائیں گے۔ اب بات دو انسانوں کی انفرادی تھی۔

لیکن اس میں رنگ اجتماعی بن گیا۔ حتی کہ ادھر مسلمان جمع ہو گئے اور ادھر ہندو اکٹھے ہو گئے اور مقدمہ ایک خاص نوعیت کا بن گیا.... اب سارے شہر میں قتل و غارت ہو سکتی تھی۔ خون خرابہ ہو سکتا تھا.... تو لوگ بھی بڑے حیران تھے کہ نتیجہ کیا نکلے گا؟

انگریز جج تھا وہ بھی پریشان تھا کہ اس میں کوئی صلح و صفائی کا پہلو نکالے ایسا نہ ہو کہ یہ آگ اگر جل گئی تو اس کا بجھانا مشکل ہو جائے.... جج نے مقدمہ سننے کے بجائے ایک تجویز پیش کی کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ آپ لوگ آپس میں بات چیت کے ذریعے مسئلہ کا حل نکالیں تو ہندوؤں نے ایک تجویز پیش کی کہ ہم آپ کو ایک مسلمان کا نام تنہائی میں بتائیں گے.... آپ اگلی پیشی پر ان کو بلا لیجئے اور ان سے پوچھ لیجئے.... اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین ہے تو ان کو دے دیجئے اور اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین نہیں.... ہندوؤں کی ہے تو ہمیں دے دیجئے.... جب جج نے دونوں فریقین سے پوچھا تو دونوں فریق اس پر راضی ہو گئے.... مسلمانوں کے دل میں یہ تھی کہ مسلمان ہوگا جو بھی ہوگا تو وہ مسجد بنانے کیلئے بات کرے گا.... چنانچہ انگریز نے فیصلہ دے دیا اور مہینہ یا چند دنوں کی تاریخ دے دی کہ بھئی اس دن آنا اور میں اس بڈھے کو بھی بلوالوں گا.... اب جب مسلمان باہر نکلے تو بڑی خوشیاں منا رہے تھے.... سب کود رہے تھے.... نعرے لگا رہے تھے.... ہندوؤں نے پوچھا اپنے لوگوں سے کہ تم نے کیا کہا انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک مسلمان عالم کو حکم بنالیا ہے کہ وہ اگلی پیشی پر جو کہے گا اسی پر فیصلہ ہوگا.... اب ہندوؤں کے دل مرجھا گئے اور مسلمان خوشیوں سے پھولے نہیں سماتے تھے.... لیکن انتظار میں تھے کہ اگلی پیشی میں کیا ہوتا ہے.... چنانچہ ہندوؤں نے

مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمہ اللہ کا نام بتایا کہ جو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے تھے اور اللہ نے ان کو سچی زندگی عطا فرمائی تھی.... مسلمانوں نے دیکھا کہ مفتی صاحب تشریف لائے ہیں تو وہ سوچنے لگے کہ مفتی صاحب تو مسجد کی ضرور بات کریں گے.... چنانچہ جب انگریز نے پوچھا کہ بتایئے مفتی صاحب یہ زمین کا ٹکڑا کس کی ملکیت ہے؟

ان کو چونکہ حقیقت حال کا پتہ تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا تو ہندوؤں کا ہے ....اب جب انہوں نے یہ کہا کہ یہ ہندو کا ہے تو انگریز نے اگلی بات پوچھی کہ کیا اب ہندو لوگ اس کے اوپر مندر تعمیر کر سکتے ہیں؟

مفتی صاحب نے فرمایا جب ملکیت ان کی ہے تو وہ جو چاہے کریں گھر بنائیں یا مندر بنائیں۔ یہ ان کا اختیار ہے.... چنانچہ فیصلہ دے دیا گیا کہ یہ زمین ہندوؤں کی ہے.... مگر انگریز نے فیصلے میں ایک عجیب بات لکھی....فیصلہ کرنے کے بعد لکھا کہ ''آج اس مقدمہ میں مسلمان ہار گئے مگر اسلام جیت گیا'' جب انگریز نے یہ بات کہی تو اس وقت ہندوؤں نے کہا کہ آپ نے تو فیصلہ دے دیا ہماری بات بھی سن لیجئے ہم اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور آج یہ اعلان کرتے ہیں کہ اب ہم اپنے ہاتھوں سے یہاں مسجد بنائیں گے تو عقل کہہ رہی تھی کہ جھوٹ بولا کہ مسجد بنے گی مگر حضرت مفتی صاحب نے سچ بولا اور سچ کا بول بالا۔ سچے پروردگار نے اس جگہ مسجد بنوا کر دکھلا دی....تو کئی مرتبہ نظر آتا ہے کہ جھوٹ بولنا آسان راستہ ہے۔ جھوٹ بولنا آسان راستہ نہیں ہے یہ کانٹوں بھرا راستہ ہوا کرتا ہے۔ جھوٹے سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتے ہیں....انسان نفرت کرتے ہیں....انسان اعتماد کھو بیٹھتا ہے۔ ایک جھوٹ کو بولنے کیلئے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں....لہٰذا جھوٹی زندگی گزارنے کے بجائے سچی زندگی کو آپ اختیار کیجئے اس پر پروردگار آپ کی مدد فرمائے گا....(یادگار واقعات)

امیر شریعت رحمہ اللہ کا مقام

مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے گئے۔ ان کا ارادہ تھا اب واپس پاکستان نہیں آؤں گا۔ مدینے میں قیام کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: یہاں دین کا کام خوب ہو رہا

ہے۔آپ پاکستان جائیں وہاں پہنچ کر میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ بخاری کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ ختم نبوت کے محاذ پر تمہارے کام سے میں گنبد خضرا میں خوش ہوں ڈٹے رہو۔ اس کام کو خوب کرو تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔

مولانا درخواستی حج سے فارغ ہوئے۔سیدھے ملتان پہنچے۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری اس وقت بیمار تھے اور بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔انہوں نے شاہ صاحب کو خواب سنایا۔خواب سنتے ہی شاہ صاحب تڑپ اُٹھے اور چارپائی سے نیچے گر کر بیہوش ہوگئے۔کافی دیر بعد ہوش آیا تو بار بار پوچھنے لگے۔درخواستی صاحب! میرے آقا نے میرا نام بھی لیا تھا۔مولانا درخواستی نے ان کے پوچھنے پر بتایا۔ہاں! آپ کا نام لیا تھا۔بس پھر کیا تھا۔اب تو ان پر وجد طاری ہوگیا۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وفات کے بعد مجھے خواب میں بخاری صاحب کی زیارت ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا۔شاہ صاحب! فرمائیے قبر کا معاملہ کیسا رہا؟ شاہ صاحب نے جواب میں فرمایا بھائی منزل بہت ہی مشکل ہے۔بس آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی برکت سے معافی مل گئی۔اگر میری قبر پر کان لگا کر سننے کی طاقت تمہیں عطاء ہو تو سن لینا۔میری قبر کا ذرہ ذرہ پکار رہا ہوگا۔مرزا قادیانی اور اسے ماننے والے کافر ہیں...(یادگار واقعات)

امیر شریعت رحمہ اللہ کی وجد آفریں تقریر

امیر شریعت رحمہ اللہ کی تقریر جاری تھی۔سب لوگ دم بخود سن رہے تھے۔شہر میں مکمل ہڑتال تھی۔ہر طرف سناٹا طاری تھا۔لوگ جانیں دینے کے لیے تیار تھے۔ایسے میں کسی نے مجمعے میں خبر سنائی۔خواجہ ناظم الدین لاہور پہنچ گئے۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے یہ خبر سنی تو ان کی تقریر نے نیا موڑ لیا۔اپنی ٹوپی سر پر سے اتارتے ہوئے بولے۔

"کوئی ہے جو میری ٹوپی خواجہ ناظم الدین کے پاس لے جائے۔میری ٹوپی کبھی کسی کے سامنے نہیں جھکی۔اس کو خواجہ ناظم الدین کے قدموں میں ڈال دو۔ان سے کہو ہم تمہارے سیاسی مخالف نہیں ہیں۔الیکشن بھی نہیں لڑیں گے۔تم سے اقتدار نہیں چھینیں گے۔ہاں ہاں جاؤ۔میری ٹوپی ان کے قدموں میں ڈال کر کہو۔اگر پاکستان کے بیت المال میں کوئی خنزیر

ہے تو عطاء اللہ شاہ بخاری تیرے خنزیروں کا ریوڑ چرانے کے لیے بھی تیار ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان کی رسالت کی حفاظت کا قانون بنادو کوئی آقا کی توہین نہ کرے۔ آپ کی ختم نبوت پر آنچ نہ آنے پائے''۔

شاہ جی بول رہے تھے۔ مجمع بے قابو ہو رہا تھا۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے ایسے نظارے چشم فلک نے بہت کم دیکھے ہوں گے۔ عوام وخواص سبھی رو رہے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر وجد کی کیفیت طاری تھی۔ (یادگار واقعات)

شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا انداز تبلیغ

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی نے اپنے وعظ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا... آپ نے بعد وعظ اس سے کہا کہ ذرا ٹھہر جایئے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے خلوت (تنہائی) میں بٹھا کر یوں فرمایا:...

''میرے اندر ایک عیب ہے کہ میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ڈھلک جاتا ہے اور حدیث میں یہ وعیدیں آئی ہیں...'' اور آپ اپنا پائجامہ دکھلانے کے لئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ خوب غور سے دیکھنا کہ کیا واقعی میرا خیال صحیح ہے یا محض وہم ہے اس شخص نے پاؤں پکڑ لئے اور کہا کہ حضرت آپ کے اندر عیب کیوں ہوتا البتہ میرے اندر ہے مگر اس طریق سے آج تک مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا اب تائب ہوتا ہوں ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہ کروں گا...

ف:...الحمدللہ ہمارے اکابر کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے نہایت احترام سے اس کو نصیحت کرتے ہیں تشدد نہیں کرتے... (یادگار واقعات)

محدث سہارنپوری رحمہ اللہ کی کمال احتیاط

حضرت اقدس شیخ المشائخ مولانا الحاج احمد علی صاحب محدث سہارنپوری... بخاری... ترمذی شریف جیسی کتب حدیث کے محشی اور مشہور عالم محدث ہیں... جب مظاہر علوم کی قدیم تعمیر کے چندہ کے سلسلہ میں کلکتہ تشریف لے گئے کہ وہاں مولانا کا اکثر قیام رہا ہے اور وہاں کے لوگوں سے وسیع تعلقات تھے تو مولانا مرحوم نے سفر سے واپسی پر اپنے سفر کی آمد و خرچ کا مفصل

ح اب مدرسہ میں داخل کیا تو وہ رجسٹر میں (مولانا زکریا شیخ الحدیث رحمہ اللہ سہارنپور) نے خود پڑھا اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ کلکتہ میں فلاں جگہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا تھا... اگرچہ وہاں چندہ خوب ہوا لیکن میرے سفر کی نیت دوست سے ملنے کی تھی چندہ کی نہیں تھی اس لئے وہاں کی آمد ورفت کا اتنا کرایہ حساب سے وضع (کاٹ) کرلیا جائے... (یاد ایام ص ۲۷... از شیخ الحدیث)

اصلاح کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب ایک درویش اور گوشہ نشین بزرگ تھے... آپ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے... ایک مرتبہ آپ نے یہ محسوس کیا کہ حضرات مدرسین دارالعلوم کے مقررہ وقت سے تاخیر کر کے کچھ بعد میں آتے ہیں تو بجائے حاکمانہ محاسبہ کے عمل یہ کیا کہ روزانہ صبح کو دارالعلوم کا وقت شروع ہونے پر دارالعلوم کے دروازہ میں ایک چارپائی ڈال کر اس پر بیٹھ جاتے اور جب کوئی مدرس آتے تو سلام ومصافحہ اور دریافت خیریت پر اکتفاء فرماتے زبان سے کچھ نہ کہتے کہ آپ دیر سے کیوں آئے ہیں اس حکیمانہ سرزنش نے سب ہی مدرسین کو وقت کا پابند بنا دیا...

صرف ایک مدرس اس کے بعد بھی کچھ وقت گذار کر آتے تھے تو ایک روز ان کو اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کہ:... ''مولانا! میں جانتا ہوں کہ آپ کے مشاغل بہت ہیں... ان کی وجہ سے دارالعلوم پہنچنے میں دیر ہو جاتی ہے ماشاء اللہ آپ کا وقت بڑا قیمتی ہے میں ایک بے کار آدمی ہوں خالی پڑا رہتا ہوں آپ ایسا کریں کہ اپنے گھریلو کام مجھے بتلا دیا کریں میں خود جا کر ان کو انجام دے دیا کروں گا تاکہ آپ کا وقت تعلیم کے لئے فارغ ہو جائے...''

اس حکمت عملی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ آئندہ وہ بھی پابند ہو گئے اور مدرسہ میں وقت پر آنے لگے... (میرے والد ماجد اور ان کے مجرب عملیات ص ۵۹)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی قدس سرہ سے بعض لوگوں نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اس وقت تک ایمان نہیں ہوتا جب تک کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی اولاد اور ماں باپ سے زیادہ محبت نہ ہو اور ہم کو بظاہر اس درجہ کی محبت نہیں معلوم ہوتی۔ فرمایا کہ نہیں ہر مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی ہی محبت ہے وہ لوگ سمجھے کہ مولانا نے ٹال دیا پھر مولانا صاحب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک شروع کیا وہ لوگ رغبت سے سنتے رہے پھر درمیان میں مولانا صاحب نے ان لوگوں کے آباء کی مدح شروع کی۔ تو وہ لوگ متنفر ہوئے اور پھر ذکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کی۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ دلیل ہے تم پر محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غالب ہونے کی کہ حضور کے ذکر کے مقابل آباء کا ذکر پسند نہ کیا۔ (ص ۳۸ ملفوظات خبرت حصہ سوم)

قرآن اور نماز سے محبت وشغف

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب بہت بھولے تھے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ جب ہم جنت میں جاویں اور حوریں ہمارے پاس آویں گی تو ہم تو صاف کہہ دیں گے بی اگر قرآن پڑھو تو بیٹھ جاؤ ورنہ جاؤ پھر شاہ صاحب نے فرمایا کہ جو نماز میں مزہ ہے وہ نہ کوثر میں ہے نہ اور کسی چیز میں ہے جب نماز میں سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ میاں نے پیار کر لیا۔ (ص ۹۴ نمبر ۱۳۰ حسن العزیز جلد دوم)

امیر شریعت رحمہ اللہ کا کمال اخلاص

ملتان کے ڈپٹی کمشنر مختار مسعود نے اپنے ایک قریبی دوست کی وساطت سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کی خواہش کی اس کے امیر شریعت سے بھی گہرے مراسم تھے اس بھروسے پر متعلقہ شخص نے ڈپٹی کمشنر سے وعدہ کر لیا کہ وہ امیر شریعت کو کسی دن ان کے پاس لے آئے گا چنانچہ امیر شریعت رحمہ اللہ سے ڈپٹی کمشنر کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا کہ "کسی دن چلیں گے"۔ آخر اتوار کا دن مقرر رہا۔ امیر شریعت رحمہ اللہ حسب وعدہ ڈپٹی کمشنر کی کوٹھی پر پہنچے مسٹر مختار مسعود بڑے خوش ہوئے اور امیر شریعت کی آمد پر اپنے کمرے کو خاص انداز سے آراستہ کیا ہوا تھا امیر شریعت رحمہ اللہ جیسے ہی کار سے اترے ڈپٹی کمشنر پذیرائی کے لئے آگے بڑھے کمرے میں بیٹھتے ہی ہمہ اقسام مشروبات لائے گئے۔

امیر شریعت رحمہ اللہ نے فرمایا:۔
''بھائی! میرے لئے تو سادہ اور ٹھنڈا پانی منگوادو بڑی مہربانی ہوگی''
ڈپٹی کمشنر نے باصرار کہا: ''یہ سارا کچھ بھی تو سادہ ہے''
اس پر امیر شریعت رحمہ اللہ نے کہا: ''اس سادگی پر مجھے غالب کا یہ شعر یاد آ گیا

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

میز مشروبات سے سجا رکھی ہے ساغر و مینا کا ساسامان باندھ لیا ہے اور ابھی یہ سارا کچھ سادہ ہے ''سبحان اللہ!'' کچھ ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد فرمایا: ''آپ کا حکم نامہ ملا تو سوچا۔ چلو اسی بہانے اپنا ایک کام ہی کرتا آؤں''۔

اس فقرے سے ڈپٹی کمشنر کو گمان ہوا کہ شاہ جی رحمہ اللہ کوئی ذاتی کام کی بات کہنا چاہتے ہیں چنانچہ بڑی بے تابی سے ڈپٹی کمشنر نے کہا فرمایئے''۔

امیر شریعت رحمہ اللہ نے چند کاغذات نکال کر ان کے سامنے رکھے اور فرمایا
''سارے مغربی پاکستان میں تحفظ ختم نبوت کے دفاتر حکومت نے واگزار کر دیئے ہیں لیکن ملتان کا دفتر ہنوز سر بمہر ہے اگر یہ دفتر آپ کھولنے کی اجازت دیدیں تو میں ممنون ہونگا۔

اس کے جواب میں ڈپٹی کمشنر نے کہا: ''شاہ جی! یہ کام تو صوبائی حکومت کی پالیسی سے تعلق رکھتا ہے البتہ میرے بس میں تو یہ ہے کہ میں آپ کو چھ سات مربعے اراضی دے سکتا ہوں اور اس میں ٹیوب ویل کا انتظام بھی کرا سکتا ہوں''

اس بات پر امیر شریعت رحمہ اللہ مسکرائے اور فرمایا۔ مختار صاحب! میں اپنی ذات کیلئے حاضر نہیں ہوا۔ باقی رہے آپ کے مربعے اور اس کی پیشکش تو اس کے لئے شکریہ!''

یہ کہا اور وہاں سے چلے آئے۔ (حیات امیر شریعت)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی جرأت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ لاہور تشریف لے گئے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت مولانا

طفیل احمد صاحبؒ زندہ تھے جو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں رجسٹرار تھے اور صحیح دین دارلوگوں میں سے تھے۔ بی اے بھی تھے ان کی رائے یہ تھی کہ سودی لین دین جائز ہونا چاہئے۔ بغیر اس کے قوم ترقی نہیں کرسکتی۔ انہوں نے اس سلسلے میں ایک رسالہ بھی نکالا تھا۔ ''سودمند'' نام کا۔ سود کے جواز کے جتنے حیلے مل سکتے تھے اس میں وہ سب موجود تھے اور باقاعدہ اس کی اشاعت وطباعت کی گئی۔ اس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا۔ حضرت تھانویؒ سے کسی نے ان کا ذکر کیا کہ حضرت! وہ سود کے جواز کی فکر میں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ لونڈے کی بات کا کیا اعتبار۔ ذکر کرنے والے نے کہا کہ حضرت! وہ لونڈا ہے؟ وہ تو مولانا طفیل احمد صاحب بوڑھے آدمی ہیں۔ حضرت نے فرمایا جس کا نام طفیل ہے۔ (طفیل کے معنی ہیں چھوٹا سا بچہ) تو وہ لونڈا نہیں تو اور کیا ہے۔ تو خیر اس زمانے میں یہ قصہ چل رہا تھا اور یہ سب حضرات لاہور پہنچے۔ مولانا ظفر علی خاں صاحب (ایڈیٹر زمیندار) اور ڈاکٹر اقبال صاحب اور دوسرے بڑے بڑے لوگ ملنے کی خاطر حاضر ہوئے۔ اتفاق سے مولانا ظفر علی خاں صاحب بھی کچھ اسی خیال کے تھے جو خیال مولانا طفیل احمد صاحب کا تھا۔ انہوں نے سود کے جواز پر آدھ گھنٹہ بڑی مدلل تقریر کی اور اقتصادی دلائل وغیرہ سے ثابت کیا مقصد یہ تھا کہ یہ حضرات ذرا کچھ مائل ہوں گے۔ ڈھیلے پڑیں گے سود کے سلسلے میں۔ حضرت شاہ صاحب نے جو جواب دیا وہ تو صرف دو لفظوں کا تھا۔ ان کی بات تو ایسی تھی۔ فرمایا کہ ''بھائی ہم پل بننا نہیں چاہتے' جسے جہنم میں جانا ہو خود جائے ہماری گردن پر پیر رکھ کر نہ جائے'' یہ جواب سن کر سب چپ بیٹھے رہے۔ علامہ اقبال بھی اور مولانا ظفر علی خان صاحب بھی کسی کو بولنے کی ہمت تک نہ ہوئی۔ پھر علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی نے آدھ گھنٹہ بڑی مفصل تقریر کی جس میں انہوں نے دلائل سے ثابت کیا کہ سود ہر حالت میں حرام ہی ہے کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ (خطبات طیب)

حکیم الامت رحمہ اللہ کے شرح صدر میں بندش کا واقعہ

صاحب اشرف السوانح لکھتے ہیں۔ ایک بار حضرت والا طالبین مقیمین خانقاہ کے خطوط جو حسب معمول اس ٹین کے ڈبہ میں سے جو (بطور لیٹر بکس کے ایک دیوار میں لگا ہوا

ہے اور جس میں طالبین اپنے حالات کے خطوط ڈال دیتے ہیں) نکال کر بعد نماز فجر جواب تحریر فرمارہے تھے۔ ایک خط کا جس میں کوئی الجھی ہوئی حالت درج تھی جواب ہی نہیں سمجھ میں آتا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ حضرت والا کے ساتھ یہ ہے کہ کوئی کیسی ہی الجھی ہوئی حالت باطنی لکھ کر بھیجے بعون اللہ تعالیٰ فوراً جواب شافی و کافی سمجھ میں آجاتا ہے اور قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت والا حیران تھے کہ یا اللہ یہ آج کیا معاملہ ہے شرح صدر کے ساتھ کیوں جواب سمجھ میں نہیں آتا اور جب تک شرح صدر نہیں ہوتا حضرت والا کوئی جواب نہیں تحریر فرماتے۔ اسی سوچ میں تھے کہ فوراً خیال آیا کہ چھوٹے گھر میں مرغیاں دربہ کے اندر محبوس پڑی ہوئی ہیں کیونکہ حضرت پیرانی صاحبہ کے کیرانہ تشریف لے جانے کی وجہ سے ان کو کوئی کھولنے والا نہ تھا۔ چنانچہ حضرت والا فوراً گھر تشریف لے گئے اور مرغیوں کو کھول دیا۔ پھر آکر جو اس خط کو جواب لکھنے کی غرض سے دوبارہ پڑھا تو اس کا جواب فوراً سمجھ میں آگیا۔ حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ چونکہ ادھر مرغیاں محبوس تھیں اور تنگی میں تھیں اللہ تعالیٰ نے ادھر میری طبیعت کو بھی منقبض اور تنگ کر رکھا تھا۔ جب میں نے ان کو جا کر کھول دیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طبیعت کو بھی کھول دیا اور شرح صدر فرمادیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کھلی دستگیری ہے ورنہ وہ بیچاری دن بھر محبوس ہی رہتیں اور مجھے ان کا خیال ہی نہ آتا کیونکہ بوجہ روزمرہ کا معمول نہ ہونے کے مجھ کو ان کا کھولنا یاد ہی نہ رہا تھا۔ (اشرف السوانح)

مفتی اعظم ہند کا کمال ادب

مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے ہاں ایک سال دورۂ حدیث میں سوات کے مولوی عبدالحق بھی شریک تھے، انہوں نے رات کو خواب میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ درس حدیث کی مسند پر حضرت مفتی صاحب کی جگہ تشریف فرما ہیں، ریش مبارک سفید ہے اور صحیح مسلم کی ایک حدیث پڑھا کر اس پر محدثانہ تقریر فرمارہے ہیں، عجیب بات یہ تھی کہ مولوی صاحب کو وہ تقریر جاگنے کے بعد بھی ٹھیک اسی طرح یاد رہی جیسے سنی تھی، صبح حضرت مفتی صاحب درس کے لیے تشریف لائے، اپنی مسند پر بیٹھ کر کتاب کھولی تو مولوی عبدالحق نے

کہا ”حضرت! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں“ اجازت مل گئی تو انہوں نے اپنا رات والا خواب سنایا، وہ سنتے ہی حضرت مفتی صاحب اپنی مسند سے کھڑے ہو گئے، فرمانے لگے ”عبدالحق! قبلہ رخ کھڑے ہو کر خدا کو گواہ بنا کر کہو کہ واقعی تم نے خواب میں اسی طرح دیکھا“ مولوی صاحب حکم بجا لائے تو حضرت مفتی صاحب مسند سے ہٹ کر سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا ”عبدالحق! تمہارا خواب سچا ہے، اور اس کے بعد حضرت مفتی اعظم چالیس روز تک احتراماً اس مسند پر نہیں بیٹھے، معاملہ اگرچہ خواب کا تھا.... لیکن بات ادب اور عشق کے اعلیٰ مقام کی تھی!! (اکابر دیوبند اور عشق رسول)

علامہ انور شاہ کشمیری اور حضرت شاہ جی

مولانا حافظ سید ابوذر بخاری (فرزند اکبر حضرت شاہ جی رحمہ اللہ) نے ایک مرتبہ سنایا کہ ایک مرتبہ ابا مرحوم (حضرت شاہ جی رحمہ اللہ) گاڑی کا سفر کر رہے تھے۔ گاڑی میں ان کی ملاقات ایک عالم سے ہوئی وہ ایک بڑے بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ نامور مناظر اور کتابوں کے مصنف بھی تھے وہ ابا جی سے کہنے لگے شاہ جی! کس پھڈے میں ٹانگ اڑا لی ہے؟ چھوڑیں سیاست کو بس دین کا کام کریں۔ اللہ نے آپ کو قوت گویائی دی ہے اس سے تبلیغ دین کا کام لیں۔ انگریز جیسی طاغوتی طاقت سے ٹکر لینا ہم غریب مولویوں کا کام نہیں ہے۔ ابا مرحوم پر ان باتوں کا کچھ اثر ہوا آپ دیوبند جا رہے تھے وہاں پہنچ کر سیدھے علامہ انور شاہ رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے۔ ملاقات ہوئی تو خیر خیریت دریافت فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: شاہ جی! کسی کی باتوں میں نہ آیئے اپنا کام کرتے رہیے اور نتائج اللہ پر چھوڑ دیجئے۔ ہمارے ذمہ سعی کرنا ہے نتائج ہمارے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ شاہ جی یہ ارشاد سن کر دم بخود رہ گئے۔ حالانکہ انہوں نے حضرت سے ایک لفظ بھی ذکر نہیں کیا تھا۔ شاہ جی فرماتے تھے بس پھر میری ڈھارس بندھ گئی اور میں نے تہیہ کر لیا کہ اپنا مشن جاری رکھنا ہے ہرچہ بادا باد۔ (دین و دانش جلد ۵)

علامہ انور شاہ رحمہ اللہ کے انتقال کی خبر

ایک مرتبہ حضرت شاہ جی رحمہ اللہ کا رات کے گیارہ بجے خطاب شروع ہوا اور دو بجے کے بعد ختم ہوا۔ اختتام تقریر پر شاہ جی نے یہ شعر پڑھا تھا۔

شب وصال بہت کم ہے، آسمان سے کہو کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شب جدائی کا

دورانِ تقریر شاہ جی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ بیان فرمایا جس رات حضرت علامہ انور شاہ کا انتقال ہوا میں دارالعلوم دیوبند میں تھا، اس رات ایک چیخ غیب سے سنی گئی۔ اس عظیم سانحہ پر کسی کو یہ سوچنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ یہ چیخ کیسی تھی۔ ہر شخص غم واندوہ کی تصویر اور رنج والم کا پیکر بنا ہوا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد میں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے حضرت کے سامنے یہ سوال پیش کیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات پر اس طرح ہولناک چیخ سنی تھی۔ یہ چیخ کیسی ہوگی؟ حضرت سیدھے ہو کے بیٹھ گئے اور فرمایا: بھائی! قرآن نے یہ جو کہا کہ **فما بکت علیھم السمآء والارض** تو اللہ کے بندوں میں کچھ تو ایسے بھی ہونگے جن پر آسمان اور زمین بھی روئیں گے۔

(از علامہ محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ احمد پور شرقیہ)

کمال عزم ویقین کا واقعہ

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے بزرگ تھے ایک مرتبہ ان کی گھڑی خراب ہوگئی کسی نے کہا کہ دھلی میں فلاں انگریز رہتا ہے وہ گھڑیاں صحیح کرتا ہے آپ اس کے پاس تشریف لے جائیں۔ مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اللہ کی قسم کھا رکھی ہے کہ میں کسی انگریز کا منہ نہیں دیکھوں گا مجھے اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ دے رکھی ہے یہ کہہ کر سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھی اور گھڑی پر دم کر کے فرمایا کہ میں خدا سے دعا کرتا ہوں جس طرح میں خدا کی مخلوق ہوں اسی طرح یہ گھڑی بھی خدا کی مخلوق ہے اے اللہ اس گھڑی کو چلا دے بس اتنا کہنا تھا کہ وہ گھڑی چل پڑی اور ایسی چلی کہ پھر کبھی خراب نہ ہوئی۔ (دین ودانش جلد ۶)

حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے کسی نے کہا کہ ہسپتال لے جائیں وہاں سول سرجن انگریز ہے اس سے معائنہ کرا لیتے ہیں، فرمایا میں

انگریز کا منہ نہیں دیکھوں گا اسی وقت سورۃ فاتحہ و دیگر قرآنی سورتیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیا، اللہ نے فضل فرمایا کہ طبیعت اسی وقت اچھی ہوگئی۔ یہ تھے ہمارے اکابر اور ان کا اللہ پر یقین۔ (بروایت مولانا عبداللہ صاحب مدظلہ)

حضرت حاجی صاحب کا اتباع سنت میں پتھر باندھنا

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر کئی فاقے گزرے کوئی ذریعہ نہیں تھا ایک دوست متمول تھے ان سے میں نے کہا مجھے پانچ روپے قرض دے دیجئے انہوں نے انکار کردیا۔

ع دیکھتا تھا میں کہ تم ہی نے اشارہ کر دیا

اس پر میں نے اللہ کی رضا پر راضی ہوتے ہوئے صبر کیا، میں نے سوچا اللہ تعالیٰ کو یونہی منظور ہے، آخر کار جب بھوک نے بہت ستایا تو میں نے ۲ پتھر اٹھائے پیٹ پر باندھ لئے، فرماتے ہیں کہ پتھر کا پیٹ پر باندھنا تھا کہ آنکھیں روشن ہوگئیں دل روشن ہوگیا۔ ایسے معلوم ہوا کہ جیسے دل پر سکینہ نازل ہو رہی ہے، یہ سب اتباع سنت کی وجہ سے تھا اس حالت میں مجھے بشارت ہوئی میں نے دیکھا کہ دو نوجوان حسین و جمیل ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ میں لئے ہوئے میری طرف سامنے سے مسکراتے ہوئے چلے گئے، حضرت کے خادموں نے کسی وقت پوچھا حضرت آپ نے کیا دیکھا ہے؟ فرمایا دونوں حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل تھے ان کی زیارت سے مجھے یہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے الہامی مضامین القاء کریں گے، کیونکہ حضرت جبرائیل تمام انبیاء پر وحی لاتے تھے۔ حضرت میکائیل کی زیارت سے معلوم ہوا کہ مجھ پر فاقہ نہیں آئے گا، حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ اس بشارت کے بعد مجھ پر کبھی فاقہ نہیں آیا نیز فرمایا کہ میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ مجھ سے تعلق رکھنے والے اور میرے سلسلے میں داخل ہونے والوں کے رزق میں برکت ہوگی اور فاقہ کبھی نہیں آئے گا۔ نیز میرے سلسلے کے لوگوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ علوم عطا فرمائیں گے اور تیسری بات یہ ہے کہ ان شاء اللہ سب کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ الحمد للہ اب تک تو یہی دیکھا ہے ایسا ہی ہو رہا ہے۔ خدا کرے ہمارے اور آپ سب کا معاملہ بھی ایسا ہی ہو، اللہ تعالیٰ نے

ہمیں اس سلسلے سے جوڑ کر یہ دولت بے بہا عطا فرمائی اس لحاظ سے ہم بڑے خوش نصیب ہیں اپنے مقدر پر ہمیں ناز کرنا چاہیئے یہ سب کچھ مقبول بندوں سے وابستگی کی وجہ سے ہے۔ باقی ہم میں صلاحیتیں وغیرہ کچھ نہیں۔ (خطبات عارفی)

حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کا عشق وادب

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے.... انہوں نے دین کی خدمت کی.... اہل بدعت سے مناظرے کئے.... ان کو شکستیں دیں.... حال یہ کہ روضہ اقدس پر مدینہ پاک میں کھڑے ہو کر یہاں تراویح میں پورا قرآن پاک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا....

روضہ اقدس پر حاضر ہوئے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لئے تمام بدن کانپ جاتا تھا سر سے پیر تک.... آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے.... (اتباع سنت)

امیر شریعت رحمہ اللہ کی کمال شفقت

مولانا محمد یٰسین صاحب فرماتے ہیں.... کہ ایک دفعہ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ.... حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تیمارداری کے لئے ملتان تشریف لے گئے.... شاہ صاحب اُٹھے اور معانقہ کے بعد دونوں ہاتھوں سے چہرہ تھام لیا مولانا بنوری رحمہ اللہ صاحب نے سمجھا کہ شاید پہچان رہے ہیں فرمایا.... یوسف بنوری ہوں.... یوسف بنوری.... شاہ صاحب رحمہ اللہ چہرہ کو ٹک ٹک دیکھے جا رہے تھے سن کر فرمایا:....

''مجھے تو انور شاہ کا چہرہ معلوم ہوتا ہے'' اور اس کے بعد زار و قطار رونے لگے'' (یادگار ملاقاتیں)

امیر شریعت رحمہ اللہ کا ظریفانہ جواب

ایک سفر میں ایک ذمہ دار پولیس افسر نے حضرت امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ سے سوال کیا:.... ''شاہ جی! اجازت ہو تو ایک بات پوچھوں'' ہاں بیٹا! کیوں نہیں''

دوسری جماعتوں کے سیاسی اور مذہبی رہنما آئے دن مختلف شہروں میں آتے رہتے ہیں

مگر حکومت کی طرف سے ہمیں کوئی ایسی ہدایت نہیں ملتی کہ ہم ان کو واچ (نگرانی) کریں لیکن جیسے ہی آپ کسی شہر میں پہنچتے ہیں ایک دم سے تاریں ملنے لگتی ہیں.... یہ کیوں؟ آپ نے برجستہ کہا:.... ''بھائی! جب کوئی ہیجڑا گھر میں آجائے تو کوئی عورت اس سے پردہ نہیں کرتی.... مگر جیسے ہی کوئی مرد آجائے تو تمام گھر میں پردہ پردہ کا شور مچ جاتا ہے'' اس پر متعلقہ افسر اپنا سا منہ لیکر رہ گیا'' (حیات امیر شریعت)

دنیا والوں کا کب تک خیال کرو گے؟

ہمارے بزرگ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ.... اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے.... آمین.... اس دور کے اندر اللہ تعالیٰ نے جتنے بزرگ پیدا فرمائے تھے.... ان کے گھر کی بیٹھک میں فرشی نشست تھی.... گھر کی خواتین کے دل میں یہ خیال آیا کہ اب زمانہ بدل گیا ہے.... فرشی نشست کا زمانہ نہیں رہا.... اس لیے آ کر مولانا سے کہا کہ اب آپ یہ فرشی نشست ختم کر دیں اور صوفے وغیرہ لگا دیں.... حضرت مولانا نے فرمایا کہ مجھے تو نہ صوفے کا شوق ہے.... اور نہ مجھے اس پر آرام ملے.... مجھے تو فرش پر بیٹھ کر آرام ملتا ہے.... میں تو اسی پر بیٹھ کر کام کروں گا.... خواتین نے کہا کہ آپ کو اس پر آرام ملتا ہے.... مگر دنیا والوں کا تو کچھ خیال کر لیا کرو.... جو آپ کے پاس ملنے کے لیے آتے ہیں ان کا ہی کچھ خیال کر لو.... اس پر حضرت مولانا نے کیا عجیب جواب دیا .... فرمایا بی بی! دنیا والوں کا تو میں خیال کر لوں.... لیکن یہ تو بتاؤ کہ دنیا والوں نے میرا کیا خیال کر لیا؟ میری وجہ سے کسی نے اپنے طرز زندگی میں.... کوئی تبدیلی لائی ہو جب انہوں نے میرا خیال نہیں کیا تو میں ان کا کیوں خیال کروں؟ (اصلاحی خطبات جلد ا ص ۱۵۸)

اکابر کا مقام

مشہور کالم نگار عطاء الحق قاسمی اپنے کالم ''روزن دیوار سے'' میں لکھتے ہیں.... ''چند برس پہلے ایک پارٹی میں میری ملاقات ایک امریکی لڑکی سے ہوئی اس کا نام غالباً باربرا منکاف تھا میں اس سے گفتگو کے لیے امریکہ کے زمانے کی اپنی بچی کھچی انگریزی

''جمع'' کرنے میں مشغول تھا کہ اس نے میرے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے ''ہیلو'' کہا میں نے اپنا تعارف کرایا کہ میرا نام عطاء الحق قاسمی ہے وہ یہ سن کر میرے قریب آ گئی اور اس نے نہایت شستہ اردو میں کہا'' تب تو آپ یقیناً دیوبندی مسلک کے مسلمان ہیں آپ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حوالے سے قاسمی کہلاتے ہوں گے'' ایک امریکن لڑکی کی زبان سے یہ مکالمے سن کر میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے تاہم میں نے اپنے حواس مجتمع کیے اور کہا'' ہمارے اپنے خاندان میں ایک مولانا محمد قاسم گزرے ہیں ہم ان کی نسبت سے قاسمی کہلاتے ہیں....'' کچھ دیر بعد اس نے جامعہ اشرفیہ لاہور کا ذکر کیا پھر خیر المدارس ملتان کا حوالہ دیا اور آخر میں یہ بھی بتایا کہ وہ دیوبندی مسلک سے متعلق اداروں اور افراد پر امریکہ کی کسی یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کر رہی ہے اور چلتے چلتے اس نے اس امر پر افسوس کا اظہار بھی کیا کہ تمہارا تعلق علماء کے خاندان سے ہے اور تم نے ڈاڑھی نہیں رکھی بلکہ قلمیں بڑھائی ہوئی ہیں جین پہنی ہوئی ہے اور پھر اس قسم کا کوئی مصرعہ بھی پڑھا کہ تفو..... بر تو اے چرخ گردوں تف وغیرہ (نوائے وقت 14 دسمبر 1985)

علامہ اقبال اور امیر شریعت رحمہ اللہ

حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جب کبھی میں علامہ اقبال کے ہاں حاضر ہوتا وہ چارپائی پر گاؤ تکیہ کا سہارا لے کر بیٹھے ہوتے.... حقہ سامنے ہوتا.... دو چار کرسیاں بچھی ہوتیں.... صدا دیتا.... یا مرشد! فرماتے آ بھئی پیرا.... بہت دناں بعد آیاں ایں (بہت دنوں کے بعد آئے ہو) علی بخش سے کہتے حقہ لے جاؤ اور کلی کے لئے پانی لاؤ.... کلی فرماتے پھر ارشاد ہوتا.... ایک رکوع سناؤ.... میں پوچھتا حضرت! کوئی تازہ کلام؟

فرماتے.. ہوتا ہی رہتا ہے.. عرض کرتا.. لائیے.. کاپی منگواتے.. پہلے رکوع سنتے... پھر وہ اشعار جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہوتے سنتے... قرآن پاک سنتے وقت کانپنے لگتے تھے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا یا ان سے متعلق کلام پڑھا جاتا تو چہرہ اشکبار ہو جاتا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہمیشہ باوضو شخص سے سنتے اور خود ان کا نام بھی

باوضو ہو کر لیتے تھے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر اس طرح روتے جس طرح ایک معصوم بچہ ماں کے بغیر روتا ہے....(ماہنامہ نقیب ختم نبوت)

خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمہ اللہ کا کمال تقویٰ

امام العلماء والصلحا حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ بڑا معروف تھا....آپ سردیوں میں بھی اور گرمیوں میں بھی ہاتھ میں چھتری رکھتے تھے.... گرمیوں میں تو چھتری ہاتھ میں رکھنا سمجھ میں آتا ہے، دھوپ سے بچتے ہوں گے، لیکن سردیوں میں چھتری رکھنا تو سمجھ میں نہیں آتا....چونکہ حضرت کی جماعت میں علماء کی کثرت تھی اس لئے ایک مرتبہ ایک عالم نے پوچھ لیا کہ حضرت! سردیوں میں چھتری ہاتھ میں رکھنے کی کیا حکمت ہے؟ جب انہوں نے اصرار کیا، تب حضرت نے راز کھولا....فرمایا کہ عام لوگ تو سردی گرمی سے بچنے کیلئے رکھتے ہیں، میری ایک اور بھی نیت ہوتی ہے....انہوں نے پوچھا کہ کونسی؟ فرمایا کہ راستہ چلتے ہوئے جب دیکھتا ہوں کہ دائیں طرف سے غیر محرم آرہی ہے تو میں اس طرف چھتری کر کے اپنا چہرہ چھپا لیتا ہوں اور جب بائیں طرف سے غیر محرم آرہی ہوتی ہے تو چھتری سے بائیں طرف آڑ کر لیتا ہوں، میں غیر محرم کے کپڑے کو بھی نہیں دیکھتا، تاکہ میرا اس کی طرف دھیان ہی نہ جائے....یہ ہے تقویٰ کہ غیر محرم کا چہرہ تو کیا دیکھنا، اس کے کپڑے کو بھی نہ دیکھا جائے....(خطبات فقیر ج ۱۵)

امیر شریعت رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

ایک دفعہ جالندھر میں مدرسہ خیر المدارس کا سالانہ جلسہ تھا جمعہ کا دن تھا مسجد میں جگہ ناکافی ثابت ہوئی اسلئے کمپنی باغ میں انتظام کیا گیا.....شاہ جیؒ نے ابھی خطبہ مسنونہ تلاوت کرنا شروع ہی کیا تھا کہ کسی نے شہد کی مکھیوں کا چھتہ چھیڑ دیا مجمع منتشر ہونے لگا شاہ جیؒ نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:..... پتھروں کی طرح جم جاؤ!

لوگ جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے شہد کی مکھیوں نے شاہ جیؒ کے چہرے پر ڈنک مارنا

شروع کیا شاہ جی کا تمام چہرا مکھیوں سے بھر گیا اور وہ اسی حالت میں بغیر جنبش کے خطبہ پڑھتے رہے.....آخر ایک مکھی نے شاہ جی صاحبؒ کی آنکھ کے کونے میں ڈنک مارا شاہ جی نے جھر جھری لی.....مجمع میں سے ایک آدمی نے دونوں ہاتھوں سے آپ کے چہرے سے مکھیوں کو اتارا شدت کا بخار چڑھا منہ سوج گیا اسی حالت میں پہنچے وہ بھی جلسہ تھا شاہ جیؒ کا چہرہ سوجا ہوا تھا مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تقریر فرما رہے تھے جب مولانا تقریر ختم کر چکے تو شاہ جیؒ نے فرط عقیدت و محبت سے مولانا کو کرسی سمیت اٹھالیا اور مجمع کو مخاطب کر کے فرمانے لگے مجھے ایک سال کی تقریروں کے موضوع مل گئے.....(حکایات اسلاف)

خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ میں ایک مرتبہ ہندوستان کا سفر کر رہا تھا تو راستے میں مجھے ایک جنگلی بیری ملی.....جنگلی بیری کا درخت نہیں ہوتا شاخ نہیں ہوتی بلکہ زمین کے اوپر پھیلی ہوتی ہے.....فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا وہ پھلوں سے لدی ہوئی ہے.....مجھے بھوک بڑی لگی ہوئی تھی.....میں وہیں کھڑا ہو گیا اور بیر چن چن کے کھانے لگا.....بیر کھاتے ہوئے مجھے ایک خیال آیا اور میں نے اللہ سے دعا مانگی.....

اے اللہ! یہ ایک چھوٹی سی بیری ہے اس پہ تو نے اتنا پھل لگا دیا، میں بھی تیرا چھوٹا سا بندہ ہوں مجھے بھی پھل لگا دے.....فرماتے ہیں کہ میں رو بھی رہا تھا اور دعا بھی کر رہا تھا..... مجھ پہ اللہ کی ایسی رحمت ہوئی کہ مجھے الہام ہوا تم جہاں جا رہے ہو وہاں ایک قطب مدار تم سے بیعت کرے گا'' چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں گیا تو قطب مدار بیعت ہوئے.....ہمارے اکابر کے اندر ایسی تواضع تھی.....(خطبات فقیر ج ۲۹)

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کا پُر کیف انداز

حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائپوری قدس سرہ کے حالات میں ہے کہ جب تک ان کی صحت اچھی تھی تو رمضان المبارک میں بعد نماز عصر، مجلس سے الگ تنہائی میں قرآن پاک کی

تلاوت فرماتے ایک صاحب جو وہیں رہا کرتے تھے بتلاتے ہیں کہ میں ادھر سے گزرا تو حضرت رحمہ اللہ علیہ کے قرآن پڑھنے کی کیفیت کچھ کھلی اور بہت ہی بھلی معلوم ہوئی اور دل ہی دل میں بے ساختہ یہ دعا کی کہ اے اللہ اس طرح پر قرآن پڑھنا ہمیں بھی عطا فرما دے..... رمضان المبارک کے گزرنے کے بعد غالباً حضرت رحمہ اللہ علیہ نے انہیں صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ آؤ تمہیں بتلائیں قرآن ایسے پڑھا کرو وہ جو قرآن پاک میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے باتیں کرتے اور اس شجر سے سنتے تھے اپنے کو وہی شجر تصور کرو اور پھر اپنے میں سے قرآن پاک کے نکلتے ہوئے الفاظ کو یوں سمجھو کہ خدائے پاک فرما رہے ہیں اور کانوں سے اسی انداز پر سنو کہ میں اپنے اللہ کا کلام اللہ ہی کی آواز میں سن رہا ہوں اور یہ فرماتے ہوئے یہی کیفیت سراپا اپنے اوپر طاری کر لی اور فرمانے کا یہ اثر ہوا کہ وہی کیفیت دل میں جیسے اتر گئی.....وہی صاحب یوں بتلاتے ہیں کہ مدت تک ایسی ہی کیفیت کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا نصیب ہوا اور بہت ہی لطف آیا اور یہ انداز قرآن پاک کی تلاوت کے سلسلہ کی ترقیوں میں نئے نئے اضافوں کا سبب بنا۔ (سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ ۲۴۷)

مفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ کی پُرسوز تلاوت

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''احاطۂ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن'' میں اپنے اساتذہ کا تذکرہ کیا ہے ان اساتذہ میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن قدس سرہ بھی شامل ہیں ان کی تلاوت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں.....

یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا شبیر احمد (عثمانیؒ) مرحوم پر صوفیانہ مشاغل کا غلبہ تھا' مفتی صاحب کی مسجد کے حجرے میں وہ چلہ کش تھے فقیر بھی تراویح کے وقت حاضر ہو جاتا اور چند ٹوٹے پھوٹے سننے والے مسلمانوں کے ساتھ یہ بھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا' ایسا کیوں کرتا تھا' نہ قرأت ہی میں کان کو کوئی خاص لذت ملتی تھی نہ کچھ اور تھا' لیکن دل یہی کہتا تھا کہ شاید زندگی میں پھر ایسے سیدھے سادے لہجے میں قرآن سننے کا موقع نہ ملے گا اور دل کا یہ فیصلہ صحیح تھا نمازیوں میں مولانا شبیر احمدؒ بھی شریک رہتے تھے اسی زمانے میں ایک دفعہ جو واقعہ پیش آیا' اب بھی جب اسے

سوچتا ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' دل کانپنے لگتا ہے..... مفتی صاحب قبلہ حسب دستور وہی اپنی نرم نرم سب رو آواز میں قرآن پڑھتے چلے جاتے تھے اسی سلسلہ میں قرآنی آیت.....

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار

''اور لوگ کھل کر اللہ کے سامنے آ گئے جو اکیلا ہے اور سب پر غالب ہے''.....

پر پہنچے' نہیں کہہ سکتا کہ مفتی صاحب خود کس حال میں تھے' کان میں قرآن کے یہ الفاظ پہنچے اور کچھ ایسا معلوم ہوا کہ کائنات کا سارا حجاب سامنے سے اچانک ہٹ گیا اور انسانیت کھل کر اپنے وجود کے آخری سرچشمے کے سامنے کھڑی ہے' گویا جو کچھ قرآن میں کہا گیا تھا محسوس ہوا کہ وہ آنکھوں کے سامنے ہے اپنے آپ کو اس حال میں پا رہا تھا.....شاید خیال یہی تھا کہ غالباً میرا یہ ذاتی حال ہے' مگر پتہ چلا کہ میرے اغل بغل جو نمازی کھڑے ہوئے تھے ان پر بھی کچھ اسی قسم کی کیفیت طاری تھی' مولانا شبیر احمدؒ کی بے ساختہ چیخ نکل پڑی..... یاد آ رہا ہے کہ چیخ کر غالباً وہ تو گر پڑے دوسرے نمازی بھی لرزہ براندام تھے' چیخ و پکار کا ہنگامہ ان میں بھی برپا تھا لیکن مفتی صاحب کوہ وقار بنے ہوئے امام کی جگہ اسی طرح کھڑے تھے جدید کیفیت ان پر جو تھی وہ صرف یہی تھی کہ خلاف دستور بار بار اس آیت کو مسلسل دہراتے چلے جاتے تھے جیسے جیسے دہراتے' نمازیوں کی حالت غیر ہوتی تھی آخر صف درہم برہم ہو گئی' کوئی ادھر گرا ہوا تھا کوئی ادھر پڑا ہوا تھا آہ آہ کی آواز مولانا شبیر احمدؒ کی زبان سے نکل رہی تھی' صف پر ایک طرف وہ بھی پڑے ہوئے تھے..... کچھ دیر کے بعد لوگ اپنے آپ میں واپس ہوئے' تازہ وضو کر کے پھر نئے سرے سے صف میں شریک ہوئے' جہاں تک خیال آتا ہے مفتی صاحب دار و گیر' چیخ و پکار' صیحہ اور نعرہ کے ان تمام ہنگاموں میں اپنی جگہ کھڑے ہوئے اس آیت کریمہ کی تلاوت میں مشغول رہے جب دوبارہ صف بندی ہوئی تب پھر آگے بڑھے..... (احاطہ دار العلوم ص ۱۹۰)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انعام

حضرت سید حسن رسول نما دہلوی کی اولاد میں سے ایک خاندان آباد تھا۔ اس گھرانے کے ایک نامور بزرگ حکیم فضل محمد جالندھری تھے۔ جن کا ۹۵ برس کی عمر میں انتقال ہوا

۔پیشہ کے اعتبار سے حکیم تھے وہ بھی شاہی اور بافراغت زندگی گزارتے تھے۔حکیم اجمل خاں کے ہم درس تھے۔دینی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔اس شہرہ آفاق درس گاہ کے اولین تلامذہ میں سے تھے۔مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہم سبق اور حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے شاگرد رشید تھے اور محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سنتے ہی رقت طاری ہو جاتی۔اور زاروقطار رونے لگتے تھے۔

تقریباً ۶۵ برس کی عمر میں فالج کا حملہ ہوا اور اطباء زندگی سے مایوس ہو گئے۔غشی کی کیفیت طاری تھی اور تیمارداروں کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ کے چل چلاؤ کا وقت قریب آن پہنچا ہے کہ اچانک رات کے تیسرے پہر بے ہوش وجود میں حرکت پیدا ہوئی اور اسی عالم میں آپ چلائے یا حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ میرا پاؤں ہے۔

آپ کے اعزہ لواحقین جو آپ کے گرد جمع تھے اس جملہ پر حیرت زدہ تھے۔کہ حکیم صاحب نے اپنی مفلوج ٹانگوں کو بڑی تیزی سے سمیٹا اور فوراً ہی یوں بھلے چنگے ہو کر اٹھ بیٹھے جیسے کبھی بیمار ہی نہ تھے۔اور بتایا ابھی ابھی خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک میرے جسم پر پھیرا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک میرے پاؤں کے قریب پہنچا تو میں نے فرط ادب سے پاؤں سکیڑ لیا چنانچہ پاؤں میں خفیف سا لنگ باقی عمر موجود رہا۔

اور حکیم صاحب اس واقعے کے تقریباً تیس برس بعد تک کامل تندرستی کے ساتھ زندہ سلامت رہے۔اس واقعہ کے چشم دید گواہ آج بھی زندہ ہیں اور حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس تصرف باطنی کے عینی شاہد ہیں۔(سیرۃ النبی بعداز وصال النبی)

معرکہ بالاکوٹ کا ایک عبرتناک تاریخی واقعہ

۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کی صبح صادق اور صبح کی اذان ہوئی تو سب لوگ وضو کر کے مسلح ہو کر حاضر ہوئے، امیر المؤمنین سید احمد شہید رحمہ اللہ نے نماز پڑھائی....بعد از نماز لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے....

میاں خدا بخش صاحب رامپوری کہتے ہیں کہ ضلع اجوری کا ایک شخص پنجتار سے

حضرت کے لشکر میں شریک ہوا تھا....اس کا نام معلوم نہیں....مگر راجہ کر کے مشہور تھا....جب اس نے شیر سنگھ کا لشکر دیکھا کہ سامنے پڑا ہے....خدا معلوم اس کے دل میں کیا آیا کہ یکبارگی اپنے ہتھیار لے کر لشکر مجاہدین سے نکل کر شیر سنگھ کے لشکر میں چلا گیا اور ان میں شریک ہو گیا....تقدیر الٰہی سے اس کے جانے کے بعد شیر سنگھ کے لشکر کا ایک سکھ حضرت کے پاس آ کر مسلمان ہوا اور غازیوں میں شریک ہوا....

حضرت نے اس کا نام عبداللہ رکھا....جس دن بالاکوٹ میں لڑائی شروع ہوئی اور سکھوں نے غازیوں پر یورش کی، تب وہ جو راجہ کر کے مشہور تھا، ہتھیار باندھے سب سکھوں کے آگے تھا....ادھر کی گولی اس کے لگی اور وہ وہیں مردار ہوا....اس کے بعد سکھوں کی طرف سے ایک گولی اس سکھ نو مسلم کے لگی اور وہ اسی جگہ شہید ہو گیا....(تاریخ دعوت وعزیمت)

دارالعلوم دیوبند میں ایک میواتی کی تقریر

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے....بڑے جوش میں تھے تمام اساتذہ دارالعلوم کو جمع فرمایا پھر ایک میواتی دیہاتی کو جو آپ کے ساتھ تھا تقریر کے لئے کہا، اس نے معذرت کی، حضرت کے مقرر فرمانے پر وہ کھڑا ہوا اور کہا دیکھو جی تقریر تو مجھے کرنی آتی نہیں، حضرت کا حکم ہے وہ امیر ہیں اور امیر کی اطاعت ضروری ہے، اس لئے کھڑا ہو گیا ہوں ایک بات تم سے کہتا ہوں....وہ یہ کہ اگر کسی زمیندار کے دو چھورے ہوں ایک بڑا چھورو ایک چھوٹا چھورو اور وہ بڑے کو کہے کہ یہ مٹکی مکھن کی تقسیم کرو اور وہ یہ کہہ دے میں تو کام میں لگا ہوا ہوں مجھے فرصت نا، اور واقعۃً ہے بھی وہ کام میں لگا ہوا، پھر وہ چھوٹے چھورو کو کہے جس سے اس مٹکی کا اٹھنا مشکل ہے اور وہ اٹھا کر لائے مگر ہاتھ سے درمیان میں چھوٹ کر گر پڑے اور پھوٹ جائے تو تم بتاؤ زمیندار کس پر خفا ہو گا؟ ظاہر ہے کہ بڑے چھورو پر خفا ہو گا کہ کام اس کے کرنے کا تھا......اسی طرح آپ لوگ بڑے چھورو ہو اور ہم چھوٹے چھورو ہیں اب یہ دین کی مٹکی تم اٹھاتے نا......عذر کرتے ہو کہ ہمیں فرصت نا......ہم دوسرا کام کر رہے ہیں، ہم کمزوروں نے اٹھالی ہے گرے گی تو پکڑ تمہاری ہو گی ہم سے تو وہ خراب ہی ہو گی....(عالمی تاریخ جلد۲)

علامہ بنوری رحمہ اللہ کی حق گوئی کا عجیب واقعہ

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

جب علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ پہلی بار حجاز اور مصر و شام کے سفر پر تشریف لے گئے تو وہاں ان کی ملاقات علامہ جوہر طنطاوی مرحوم سے ہوگئی.... جن کی ''تفسیر الجواہر'' اپنی نوعیت کی منفرد تفسیر ہے.... علامہ طنطاوی سے حضرت بنوریؒ کا تعارف ہوا تو انہوں نے مولانا سے پوچھا کہ کیا آپ نے میری تفسیر کا مطالعہ کیا ہے؟ مولاناؒ نے فرمایا کہ ''ہاں! اتنا مطالعہ کیا ہے کہ اس کی بنیاد پر کتاب کے بارے میں رائے قائم کر سکتا ہوں.... علامہ طنطاوی نے رائے پوچھی.... تو مولاناؒ نے فرمایا'' آپ کی کتاب اس لحاظ سے تو علماء کے لئے احسان عظیم ہے کہ اس میں سائنس کی بے شمار معلومات عربی زبان میں جمع ہوگئی ہیں.... سائنس کی کتابیں چونکہ عموماً انگریزی زبان میں ہوتی ہیں اس لئے عموماً علمائے دین ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

لیکن جہاں تک تفسیر قرآن کا تعلق ہے اس سلسلے میں آپ کے طرز فکر سے مجھے اختلاف ہے آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عصر حاضر کے سائنس دانوں کے نظریات کو کسی نہ کسی طرح قرآن کریم سے ثابت کر دیا جائے اور اس غرض کے لئے آپ بسا اوقات تفسیر کے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی سے بھی دریغ نہیں کرتے حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کے نظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں آج آپ جس نظریئے کو قرآن سے ثابت کرنا چاہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ کل وہ خود سائنس دانوں کے نزدیک غلط ثابت ہو جائے کیا اس صورت میں آپ کی تفسیر کو پڑھنے والا شخص یہ نہ سمجھ بیٹھے گا کہ قرآن کریم کی بات ''معاذ اللہ'' غلط ہوگئی!

مولانا نے یہ بات ایسے مؤثر اور دلنشین انداز میں بیان فرمائی کہ علامہ طنطاوی مرحوم بڑے متاثر ہوئے اور فرمایا'' مولانا! آپ کوئی ہندوستانی عالم نہیں ہیں بلکہ آپ کوئی فرشتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری اصلاح کے لئے نازل کیا ہے....'' (نقوش رفتگاں)

حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پر ایک زہریلا قسم کا

پھوڑا ہو گیا تھا جس نے رفتہ رفتہ ساری پنڈلی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا..... جب وہ زخم اوپر بڑھنے لگا تو اس وقت معالجین کے اصرار پر آپ ٹانگ کٹوانے پر راضی ہو گئے.....

جب آپ کی ٹانگ کاٹی گئی تو ڈاکٹروں کو خطرہ تھا کہ شاید آپ جانبر نہ ہو سکیں گے..... کرنل امیر الدین صاحب گھبرائے ہوئے تھے اور ٹانگ کاٹ رہے تھے اور ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب ٹانکے لگا رہے تھے اور کرنل ڈاکٹر ضیاء اللہ صاحب نبض پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے..... وہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ مفتی صاحب بھی پریشان ہوں گے مگر آپ بالکل مطمئن تھے اور فرمایا کہ میرے لئے تو آج عید ہے"۔ ٹانگ کاٹنے سے قبل حسب دستور ڈاکٹروں نے ایسی دوا دینی چاہی کہ شدید تکلیف کا احساس نہ ہو یا ہو تو کم ہو..... مگر حضرت مفتی صاحب نے کوئی ایسی دوا لینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا: "مجھے میرے حال پر چھوڑ کر آپ اپنا کام شروع کریں"

ستر برس کی عمر ڈاکٹر صاحبان بڑے پریشان تھے طوعاً و کرہاً ایک ٹیکہ لگا کر ران کاٹنی شروع کر دی اس میں تقریباً ایک گھنٹہ لگا..... آپریشن کے وقت جس ڈاکٹر نے آپ کے نبض پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اُن کا بیان ہے کہ: "حیرت ہے کہ آپریشن کے شروع سے اختتام تک نبض کی رفتار میں سرمو فرق نہیں آیا اس آپریشن کے بعد جو درد ہوتا ہے اس کی شدت کا اور کوئی فرد مقابلہ نہیں کر سکتا مگر حضرت جس بشاشت کے ساتھ آپریشن روم میں داخل ہوئے تھے اسی کے ساتھ واپس ہوئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں"۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کو تشریف لائے تو آپ نے اس استقامت کا (جو کہ ٹانگ کٹنے کے وقت تھی) راز پوچھا آپ نے فرمایا: "میں اس وقت اس تکلیف کے اجر جزیل کو خوشی میں جو متشکل ہو کر سامنے آ گیا تھا ایسا محو ہوا کہ مجھے کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا ہو رہا ہے.....

ف: یہ عین الیقین کا مقام تھا کہ تکلیف تک کا احساس نہ ہوا..... (تذکرہ حسن ص ۵۰)

عبداللہ شاہ دیوبندی کی پرانوار ضیافت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دیوبند میں ایک بزرگ تھے شاہ جی عبداللہ شاہ..... گزر اوقات کے لئے انہوں نے گھاس

کھودنے کا مشغلہ اختیار کیا تھا' گھاس کھود کر گٹھڑی بناتے اسے بیچتے اور اس سے گزر اوقات کرتے اور گٹھڑی کی قیمت متعین تھی چھ پیسے نہ کم لیتے تھے نہ زیادہ..... بارہ مہینے ایک ہی قیمت تھی..... دیوبند کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ جو لوگ اپنے جانوروں کے لئے گھاس خریدنے آتے تھے تو ہر ایک کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ شاہ جی کی گٹھڑی میں خرید لوں..... حالانکہ سینکڑوں گھسیارے اپنی اپنی گٹھڑیاں لئے بیٹھے رہتے تھے لیکن ان سے کوئی نہ خریدتا تھا..... بلکہ شاہ جی کو ترجیح دیتے تھے کہ اس میں ہمارے جانوروں کے لئے بھی برکت ہوگی اور ہمارے گھر میں بھی' اسی لئے پہلے سے انتظار میں کھڑے رہتے تھے جب دیکھا کہ شاہ جی سر پر گٹھڑی لئے آ رہے ہیں تو سب لوگ خریدنے کو دوڑتے تھے..... جس نے گٹھڑی پر پہلے ہاتھ رکھ دیا بس گٹھڑی اسی کی ہو جاتی تھی..... اور وہیں پر گٹھڑی ڈال دیتے تھے..... چھ پیسے لئے اور کہہ دیا کہ لے جاؤ اپنی گٹھڑی' پھر ان چھ پیسوں میں ان کے یہاں یہ طریق تھا کہ دو پیسے تو وہیں صدقہ کر دیتے اور دو پیسے گھر کا خرچ تھا..... ایک کوڑی کی لکڑی لی' ایک پائی کا تیل لیا' ایک ادھیلہ کا آٹا لیا سستا زمانہ تھا..... دو پیسے میں خاندان کا گزر ہوتا تھا' اور دو پیسے جمع کر لیا کرتے تھے..... سال بھر میں جب آٹھ دس روپے جمع ہو جاتے تو ہمارے اکابر کی دعوت کیا کرتے تھے..... جن میں مثلاً حضرت نانوتویؒ حضرت گنگوہیؒ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ وغیرہ وغیرہ ہوتے تھے..... (خطبات طیب)

مجاہدین ختم نبوت کی قربانیاں

جن دنوں ختم نبوت کی تحریک زوروں پر تھی.... ختم نبوت کے پروانے گولیوں، لاٹھیوں، جیلوں اور حوالاتوں کے مزے لے رہے تھے.... ایک مسلمان نے سڑک کے درمیان آ کر بلند آواز میں نعرہ لگایا ''ختم نبوت زندہ باد....'' جونہی اس نے نعرہ لگایا، پولیس والا آگے بڑھا اور اس کے گال پر زوردار تھپڑ مارا، تھپڑ کھاتے ہی اس نے پھر کہا.... ''ختم نبوت زندہ باد....'' اس بار پولیس والے نے اسے بندوق کا بٹ مارا.... بٹ کھا کر وہ پہلے سے زیادہ بلند آواز میں گرجا.... ''ختم نبوت زندہ باد....'' اب تو پولیس والے اس پر جھپٹ پڑے.... ادھر وہ ہر تھپڑ، ہر لات اور ہر بٹ پر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگاتا چلا گیا.... وہ

مارتے رہے، یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو گیا.... اسی حالت میں اٹھا کر فوجی عدالت میں پیش کیا گیا.... اس نے عدالت میں داخل ہوتے ہی نعرہ لگایا.... ''ختم نبوت زندہ باد''....

فوجی نے فوراً کہا ''ایک سال کی سزا۔'' اس نے پھر نعرہ لگایا۔ ''ختم نبوت زندہ باد''۔

فوجی نے فوراً کہا.... ''دو سال سزا'' اس نے پھر نعرہ لگایا.... ''ختم نبوت زندہ باد''

فوجی نے پھر کہا.... ''تین سال سزا'' اس نے پھر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا....

غرض وہ ایک ایک سال کر کے سزا بڑھاتا چلا گیا، یہ ختم نبوت کا نعرہ لگاتا چلا گیا....

یہاں تک کہ سزا بیس سال تک پہنچ گئی.... بیس سال کی سزا سن کر بھی اس نے کہا.... ''ختم نبوت زندہ باد'' اس پر فوجی نے جھلا کر کہا.... ''باہر لے جا کر گولی مار دو''

اس نے گولی کا حکم سن کر کہا.... ''ختم نبوت زندہ باد....''

ساتھ ہی خوشی کے عالم میں ناچنے لگا.... ناچتے ہوئے بھی برابر نعرے لگا رہا تھا....

''ختم نبوت زندہ باد...... ختم نبوت زندہ باد...... ختم نبوت زندہ باد''

عدالت میں وجد کی حالت طاری ہو گئی.... یہ حالت دیکھ کر عدالت نے کہا.... ''یہ دیوانہ ہے، دیوانے کو سزا نہیں دی جا سکتی، رہا کر دو'' رہائی کا حکم سنتے ہی اس نے پھر کہا.... ''ختم نبوت زندہ باد''

(میں بھی کہتا ہوں ختم نبوت زندہ باد، آپ سب بھی کہیں، ختم نبوت زندہ باد)....

(عجیب و غریب واقعات)

اکابر دیو بند کا علمی مقام

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ اور بھی دو چار علماء حضرات منبر و محراب کانفرنس میں شرکت کرنے کیلئے ریاض (سعودی عرب) گئے تھے...... وہاں بہت بڑا اسٹیج بنا تھا اور سٹیج پر شاہ فیصل وہاں کے کچھ اہل علم ڈاکٹروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے علماء کو نیچے عوامی نشستوں پر جگہ دی گئی تھی.... یہ حضرات حیران تھے کہ ہمیں بھی دعوت نامہ دے کر بلایا گیا ہے اور یہاں جگہ دی ہے تو حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ آپ لوگ فکر نہ کریں جب علم کا موقع آئے گا تو ہم لوگ سب سے آگے ہونگے.... وہاں ایک مسئلہ سجدہ تعظیم کا چل

پڑا تو وہاں کے تمام اہل علم ڈاکٹروں نے تقریر کی کہ یہ کفر ہے.... حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے فرمایا کہ آپ حضرات تیار ہو جائیں ہمیں اس مسئلہ کا رد کرنا ہے تو حضرت مولانا سید یوسف بنوریؒ جوان تھے اور حضرتؒ کا حافظہ بھی غضب کا تھا اور عربی مادر زاد تھی حضرتؒ نے کہا کہ میں تیار ہوں.... چنانچہ ان حضرات نے سٹیج پر ایک پرچی بھیجی کہ یہ مسئلہ اب تک غلط بیان ہو رہا ہے اور ہمیں موقع دیا جائے....

جب یہ پرچی سٹیج پر پہنچی تو شاہ فیصلؒ نے پوچھا کہ یہ حضرات کہاں بیٹھے ہیں تو کہا گیا کہ نیچے نشستوں پر تو شاہ فیصلؒ غصہ ہو گئے اور کہا کہ علماء کو تو نیچے بٹھایا ہے اور جاہلوں کو سٹیج پر اور فوراً ان حضرات کو اوپر سٹیج پر بلایا.... حضرت مولانا بنوریؒ نے تقریر فرمائی.... یہ وہ مجلس تھی جس میں حضرتؒ نے تمام دنیا کو اور خاص طور پر عربوں کو اپنی عربی کا لوہا منوایا.... رحمۃ اللہ علیھم رحمۃً واسعۃً (عجیب وغریب واقعات)

استاد کی بے ادبی کا عبرتناک انجام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں (1943ء میں دارالعلوم ندوہ کے طلباء نے تعلیمی بائیکاٹ کیا اس تعلیمی بائیکاٹ) کی قیادت ہمارے بعض عزیز شاگرد کر رہے تھے۔ جو دارالعلوم کے بہترین طالب علم تھے اور ان سے ہم نے اور دارالعلوم نے بڑی بڑی توقعات قائم کی تھیں، ان میں سے سب سے زیادہ نمایاں میرے عزیز ترین شاگرد علی احمد کیانی تھے

میں نے اپنے دس سال کے تدریسی دور میں اور اس کے بعد بھی جب میں نے بحیثیت نائب معتمد کے کام کیا اس نوجوان سے زیادہ ذہین، ذی استعداد اور سلیم الطبع طالب علم نہیں دیکھا...... وہ چوتھے، پانچویں درجہ میں پہنچ کر برجستہ عربی میں تقریر کرنے لگے، حافظہ اس بلا کا تھا کہ ہزاروں شعر اقبال و اکبر اور ظفر علی خاں کے نوک زبان پر تھے، میرے بعض عربی مقالات کا ترجمہ بھی کیا تھا، وہ تعلیمی بائیکاٹ کے بعد کراچی گئے تو اپنی نوعمری کے باوجود کراچی کی علمی مجلسوں میں علامہ کیانی کے نام سے مشہور ہوئے۔

جیسا کہ طلباء کے ہنگاموں میں ہوا کرتا ہے وہ طوعاً وکرہاً طلباء کے نمائندہ اور اسٹرائیک کے قائد بن گئے، انکے سب اساتذہ کو اور بالخصوص مجھے انکے اس ہنگامہ میں نہ صرف شریک ہونے بلکہ قائد بننے سے سخت قلق تھا، زیادہ تر اس وجہ سے کہ اس اسٹرائیک کی زد سید (سلیمان ندوی) صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت اور ان کے معتمد پر پڑتی تھی۔ سید صاحب رحمہ اللہ کے دل کو بھی اس ہنگامے سے بڑی چوٹ لگی، انکے دل میں ندوہ لی خدمت اور طلباء کی تربیت کی بڑی بڑی امنگیں تھیں، انکو اس سے اپنی تمناؤں کا خون اور اپنی کوششوں کی ناکامی کا منظر نظر آیا اور بہت دل شکستہ اور افسردہ ہو گئے، انہی دنوں میں علی احمد کیانی پر جنون کا دورہ پڑا اور حالت یہاں تک پہنچی کہ انکو گھر والوں نے رسیوں سے باندھ دیا۔ انکے بھائی میرے برادر معظم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب مرحوم کو انکو دکھانے کیلئے گھر لے گئے، میں بھی خصوصی تعلق کی بنیاد پر ساتھ ہو گیا، انکو جب رسیوں سے بندھا ہوا دیکھا تو آنکھ میں آنسو آگئے کہ نوجوان جو اپنی ذکاوت اور صحیح الدماغی میں اپنے ساتھیوں کیلئے بھی قابل رشک تھا اس حالت میں ہے۔ سید صاحب اس زمانہ میں اتنے دل برداشتہ تھے کہ دارالعلوم میں قیام بھی نہیں فرمایا، ہمارے ہی گھر میں مقیم تھے، میں نے ایک مرتبہ تنہائی میں موقع پا کر عرض کیا کہ میرا خیال ہے کہ علی احمد کی زبان سے آپکی شان میں کوئی الفاظ نکل گئے، اس طوفان بدتمیزی میں کچھ بعید نہیں کہ ان پر جذباتیت غالب آئی ہو اور ناگفتنی کا ارتکاب کیا ہو۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ ”جس نے میرے ولی کو اذیت پہنچائی، تو اس کے ساتھ میرا (اللہ جل شانہ کا) اعلان جنگ ہے“۔ اور آپ تو ان کے محسن اور مربی بھی تھے، سید صاحب نے اس کے جواب میں تواضع اور فروتنی کے الفاظ فرمائے اور کہا کہ میں کیا چیز ہوں میں نے دوبارہ عرض کیا اور دعا کی درخواست کی، سید صاحب نے اس پر سکوت فرمایا، دوسرے یا تیسرے دن مجھ سے فرمایا کہ مولوی علی صاحب! میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی، اب اس واقعہ کو سید صاحب کی کرامت سمجھا جائے یا اس کو کسی اور بات پر محمول کیا جائے کہ عزیز موصوف بالکل نوعمری میں 1950ء میں پاگل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بے ادبی سے محفوظ فرمائیں آمین۔ (عجیب وغریب واقعات)

مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کا واقعہ

مفتی اعظم مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک عورت کا خط آیا۔ اس نے لکھا کہ ہماری شادی ایک صاحب سے ہوئی، بہت اچھی طرح سے مل جل کر، پیار و محبت سے رہنے لگے۔ ان کی ہر خواہش کو ہم نے پورا کیا، اچھے سے اچھا پکا کر کھلایا، اچھے سے اچھا سی کر پہنایا، ایک غلطی ہم سے ہوگئی، اس غلطی کی بناء پر جوش میں آ کر شوہر نے ہم کو تین طلاقیں دے دیں۔ اب کیا حکم ہے؟

جواب دیا کہ طلاق مغلظہ ہوگئی، اب اس کے پاس رہنا جائز نہیں بغیر حلالہ کے۔ حلالہ کی بھی صورت بتادی۔ اس کے بعد اس عورت کا غصہ سے بھرا ہوا خط آیا کہ اسلام کا یہ کونسا طریقہ ہے کہ حماقت کرے ہمارا شوہر اور بھگتیں ہم۔ ہمیں یہ حکم کیوں دیا جاتا ہے کہ ہم غیر آدمی کا منہ دیکھیں؟

میں نے جواب میں لکھا کہ آپ کو غصہ آ گیا، بات کے صحیح نہ سمجھنے سے غصہ آیا ہے اور جو کچھ آپ نے سمجھا وہ ہے ہی غصہ کی بات۔ کسی شریف خاتون سے کہا جائے کہ غیر آدمی کا منہ دیکھو تو اس کو غصہ آنا ہی چاہئے۔ مگر ہم نے یہ نہیں لکھا کہ غیر آدمی کا منہ دیکھیں، ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ جس شخص نے تین طلاقیں دی ہیں وہ غیر ہو گیا اور غیر آدمی کا منہ دیکھنا درست نہیں۔ ہم نے منع کیا ہے غیر آدمی کا منہ دیکھنے سے اور جس کو آپ غیر آدمی کہہ رہی ہیں وہ ابھی تک غیر ہے، صحیح ہے۔ لیکن جب ایجاب و قبول ہو جائے گا تو غیر نہیں رہے گا، آپ کا شوہر بن جائے گا۔ آپ اس کو اپنا بنا کر دیکھیں غیر رکھ کر نہیں۔ اس کے باوجود آپ کو شریعت مجبور نہیں کرتی کہ آپ نکاح ثانی کریں۔ عصمت کے ساتھ آپ بغیر شوہر کے گزارا کر سکتی ہیں تو آپ کو اختیار ہے مگر اندازہ یہ ہے کہ آپ کے جذبات کو تسکین نہیں ہوگی بغیر اس نالائق کمینہ آدمی کے پاس جائے ہوئے جس نے آپ کی ذرا سی غلطی پر ساری عمر کی وفاداری کو ختم کر ڈالا۔ کیا وہ اس قابل ہے کہ آپ اس کے پاس اور اس کے گھر جائیں۔ ساری عمر میں اس کا خیال بھی نہیں کرنا چاہئے، اور اگر اس کے پاس جائے بغیر آپ کے جذبات کو تسکین نہیں ہوتی تو شریعت نے آپ کو راستہ بتادیا کہ آپ ذرا ادھر کو ہو کر جائیے گا، راستہ یہ ہے۔ اس کے بعد پھر اس کا کوئی خط نہیں آیا۔ (برداشت کے واقعات)

شہید اسلام حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ کا صبر وتحمل

دشمنان اسلام آپ کو گالیوں بھرے خطوط سے نوازتے، مگر آپ نے کبھی بھی اس پر ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا، بلکہ فرماتے تھے کہ عقیدت مندوں کی تعریف وتوصیف سے دل میں اگر اپنے بارے میں کچھ غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی تو وہ بحمداللہ اس سے صاف ہوگئی۔

حضرت کو ایک بار کسی نے بتلایا کہ ایک صاحب نے کسی بڑے آدمی سے آپ کے بارے میں سوال کیا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی باقاعدہ مفتی ہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ وہ نہ باقاعدہ مفتی ہیں نہ بے قاعدہ۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا، ہاں بھائی وہ سچ کہتے ہیں۔ میں نہ باقاعدہ مفتی ہوں نہ بے قاعدہ۔ (ماہنامہ سلوک واحسان، کراچی)

حضرت مولانا عبدالغفور عباسی رحمہ اللہ کا تحمل

حضرت مولانا شاہ عبدالغفور عباسی رحمہ اللہ کے آخری ایام کا ایک واقعہ ان کے خادم خاص سید حشمت علی صاحب مدظلہ یوں تحریر کرتے ہیں۔

ایک رات مدینہ منورہ میں ایک عمارت کی چوتھی منزل کی چھت پر حضرت والا حسب عادت آرام فرمارہے تھے.... ڈیڑھ دو بجے کے قریب گھنٹی بجی تو ہم دونوں جاگ گئے.... فرمایا ''دیکھ لیں.... شاید کوئی مہمان ہے؟

سید حشمت صاحب لکھتے ہیں میں کڑھتے دل کے ساتھ اترا۔ کنڈی کھولی تو ایک نو وارد شخص کھڑا تھا۔ پوچھنے پر اپنا نام بتایا اور کہنے لگا ''شیخ کے یہاں قیام کرنا ہے'' میں نے شیخ کو اطلاع کی۔ پہچانتے نہیں تھے لیکن فرمایا ''اوپر بلالیں'' آدھی رات بے آرام کرنے والے مہمان سے اس طرح خندہ پیشانی سے ملے کہ پیشانی پر ایک بل تک نہ تھا۔ شفقت سے پوچھا ''آپ مجھے کیسے جانتے ہیں''؟ انہوں نے کسی آدمی کا حوالہ دیا۔ لطف یہ کہ حضرت ان صاحب سے بھی واقف نہ تھے لیکن فرمانے لگے ''بہت اچھا کیا۔ یہاں آگئے۔'' کھانے کا پوچھا تو فرشتہ صفت بھولے مہمان نے سچ سچ بتادیا کہ ''جی نہیں۔ کھانا تو نہیں کھایا''

حضرت کمزوری اور بیماری کی اسی حالت میں دوسری چھت پر گئے۔ بچوں کو جگایا اور مہمان کے لئے کھانا تیار کرنے کا کہا گھر والے میزبانی کے عادی تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں گرم کھانا آ گیا۔ مہمان کو اپنے سامنے کھانا کھلایا پھر حشمت صاحب سے کہا کہ ''ان کے لئے فلاں کمرے میں بستر کا انتظام کر دیں۔'' وہ مہمان کو سلا کر آئے تو شیخ مہمان پر ترس کھا کر فرما رہے تھے کہ ''گھر تلاش کرتے ہوئے معلوم نہیں بیچارے کو کتنی تکلیف ہوئی ہوگی۔ اللہ کرے اسے نیند آ جائے''

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

سبحان اللہ کیسے لوگ تھے اللہ پاک ہمیں بھی ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین (یادگار ملاقاتیں)

حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ نے سات حج کئے اور پیدل، ایک مرتبہ حج سے واپس تشریف لا رہے تھے پانی پت سے چل کر شب کو کسی گاؤں میں سرائے کی مسجد میں قیام فرمایا اور اخیر شب میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ اتفاق سے رات کو سرائے میں چوری ہو گئی۔ بھٹیاری نے کہا کہ ایک شخص مسجد میں ٹھہرا تھا اور صبح ہی چلا گیا ضرور وہی چور ہے۔ لوگ تعاقب کیلئے آئے اور جھنجھانہ کے قریب آ کر پکڑ لیا اور کہا کہ تھانہ چلو۔ آپ نے فرمایا کہ جھنجھانہ کے تھانہ میں نہ لے چلو اور کہیں چلو۔ اس پر ان لوگوں نے اور بھی شبہ کیا اور وہ جھنجھانہ کے تھانہ میں لے گئے اور ایک سپاہی کے حوالہ کر دیا جس نے حوالات میں آپ کو بند کر دیا۔

تھوڑی دیر میں قصبہ کے لوگوں نے دیکھا اور تمام قصبہ میں شور مچ گیا، عوام بہت مشتعل ہوئے اور یہ سمجھ کر کہ تھانہ دار کی بدمعاشی ہے اس کی جان کے درپے ہو گئے تھے تھانہ کو لوٹنا چاہتے تھے، تھانہ دار خواجہ احمد حسن تھے جو میرے دادا مرحوم کے دوست تھے اور مولوی صاحب سے خوب واقف تھے۔ بہت مشکل سے جان بچا کر تھانہ آئے اور مولوی صاحب کو حوالات سے نکالا اور واقعہ کی تحقیق کی۔ پھر لوگ اس پانی پت والے آدمی کی جان کے درپے ہو گئے جو

آپ کو پکڑ کر لایا تھا۔ آپ نے خواجہ احمد حسن سے فرمایا کہ اس کی جان کے تم ذمہ دار ہو۔ اس کے ساتھ دو تین آدمی کر دو جو اس کو بخیریت پانی پت پہنچا دیں۔ (حکایات اولیاء)

شیخ زکریا ملتانی رحمہ اللہ کا واقعہ

ایک بار ملتان میں سخت قحط پڑا حاکم ملتان غلہ کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔ آپ نے غلہ کی ایک بڑی مقدار اور اسی میں سونے کے دو کوزے رکھ کر حاکم ملتان کو بھیجے۔ جب غلہ اس کے پاس پہنچا تو غلہ کے ڈھیر سے دو کوزے بھی نکلے۔

حاکم ملتان نے شیخ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا غلہ کے ساتھ ان کو بھی مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس گڈری پوش قلندروں کی ایک جماعت آئی اور آپ سے مالی امداد چاہی۔ آپ نے اس جماعت سے بیزاری کا اظہار فرمایا اس پر قلندروں نے نہایت گستاخی شروع کر دی اور اینٹ و پتھر سے مارنے لگے آپ نے نہایت حلم و بردباری کی وجہ سے جواباً کوئی اقدام نہیں کرنے دیا بلکہ خادم سے کہا کہ دروازہ بند کر دو۔

قلندروں نے دروازہ پر پتھر مارنے شروع کر دیئے حضرت شیخ نے کچھ تامل کے بعد خادم سے فرمایا کہ دروازہ کھول دو۔ میں اس جگہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کا بٹھایا ہوا ہوں۔ خادم نے دروازہ کھول دیا قلندر بہت شرمندہ ہوئے اور اپنے قصور کی معافی چاہی آپ نے معاف کر دیا۔ (تذکرہ اولیائے پاک و ہند)

مسیح الامت رحمہ اللہ کے حلم کا عجیب واقعہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

حضرت مولانا مسیح اللہ خان رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں

ایک نو مسلم طالب علم کی تمام ضروریات کی کفالت آپ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، وہ طالبعلم کچھ عجیب طبیعت کے واقع ہوئے تھے، جب ان کے جی میں آتا، عین مجلس میں آ کر ایسی باتیں حضرت والاؒ سے کہہ دیتے جو سننے والوں کو گستاخانہ معلوم ہوتیں، دکان داروں سے قرض کر لیتے، اور پھر آ کر تقاضا کرتے کہ مجھے پیسے چاہئیں....

ایک مرتبہ مجلس میں آئے اور کہنے لگے کہ "ہمارے جوتے ٹوٹ گئے ہیں، اور بنوا دیجئے" حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "ابھی تو خرید کر دیئے تھے، تھوڑے سے ٹوٹے ہونگے، مرمت کروادی جائیگی" انہوں نے کہا، "ہمیں معلوم نہیں، آپ دیکھ لیجئے...."

آپ نے فرمایا: "لاؤ، دیکھ لوں" اس پر انہوں نے کہا کہ "وہ ہیں باہر آپ دیکھ لیجئے" انکے اس جواب پر حضرت والا مجلس سے اٹھ کر دھوپ میں باہر تشریف لائے جہاں بہت سے جوتے رکھے تھے.... چونکہ آپکو انکے جوتے کی پہچان نہیں تھی۔

اس لئے مختلف جوتے اٹھا اٹھا کر فرماتے رہے کہ "یہ تمہارے جوتے ہیں؟" اور وہ صاحب اندر ہی اندر سے انکار کرتے رہے.... بالآخر جب دیر گزر گئی تو حاضرین میں سے کسی صاحب نے ان سے کہا کہ "تم سے اتنا بھی نہیں ہوتا آگے بڑھ کر دکھلا دو" اس پر انہوں نے اپنے جوتے دکھائے اور حضرتؒ نے مرمت کیلئے پیسے دیئے....

کسی نے ان صاحب کے بارے میں حضرتؒ سے عرض کیا کہ۔

یہ صاحب ایسی بے تکی باتیں کرتے رہتے ہیں.... حضرتؒ نے فرمایا کہ "بھائی حضرت تو سب لوگ کہتے ہیں، کوئی ایسا بھی تو ہو جس سے میں اپنے آپ کو سنبھالتا رہوں، اور میری اصلاح ہوتی رہے...." (اصلاحی خطبات)

حکیمانہ تبلیغ کا عجیب واقعہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

مولانا ارشاد احمد صاحب مبلغ دار العلوم نے ایک مرتبہ ایسی ہی حکمت سے کام لیا بنگلور میں جلسہ تھا اور ان کی تقریر تھی بہت بڑا مجمع ہونے والا تھا۔ اور تدبیر یہ تھی کہ ان کی تقریر کے بعد قیام بھی ہوگا۔ اور سلام بھی پڑھا جائے گا اور راز اس میں یہ تھا کہ اگر انہوں نے روکا تو ہم کو کہنے کا موقع مل جائے گا کہ دیکھیے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ قیام اور سلام کو منع کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہم قیام وسلام تعظیماً کرتے ہیں۔ اور اگر نہ روکا اور شریک رہے تو کل سے قیام وسلام پر نہی عن المنکر نہ کرسکیں گے، لوگ اس قسم کی تدبیریں کیا کرتے ہیں

مولانا ارشاد احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو علم ہوگیا کہ میری تقریر کے بعد قیام وسلام ہوگا تو مولانا کو فکر ہوئی کہ اگر میں کھڑا نہ ہوا تو لوگ فتنہ اٹھائیں گے اور اگر کرلیا تو کل روکنے کو منہ نہیں رہے گا۔ ان کے ذہن میں تدبیر آئی جب اسٹیج پر پہنچے تو کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کررہا ہوں یہ کتنی بڑی بے ادبی کی بات ہے کہ میں کھڑا ہوکر تقریر کروں اور تم بیٹھے رہو یہ بے ادبی ہے کھڑے ہوجاؤ سب کھڑے ہوگئے۔

انہوں نے کھڑے کھڑے تقریر شروع کردی۔ کوئی لوگ ۱۵ منٹ پر بھاگنے لگے کوئی آدھا گھنٹہ کے بعد بھاگا۔ کوئی ایک گھنٹہ کے بعد اخیر میں پندرہ، بیس آدمی رہ گئے۔ نہ وہ قیام ہوا نہ سلام ہوا۔ یہ تدبیر کی بات تھی جوان کے ذہن میں آئی کسی کو اعتراض کا موقع بھی نہیں ملا اور نہ ان کو کہنے کا موقع ملا کہ تم نے تو صرف دس پندرہ قیام کیا، ہم نے تو ڈھائی گھنٹہ قیام کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل کرنے پر جیسا موقع ہوتا ہے ویسی ہی تدبیر ذہن میں آتی ہے۔ بشرطیکہ اس لائن پر آدمی لگا ہوا ہو۔ (مجالس حکیم الاسلام)

خدمت خلق کی برکت کا عجیب واقعہ

مجدد القراآت حضرت قاری رحیم بخش صاحب قدس سرہٗ کی والدہ مرحومہ نے آپ کے شیخ حضرت قاری فتح محمد صاحب قدس سرہٗ کی بیحد خدمت کی.... حضرت والاؒ بذات خود بارہا اس کا تذکرہ یوں فرمایا کرتے کہ میری والدہ نے میرے شیخ حضرت قاری صاحب کی بہت خدمت کی اور آپکو بھائی جی کہا کرتی تھیں.... آپ سے بہت عقیدت رکھتی تھیں.... روزانہ حضرت والا کا کھانا گھر سے پکا کر (دواڑھائی میل سے) مدرسہ لے جاتیں.... کھانا وافر مقدار میں ہوتا حضرت والاؒ فرماتے کھانا میری ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے اس قدر کیوں لاتی ہو....

بھائی جو اگر آپ کے مہمان آئے ہوئے ہوں یا کھانے کے وقت آجائیں تو پھر کھانے کا انتظام کیسے ہوگا آپ کو تکلیف ہوگی میں نہیں چاہتی کہ آپ کو تکلیف ہو اگر کھانا آپ سے بچ جائے گا تو طلبہ کھالیں گے ایک مرتبہ حضرت والاؒ اور میری والدہ دونوں آپس میں باتیں فرمارہے تھے۔

حضرت والا نے میری والدہ سے فرمایا کہ ایک طالب علم تھا اس نے استاد کی بہت

خدمت کی.... لیکن وہ جسوقت فارغ ہوگیا تو اس نے کہا کہ استاذ جی مجھے تو کچھ آتا ہی نہیں اب میں لوگوں کو کیا بتاؤں گا استاد نے فرمایا جاؤ ان شاء اللہ بہت برکت ہوگی دور بیٹھا میں بھی یہ گفتگو سن رہا تھا میں نے جی میں کہا.... بھلا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ نہ آئے پھر بھی سب کچھ آئے.... لیکن یہی قصہ میرے ساتھ ہوا میں نے علم قراآت تجوید باقاعدہ تو پڑھا نہیں تھا صرف روایت قالون، ورش، دور کوع اور کچھ حصہ تیسیر کا حضرت والا سے پڑھا باقی میری والدہ کی خدمت کی برکت سے پورا علم تجوید مجھے آ گیا جس کتاب کو بھی کھولتا تھا بحمد للہ وہی بکمال وتمام میری سمجھ میں آ جاتی تھی.... اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج میں نے بحمدہٖ تعالیٰ اس فن تجوید وقراآت میں کئی کتب تصنیف کیں.... (عجیب وغریب واقعات)

اکابر کی باہمی بے تکلفی کا انوکھا واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں

ہمارے ایک بزرگ گزرے ہیں.... حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس اللہ سرہ.... اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے.... آمین.... میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے بہت گہرے دوستوں میں سے تھے.... لاہور میں قیام تھا.... ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے تو دارالعلوم کورنگی میں حضرت والد صاحبؒ سے ملنے کے لیے بھی تشریف لائے.... چونکہ اللہ والے بزرگ تھے.... اور والد صاحب کے بہت مخلص دوست تھے.... اس لیے ان کی ملاقات سے والد صاحب بہت خوش ہوئے.... صبح دس بجے کے قریب دارالعلوم پہنچے تھے.... والد صاحب نے ان سے پوچھا کہ کہاں قیام ہے؟ فرمایا کہ آگرہ کالونی میں ایک صاحب کے یہاں قیام ہے، کب واپس تشریف لے جائیں گے؟ فرمایا کل ان شاء اللہ واپس لاہور روانہ ہوجاؤں گا....

بہرحال!.... کچھ دیر بات چیت اور ملاقات کے بعد جب واپس جانے لگے تو والد صاحب نے ان سے فرمایا کہ بھائی مولوی ادریس.... تم اتنے دنوں کے بعد یہاں آئے ہو.... میرا دل چاہتا ہے کہ تمہاری دعوت کروں.... لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہارا قیام آگرہ تاج کالونی میں ہے اور میں یہاں کورنگی میں رہتا ہوں.... اب اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ

فلاں وقت میرے یہاں آ کر کھانا کھائیں.... تب تو آپ کو میں مصیبت میں ڈال دوں گا .... اس لیے کل آپ کو واپس جانا ہے' کام بہت سے ہوں گے .... اس لیے دل اس بات کو گوارہ نہیں کرتا کہ آپ کو دوبارہ یہاں آنے کی تکلیف دوں لیکن یہ بھی مجھے گوارہ نہیں ہے کہ آپ تشریف لائیں اور بغیر دعوت کے آپ کو روانہ کر دوں .... اس لیے میری طرف سے دعوت کے بدلے یہ سو روپے ہدیہ رکھ لیں۔

مولانا محمد ادریس صاحبؒ نے وہ سو روپے کا نوٹ اپنے سر پر رکھ لیا .... اور فرمایا کہ یہ تو آپ نے مجھے بہت بڑی نعمت عطا فرما دی .... آپ کی دعوت کا شرف بھی حاصل ہو گیا .... اور کوئی تکلیف بھی اٹھانی نہیں پڑی اور پھر اجازت لے کر روانہ ہو گئے۔ (ارشادات اکابر)

احسان ہر وقت مطلوب ہے

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب قدس اللہ سرہ ایک دن فرمانے لگے کہ ایک صاحب میرے پاس آئے اور آ کر بڑے فخریہ انداز میں خوشی کے ساتھ کہنے لگے کہ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے ''احسان'' کا درجہ حاصل ہو گیا ہے ''احسان'' ایک بڑا درجہ ہے جس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر جیسے کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اس خیال کے ساتھ عبادت کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہے ہیں'' (صحیح بخاری)

اس کو درجہ احسان کہا جاتا ہے .... ان صاحب نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مجھے ''احسان'' کا درجہ حاصل ہو گیا ہے .... حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو مبارکباد دی کہ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے .... یہ تو بہت بڑی نعمت ہے البتہ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو یہ ''احسان'' کا درجہ صرف نماز میں حاصل ہوتا ہے اور جب بیوی بچوں کے ساتھ معاملات کرتے ہو اس وقت بھی حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟ یعنی بیوی بچوں کے ساتھ معاملات کرتے وقت بھی آپ کو یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں؟ یا یہ خیال اس وقت نہیں آتا؟ وہ صاحب جواب میں فرمانے لگے کہ حدیث

میں تو صرف عبادت کے متعلق آیا ہے.... ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ''احسان'' کا تعلق صرف نماز سے ہے.... دوسری چیزوں کے ساتھ ''احسان'' کا کوئی تعلق نہیں.... حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسی لیے آپ سے یہ سوال کیا تھا.... اس لیے کہ آج کل عام طور پر غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ ''احسان'' صرف نماز ہی میں مطلوب ہے یا ذکر و تلاوت ہی میں مطلوب ہے حالانکہ احسان ہر وقت مطلوب ہے.... زندگی کے ہر مرحلے اور ہر شعبے میں مطلوب ہے.... دکان پر بیٹھ کر تجارت کر رہے ہو وہاں پر ''احسان'' مطلوب ہے یعنی دل میں یہ استحضار ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں اب اپنے ماتحتوں کے ساتھ معاملات کر رہے ہو' اس وقت بھی ''احسان'' مطلوب ہے.... جب بیوی بچوں اور دوست احباب اور پڑوسیوں سے معاملات کر رہے ہو اس وقت بھی یہ استحضار ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ حقیقت میں ''احسان'' کا مرتبہ یہ ہے.... صرف نماز تک محدود نہیں ہے۔ (ارشادات اکابر)

معمولی خدمت پر مغفرت کا واقعہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں

میں نے اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہ سے یہ واقعہ سنا کہ:

''ایک بزرگ جو بہت بڑے محدث بھی تھے.... جنہوں نے ساری عمر حدیث کی خدمت میں گزاری.... جب ان کا انتقال ہو گیا تو کسی شخص نے خواب میں ان کی زیارت کی.... اور ان سے پوچھا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ نے کیسا معاملہ فرمایا؟ جواب میں انہوںؒ نے فرمایا کہ بڑا عجیب معاملہ ہوا وہ یہ کہ ہم نے تو ساری عمر علم کی خدمت میں اور حدیث کی خدمت میں گزاری.... اور درس و تدریس اور تصنیف اور وعظ و خطابت میں گزاری تو ہمارا خیال یہ تھا کہ ان اعمال پر اجر ملے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے کچھ اور ہی معاملہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ ہمیں تمہارا ایک عمل بہت پسند آیا۔ وہ یہ کہ ایک دن تم حدیث شریف لکھ رہے تھے جب تم نے اپنا قلم دوات میں ڈبو کر نکالا تو اس وقت ایک پیاسی مکھی آ کر اس قلم کی نوک پر بیٹھ گئی اور سیاہی چوسنے لگی۔ تمہیں اس مکھی پر ترس آ گیا' تم نے

سوچا کہ یہ مکھی اللہ کی مخلوق ہے اور پیاسی ہے۔ یہ سیاہی پی لے تو پھر میں قلم سے کام کروں.... چنانچہ اتنی دیر کے لیے تم نے اپنا قلم روک لیا اور اس وقت تک قلم سے کچھ نہیں لکھا جب تک وہ مکھی اس قلم پر بیٹھ کر سیاہی چوستی رہی.... یہ عمل تم نے خالص میری رضامندی کی خاطر کیا اس لیے اس عمل کی بدولت ہم نے تمہاری مغفرت فرمادی اور جنت الفردوس عطا کر دی۔"

دیکھیے! ہم تو یہ سوچ کر بیٹھے ہیں کہ وعظ کرنا.... فتویٰ دینا.... تہجد پڑھنا۔ تصنیف کرنا وغیرہ یہ بڑے بڑے اعمال ہیں۔ لیکن وہاں ایک پیاسی مکھی کو سیاہی پلانے کا عمل قبول کیا جارہا ہے اور دوسرے بڑے بڑے اعمال کا کوئی تذکرہ نہیں۔

حالانکہ اگر غور کیا جائے تو جتنی دیر قلم روک کر رکھا۔ اگر اس وقت قلم نہ روکتے تو حدیث شریف ہی کا کوئی لفظ لکھتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کی بدولت اللہ نے مغفرت فرمادی.... اگر وہ اس عمل کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دیتے تو یہ فضیلت حاصل نہ ہوتی۔

لہٰذا کچھ پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کونسا عمل مقبول ہو جائے وہاں قیمت عمل کے حجم سائز اور گنتی کی نہیں ہے بلکہ وہاں عمل کے وزن کی قیمت ہے اور یہ وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے اگر آپ نے بہت سے اعمال کیے۔ لیکن ان میں اخلاص نہیں تھا تو گنتی کے اعتبار سے تو وہ اعمال زیادہ تھے۔ لیکن فائدہ کچھ نہیں۔ دوسری طرف اگر عمل چھوٹا سا ہو۔ لیکن اس میں اخلاص ہو تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا بن جاتا ہے۔ لہٰذا جس وقت دل میں کسی نیکی کا ارادہ پیدا ہو رہا ہے تو اس وقت دل میں اخلاص بھی موجود ہے۔ اگر اس وقت وہ عمل کرلو گے تو امید ہے کہ وہ ان شاء اللہ مقبول ہو جائے گا۔ (اصلاحی خطبات جلد ۶ ص ۲۳۷)

گھر والوں سے حُسنِ سلوک

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی صاحب قدس سرہ نے "ادائے حقوق" کا جیسا اہتمام کر کے دکھایا.... وہ اپنی مثال آپ ہی ہے.... اس بات کو شاید کوئی مبالغہ سمجھے.... لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضرت والا نے تمام عمر کبھی اپنی اہلیہ محترمہ سے نہ صرف یہ کہ کبھی لہجہ

بدل کر بات نہیں کی.... بلکہ کبھی یہ بھی نہیں فرمایا کہ "فلاں کام کر دو" وہ خود اپنی خوشی سے حضرت کی خدمت فرماتی تھیں.... لیکن حضرت نے کبھی ان سے پانی پلانے کے لیے بھی نہیں کہا' یہ بات خود حضرت نے بھی ہماری تربیت کی خاطر ارشاد فرمائی تھی اور حضرت کی اہلیہ محترمہ نے احقر کی بیوی سے بھی اس کا کئی بار ذکر فرمایا۔

اندازہ فرمائیے کہ تقریباً ساٹھ سالہ رفاقت ہے اور رفاقت بھی وہ ازدواجی رفاقت جس میں سرد و گرم حالات دنیا میں سب سے زیادہ پیش آتے ہیں۔ ناگوار امور بھی خواہی نخواہی سامنے آتے رہتے ہیں.... لیکن اس طویل مدت میں غصہ کے اظہار کے تو کیا معنی کبھی بدلے ہوئے لہجے سے بھی خطاب نہیں فرمایا.... پھر عموماً شوہر اپنا حق سمجھتے ہیں کہ بیوی سے اپنا کام لیں.... لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر کبھی کوئی چیز اٹھانے یا رکھنے تک میں ازخود انہیں کوئی کام کرنے کے لیے نہیں فرمایا.... اللہ اکبر! لوگ ہوا میں اڑنے اور پانی پر چلنے کو کرامت سمجھتے ہیں.... لیکن اس جیتی جاگتی زندگی میں اس سے بڑی کرامت کیا ہوگی؟ یہ کام صرف وہ شخص انجام دے سکتا ہے جس نے اپنی ذات کو بالکل فنا کر کے اسے شریعت و سنت پر قربان کر دیا ہو.... حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِنِسَائِيْ"

"تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہوں اور میں اپنی عورتوں کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں۔" اس سنت عظیمہ پر عمل کا یہ انداز جو حضرت والا نے اختیار فرمایا وہ آپ سے پہلے نہ کبھی دیکھا نہ سنا اور اگر خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی اہلیہ محترمہ سے براہ راست یہ بات نہ سنی ہوتی تو اس دور میں اس کا تصور بھی مشکل تھا۔ (ارشادات اکابر)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ کی کمال تواضع و خدمت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ جو میرے والد ماجد کے استاد دار العلوم دیوبند کے مفتی اعظم تھے۔ ان کا واقعہ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا کہ آپ کے گھر کے آس پاس کچھ

بیواؤں کے مکانات تھے آپ کا روز کا معمول تھا کہ آپ جب اپنے گھر سے دارالعلوم دیوبند جانے کے لیے نکلتے تو پہلے ان بیواؤں کے مکانات پر جاتے اور ان سے پوچھتے کہ بی بی بازار سے کچھ سودا سلف منگوانا ہے تو بتادو۔ میں لادوں گا اب وہ بیوہ ان سے کہتی کہ ہاں بھائی بازار سے اتنا دھنیا پیاز اتنے آلو وغیرہ لادو۔ اس طرح دوسری کے پاس پھر تیسری کے پاس جاکر معلوم کرتے اور پھر بازار جاکر سودا لاکر ان کو پہنچادیتے۔ بعض اوقات یہ ہوتا کہ جب سودا لاکر دیتے تو کوئی بی بی کہتی۔ مولوی صاحب! آپ غلط سودا لے آئے۔ میں نے تو فلاں چیز کہی تھی۔ آپ فلاں چیز لے آئے' میں نے اتنی منگوائی تھی۔ آپ اتنی لے آئے۔ آپ فرماتے بی بی! کوئی بات نہیں۔ میں دوبارہ بازار سے لادیتا ہوں۔ چنانچہ دوبارہ بازار جاکر سودا لاکر ان کو دیتے۔ اس کے بعد فتاویٰ لکھنے کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے جاتے۔ میرے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ شخص جو بیواؤں کا سودا سلف لینے کے لیے بازار میں پھر رہا ہے یہ ''مفتی اعظم ہند'' ہے۔ کوئی شخص دیکھ کر یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ علم وفضل کا پہاڑ ہے۔ لیکن اس تواضع کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ان کے فتاویٰ پر مشتمل بارہ جلدیں چھپ چکی ہیں اور ابھی تک اس پر کام جاری ہے اور ساری دنیا ان سے فیض اُٹھا رہی ہے وہی بات ہے کہ:

؎ پھوٹ نکلی تیرے پیراہن سے بو تیری

وہ خوشبو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی۔ آپ کا انتقال بھی اس حالت میں ہوا کہ آپ کے ہاتھ میں ایک فتویٰ تھا اور فتویٰ لکھتے لکھتے آپ کی روح قبض ہوگئی۔ (ارشادات اکابر)

مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کی مخلصانہ خدمات

جناب ظفر اللہ بیگ صاحب لیکچرار جامعہ اسلامیہ، اسلام آباد نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت مجاہد ملتؒ نے ان کے گاؤں پیرو (ضلع جھنگ) میں ایک جلسہ سے خطاب کرنے تشریف لانا تھا۔ ان کے والد مولانا احمد یار صاحب (فاضل دیوبند) نے ملازم کو گھوڑی دے کر بھیجا کہ آپ کو ریلوے اسٹیشن سے لے کر آئے۔ ملازم نے ریل گاڑی کی ایک ایک سواری کو بغور دیکھا اس کا اندازہ تھا کہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ امیر مجلس تحفظ ختم

نبوت رواجی قسم کے امیر ہوں گے۔ عالمانہ قیمتی لباس، محبوبانہ وضع قطع، خطیبانہ چال ڈھال، بھاری بھر کم شخصیت جن کے ساتھ ایک ملازم نما طالب علم ہوگا جوان کا بریف کیس اٹھائے آتا ہوگا، خوبصورت رنگدار قیمتی عینک انہوں نے لگا رکھی ہوگی، ان کے جسم سے تازہ تازہ چھڑکے ہوئے پاؤڈر کی خوشبو آرہی ہوگی جو انہوں نے گاڑی سے اترنے سے ذرا پہلے گاڑی کے حمام میں جا کر چھڑکا ہوگا اور وہ دور ہی سے گھوڑی والے ملازم پر برسنا شروع کر دیں گے کہ انہیں اس تک پہنچنے میں زحمت اٹھانا پڑی۔ وہ خود انہیں لینے اندر اسٹیشن تک کیوں نہیں آیا۔ سواری والے ملازم کو جب کوئی ایسی مافوق البشر شخصیت نظر نہ آئی تو وہ پریشان کھڑا رہا۔ مولاناؒ نے علامات سے پہچان لیا کہ وہ لینے تو انہیں ہی آیا ہے مگر اس سے یہ کہا جائے کہ آپؒ ہی مولانا محمد علی جالندھریؒ ہیں تو وہ مانے گا نہیں اگرچہ آپ اس پر سچی قسم بھی کھائیں، کیونکہ کئی روز کے مسلسل تبلیغی سفر کی بدولت آپؒ کے پاس ایک ہی کپڑوں کا جوڑا تھا جو میلا ہو چکا تھا بلکہ کُرتہ تو پھٹ کر بوسیدہ ہو چکا تھا۔

آپ رحمہ اللہ اس کے قریب گئے سلام کیا اور فرمایا: ''بھائی تم کہاں سے آئے ہو، کسے لینے آئے ہو؟'' اس نے کہا ''مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کو لینے آیا ہوں۔ انہوں نے ہمارے گاؤں پیرو میں تقریر کرنی ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے کہا ''دیکھو مولانا تو آئے نہیں ،تم مجھے لے چلو، تمہیں ثواب ملے گا، میں نے بھی تقریر سننے تمہارے گاؤں جانا ہے۔'' وہ کبھی آپؒ کے من موہنے چہرہ کو دیکھتا کبھی آپ رحمہ اللہ کی فقیرانہ وضع قطع کو۔

آخر کار وہ آمادہ ہو گیا۔ مگر خود زین والے حصہ پر اور آپ کو پیچھے گھوڑی کی ننگی پیٹھ پر بٹھا لیا۔ جب گاؤں پہنچے تو واقفین حال اسے مارنے تک آئے ''ظالم تم نے مولانا کو پیچھے یوں بٹھایا ہوا ہے؟'' اب تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی مگر اسے اعتبار نہیں آتا تھا اور وہ بار بار کہہ رہا تھا ''مجھے تو آپ نے مولانا محمد علی جالندھریؒ کو لانے بھیجا تھا بھلا مولانا ایسے۔ آپؒ نے فرمایا ''بھائی اس کا قصور نہیں۔ قصور تو میرا ہی ہے۔ میں نے اسے اپنا نام ہی نہیں بتایا تھا، یہ تو اس کا احسان ہے جو مجھے اجنبی سمجھ کر بھی اپنے ساتھ لایا۔'' (ماہنامہ محاسن اسلام)

میاں اصغر حسین رحمہ اللہ کی کمال احتیاط

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ جو کہ دیوبند کے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ جس دن جلدی مدرسہ سے گھر جاتے تو مکمل راستہ جوتا پہن کر ہی جاتے تھے لیکن جب کبھی تاخیر سے رات ہو جاتی تو چلتے چلتے راستہ میں ایک جگہ جوتے اتار کر ہاتھ میں لے لیتے اور تھوڑا سا آگے جا کر پھر جوتا پہن لیتے جب دیگر احباب کو حضرت کے اس عمل کا علم ہوا تو انہوں نے اس طرح جوتا اتارنے کی وجہ پوچھی مگر حضرت نے پہلے تو ٹالنے کی کوشش کی مگر جب اصرار کیا گیا تو فرمایا کہ اصل میں اس جگہ ایک طوائفہ کا گھر ہے اور جب رات کو مجھے تاخیر ہو جاتی ہے تو میں جوتا ہاتھ میں اس لئے پکڑتا ہوں کہ اگر میں جوتے پہن کر گزروں گا تو اس سے آواز پیدا ہوگی اور وہ عورت سمجھے گی کہ شاید گاہک آ رہا ہے مگر جب میں گزر جاؤں گا تو اس کی دل شکنی ہوگی اور جب میں جلدی جاتا ہوں تو اس وقت یہ احتمال نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت لوگوں کی چہل پہل ہوتی ہے۔ اس لئے دل شکنی کا احتمال نہیں ہے تو میں جوتا بھی نہیں اتارتا۔ (محاسن اسلام)

مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ کی استقامت

استاذ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ جنہوں نے پینتالیس برس تک دارالعلوم دیوبند میں تعلیم دی، ان کی بیوی فوت ہوگئی، عصر کے وقت دفن کر آئے، مولانا مغرب کے بعد شمائل شریف کا درس دیتے تھے، کتاب بغل میں لی اور درس گاہ میں پہنچ گئے، لوگوں نے کافی کہا سنا حتیٰ کہ منت خوشامد بھی کی، مگر آپ نے فرمایا میں تو اپنی ڈیوٹی ادا کروں گا حدیث کی تعلیم سے بڑھ کر کون سا کام ہو سکتا ہے۔ (خدمت خلق ایک عظیم عبادت)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا کمال حلم

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ مفسر قرآن کے صاحبزادے مولوی حبیب اللہ صاحب دورۂ حدیث میں شریک تھے۔ کسی گستاخ نے ایک رقعہ بھیجا۔ حضرت

رحمۃ اللہ علیہ اس وقت تو خاموش رہے لیکن دوسری نشست میں جواب دیتے ہوئے نہایت نرمی اور شائستگی سے فرمایا کہ مجھے کسی دوست نے رقعہ لکھا ہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے!

یہ سن کر درسگاہ میں ہیجان برپا ہوگیا، ہر طالب علم مجسمۂ غیض وغضب بنا ہوا تھا مگر آپ نے اسی سکون بھرے انداز میں فرمایا: خبردار! کسی کو غضبناک ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرا حق ہے کہ میں سوال کرنے والے کی تسلی کرادوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں ضلع فیض آباد قصبہ ٹانڈہ محلہ اللہ داد پور کا رہنے والا ہوں۔ اس وقت بھی میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں۔ خط بھیج کر یا وہاں جا کر سمجھ لیا جائے! العظمۃ للہ بردباری کی بھی انتہا ہوگئی اس واقعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی پوری تشریح ہو جاتی ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان اور بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے اور اپنے نفس کو مغلوب کردے۔ (جناب عبدالرحمٰن صاحب پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

اساتذہ کی خدمت واحترام

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کے خلیفہ حضرت حاجی فاروق صاحبؒ کی زبانی یہ واقعہ معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح الامتؒ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے تو آپؒ کو اپنے استاد حضرت مدنیؒ کے تبرکات کی زیارت کرائی گئی فرط محبت، غایت ادب اور فنائیت سے لبریز منظر وہاں موجود لوگوں نے دیکھا کہ حضرت مدنیؒ کی نعلین (جوتوں) کو حضرت مسیح الامتؒ نے اپنے کپڑوں سے اندر لے جا کر دل کے ساتھ کافی دیر تک لگائے رکھا۔ اللہ اللہ کیا شان تھی ہمارے اکابر کی۔ واقعی اکابر نے پہلے لوگوں کی یاد تازہ کردی۔ بے اختیار یہ کہنے کو جی چاہتا ہے:

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم

(شیخ الاسلام مولانا حسین رحمہ اللہ کے چند واقعات)

مولانا عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ کی خدمت استاذ

دارالعلوم کبیر والہ کے بانی حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ جب دیوبند میں استاد تھے ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک طالب علم قضائے حاجت کے لئے بیٹھا تھا لیکن انجانے میں اس کا

منہ کسی استاد صاحب کے گھر کی طرف تھا۔ موصوف سے نہ رہا گیا۔ اگلے دن جو سبق میں آئے تو ساری تقریر اسی موضوع پر فرمائی کہ آج اساتذہ کا ادب دلوں سے اٹھ گیا ہے۔ اساتذہ کی قدر باقی نہیں رہی علم اٹھ گیا۔ آج میں نے ایک طالب علم کو استاد صاحب کے گھر کی طرف منہ کر کے پیشاب کرتے ہوئے دیکھا۔ غرض پوری تقریر اسی موضوع پر تھی۔ غور فرمائیے اساتذہ کے ادب و احترام میں ہمارے اکابرین کی دوررس نگاہ نے کہاں تک کام کیا اگرچہ شرعی لحاظ سے ایسا کرنا کوئی ناجائز نہیں اور پھر اس طالب علم کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ میرا رخ کسی استاد صاحب کے گھر کی طرف ہے لیکن حضرت موصوف نے اس کو بھی سخت بے ادبی پر محمول فرمایا۔ واقعی یہ اس دور کی بات ہے جس کے بارہ میں کہا گیا ہے۔ اذا الناس ناس والزمان زمان۔ جبکہ لوگ (مجسم شرافت وادب) لوگ تھے اور زمانہ بھی (خیر و برکت کا) زمانہ تھا۔ (ماہنامہ محاسن اسلام)

حضرت غلام رسول پونٹوی رحمہ اللہ کا ادب

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد تھے، ان کا نام تھا غلام رسول۔ شجاع آباد ملتان کی طرف ایک بڑا شہر ہے، وہاں سے آگے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ پونٹا، اس کا نام ہے، دیہات میں انہوں نے مدرسہ بنایا تھا اور ان کا مدرسہ روڈ سے تیس کلومیٹر کے اندر تھا اور فصلوں کے اندر سے سر پر بستر رکھ کر جانا پڑتا تھا۔ نہ تانگہ نہ ریڑھی کچھ بھی نہیں ملتا تھا، چل ہی نہیں سکتے تھے۔ طلبا تیس کلومیٹر بستر سر پر رکھ کر جاتے تھے اور جمعرات کو بھی آنا ہوتا تو تیس کلو میٹر پیدل چل کر واپس آتے تھے پھر سڑک ملتی تھی۔ اگلا سفر بعد میں اور اس دیہات میں جہاں ان کے پاس زندگی کی سہولیات بھی نہیں تھیں۔ تین سو طلبا پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

آپ اتنے بڑے نحوی تھے کہ خیر المدارس کا سالانہ جلسہ ہوا اور اس میں پورے پاکستان کے بڑے بڑے مشاہیر علماء تشریف لائے۔ مفتی اعظم پاکستان اور دوسرے حضرات، بڑے بڑے شیوخ الحدیث اور مفسرِ قرآن سب تشریف لائے۔ اس وقت حضرت مولانا خیر محمد جو حضرت تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے اور بہت بڑے عالم بھی تھے اور اس مدرسے کے

بانی بھی تھے، انہوں نے سٹیج پر کھڑے ہو کر حضرت غلام رسول پونٹوی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور اعلان فرمایا: شمس النحات غلام رسول پونٹوی دامت برکاتہم تشریف لائیں۔ اب جس کو پورے ملک کے علماء کے سامنے شمس النحات کہا جا رہا ہو وہ کتنے بڑے عالم ہوں گے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت عزتوں سے نوازا آخر آپ کو یہ علم کیسے ملا؟ (ان کی ایک کتاب شرح مائۃ عامل پونٹوی اکثر مدارس میں پڑھائی جاتی ہے)

فرمایا: مجھے اپنے استاد کے ادب کی وجہ سے ملا۔ حضرت! استاد کا ادب تو سارے بچے کرتے ہیں، فرمایا: نہیں میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے جب بخاری شریف پڑھتا تھا تو حضرت نے اپنے کمرے سے دار الحدیث میں چل کر آنا ہوتا تھا تو میں استاد کی محبت میں رات کو طلبا سے چھپ کر اس راستے کو صاف کیا کرتا تھا۔ کہ میرے شیخ الحدیث ہیں میں نے ان سے علم حاصل کرنا ہے۔ اور فرمایا کہ ایک دن جھاڑو نہیں تھا تو میں نے اپنے عمامہ کو اتارا اور پگڑی سے اس راستے کو صاف کیا۔ اللہ کی شان کہ اسی رات شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑکی سے جھانکا اور ان کی نظر پڑ گئی، انہوں نے بلالیا۔

غلام رسول! کیا کر رہے ہو؟ بات کھولنی پڑ گئی کہ حضرت! میں روز اس راستہ کو صاف کرتا ہوں۔ آپ تشریف لاتے ہیں، میں آپ سے علم حاصل کرتا ہوں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو بہت خوشی ہوئی تو حضرت نے دعا دی۔ قبولیت کا لمحہ، ایک لمحے میں اللہ تعالیٰ وہ درجے طے کروا دیتا ہے جو انسان سالوں کی محنت سے حاصل نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ نے وہ مقام دیا کہ طلبا کو فرمایا کرتے تھے اگر پوری دنیا میں سے شرح جامی کو ضبط کر لیا جائے، ختم کر دیا جائے، کہیں نہ ملے اور کوئی طالب علم میرے پاس آ کر کہے کہ حضرت شرح جامی کی ضرورت ہے۔ فرماتے تھے کہ اپنی قوت یادداشت سے اس کتاب کو میں دوبارہ لکھوا سکتا ہوں۔ (خطبات فقیر ج 26 ص 70)

حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ کا کمال اخلاص

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اشرفیہ بنایا۔ یہ پہلا جامعہ تھا

لاہور میں جو قرآن وحدیث کی تعلیم کے لئے اتنا بڑا جامعہ تھا۔ یہ ابتداء میں ایک چھوٹی سی جگہ تھی، چھوٹی مسجد تھی۔ حضرت نے کام شروع کر دیا۔ حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور میں ایک جامعہ میں پڑھاتے تھے۔ حضرت مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خط لکھا اور خط میں دو فقرے لکھے:

''حضرت! آپ نے اب تک امیروں کی بریانیاں تو کھائی ہیں ہم فقیروں کی دال روٹی بھی قبول کرلیں۔'' یہ خط وہاں پہنچا اور حضرت نے یہ خط پڑھا تو فوراً وہاں استعفیٰ لکھا، اپنا سامان سمیٹا اور کرائے کی گاڑی لے کر سامان سمیت نیلا گنبد پہنچے اور پہنچ کر فرمایا: حضرت! میں حاضر ہوں۔ دین کی خدمت کی نیت ہو تو پھر ایسی کیفیت ہوتی ہے۔ اللہ اکبر کبیرا۔

دیکھیں پھر اللہ نے ان سے کتنا کام لیا؟ معارف القرآن کی ایک تفسیر حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی اور دوسری تفسیر حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی۔ اللہ نے ان کو عجیب علم دیا تھا ان کے پاس بیٹھ کے پتہ چلتا تھا کہ علم کیا ہوتا ہے؟ تو بہر حال وہ تشریف لے آئے اور جامعہ اشرفیہ کے نام سے جامعہ بن گیا۔ (خطبات فقیر ج ۲۹ ص ۱۳۹)

مفتی محمد حسن رحمہ اللہ کا کمال اخلاص

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔

کچھ ایسے اساتذہ بھی جامعہ اشرفیہ میں تھے جن کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ سیاست کے ساتھ بھی دلچسپی تھی۔ ان میں سے ایک استاد ایسے بھی تھے جنہوں نے جامعہ اشرفیہ کے قریب ہی ایک اور جامعہ کی بنیاد رکھ دی۔ اس سے بہت سے اساتذہ بھی حیران تھے کہ ایک نئے جامعہ کی بنیاد رکھنے کی کوئی ضرورت تو نہیں تھی۔ اس سلسلے میں مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے نے اپنا ایک واقعہ مجھے سنایا فرمانے لگے: میں کسی کام کے لئے جا رہا تھا تو ایسے ہی میں نے اپنے والد صاحب سے کہا: ابا جی! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ ابا جی نے پوچھا: بیٹا! کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: امی نے کام بھیجا ہے۔ فرمایا: تم وہ کام کر کے آؤ پھر میں آج تمہیں اخلاص کا درس دوں گا۔

جب میں وہ کام کر کے واپس آیا تو بیٹھ گیا اور عرض کیا: ابا جی! اب بتائیں تو والد

صاحب نے مجھ سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے سر پر کسی چیز کا اتنا بوجھ ہو کہ تم سے اٹھایا نہ جا رہا ہو، حتی کہ گردن ٹوٹنے کے قریب محسوس ہو، تم انتہائی مشقت کے ساتھ وہ بوجھ لے کر جا رہے ہو، اور ایسے وقت میں کوئی دوسرا بندہ آ جائے اور یہ کہے کہ تم آدھا بوجھ مجھے دے دو، میں اپنی ذمہ داری سے منزل پر پہنچا دوں گا' تو اب بتاؤ کہ وہ تمہارا دوست ہوگا یا دشمن ہوگا؟ میں نے کہا: حضرت! وہ دوست ہوگا۔ تو ابا جی نے فرمایا: دیکھو بیٹا! یہ اتنا بڑا شہر ہے اور اس میں یہ ایک دار العلوم تھا اور اتنے بڑے شہر کی مسئولیت کا بوجھ صرف ہمارے سر پر تھا، اب ایک دوسرا مدرسہ بن گیا ہے، جس کی وجہ سے ہمارا بوجھ تقسیم ہو گیا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ان بوجھ تقسیم کرنے والوں کو دوست سمجھیں یا دشمن؟ سبحان اللہ! کتنے بڑے مسئلے کو کتنے پیار سے حل کر دیا! سچی بات یہی ہے کہ دین کا کام جہاں بھی ہو رہا ہے اور جس کسی کے ذریعے ہو رہا ہے، وہی بہتر ہے۔ (خطبات فقیر ج 29 ص 139)

امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا عشق قرآن

حضرت حافظ پیر ذو الفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیان کا ایک عجیب فیض عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ ان کا بیان سننے کے لئے مسلمان، ہندو سب اکٹھے آتے تھے۔ اور انہوں نے دین کا خوب کام کیا لیکن ان کا قرآن مجید کے ساتھ عجیب تعلق تھا۔ قرآن ایسا پڑھتے تھے کہ فرمایا کرتے تھے ''لوگو! تم سید کے بیٹے کا قرآن نہیں سن سکتے''۔

ایک مرتبہ علی گڑھ کے اندر کسی نے ان کی تقریر رکھوا دی اور علی گڑھ والے ذہنی طور پر ان کے مخالف تھے۔ چنانچہ حضرت وہاں تشریف لے گئے، لوگوں نے منصوبہ یہ بنایا کہ جب ان کو سٹیج پہ بلایا جائے گا، اس وقت سب طلباء انکار کر دیں گے کہ ہم اس کی بات نہیں سننا چاہتے۔ لہٰذا ان کو پریشان ہو کر، ذلیل ہو کر واپس جانا پڑے گا۔ حضرت کو تو معلوم نہیں تھا۔ حضرت وہاں گئے۔ چنانچہ ان کو تقریر کے لئے بلایا گیا۔ طلباء کھڑے ہو گئے کہنے لگے ہم نے اس بندے کی تقریر نہیں سننی۔ ہم نہیں سننا چاہتے۔ انتہائی بدتمیزی کا طوفان کھڑا کر دیا حضرت پہلے تو خاموش رہے پھر فرمایا:

میں اتنے میلوں کا سفر کر کے یہاں آیا ہوں میرے عزیز بچو! اگر آپ مجھے اجازت دو تو میں آپ کو قرآن مجید کا ایک رکوع سنا کے چلا جاؤں۔ اب اس وقت طلباء کے دو گروہ ہو گئے۔ کچھ کہنے لگے ہم نے قرآن بھی نہیں سننا اور کچھ کہنے لگے قرآن سننے میں کیا رکاوٹ ہے کیوں نہیں سننا تم نے؟ لوجی! آدھے بچے جب فیور (حمایت) میں ہو گئے تو وہ غالب آ گئے۔ انہوں نے کہا قرآن مجید کیوں نہیں سننا؟ حضرت! سنائیں قرآن۔ چنانچہ حضرت کو قرآن سنانے کے لئے کہا گیا۔ امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے جب قرآن پڑھنا شروع کیا۔ ایسا سوز کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے کہ جب قرآن مجید کا رکوع مکمل کیا تو پورا کا پورا مجمع ایک عجیب جذب کی حالت میں تھا۔ حضرت نے فرمایا: بچو! اگر اجازت دو تو میں اس رکوع کا ترجمہ بھی سنا دوں۔ تو بچوں نے خاموشی اختیار کی، حضرت نے علی گڑھ میں دو گھنٹے کی تقریر فرمائی اور پھر واپس آئے۔ کئی مرتبہ آپ تلاوت کرتے تھے اور ہندو آپ کا قرآن سن کر اسلام قبول کر لیا کرتے تھے۔ (خطبات فقیر ج29 ص183)

امیر شریعت رحمہ اللہ کی پر تاثیر تلاوت

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علاقہ چکوال کے ایک آدمی نے بتایا۔ کہنے لگا کہ ایک رات امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ میرے ہاں مہمان ٹھہرے۔ سردیوں کی رات تھی میں نے کہا حضرت چلو آرام کر لیں۔ صبح ان سے ملاقات ہو گی۔ میں نے اٹھ کر تہجد پڑھی اور سوچا کہ میں اٹھ کر جا کر دیکھوں تو سہی آرام کر رہے ہیں کوئی ضرورت تو نہیں؟ میں جب کمرے میں گیا تو حضرت کمرے میں موجود نہیں تھے۔ میں نے کہا میرے مہمان کہاں گئے؟ میں باہر نکلا۔ باہر کچھ اندھیرا تھا کچھ ہلکی ہلکی روشنی ہونے لگ گئی تھی۔ کہنے لگے مجھے دور سے کسی کے قرآن مجید پڑھنے کی آواز آئی۔ کہنے لگے کہ میں آہستہ قدموں پہ چلتا چلتا وہاں گیا۔ جب میں وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ کھلے آسمان کے نیچے ایک چٹان کے اوپر شاہ صاحب بیٹھے ہوئے آنکھیں بند کر کے اللہ کا قرآن پڑھ رہے تھے اور وہ کہتا ہے میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں ایک سانپ حضرت کے سامنے قرآن سن رہا تھا اور جھوم رہا تھا۔ حضرت نے جب تلاوت مکمل کی سانپ اپنی طرف چلا گیا، حضرت اٹھ کے مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے واپس تشریف لے

آئے۔دنیا میں جس کو عزت ملی کس سے ملی؟ اللہ کے قرآن کی وجہ سے ملی اس لئے کہ

ان اللہ یرفع بھٰذا القرآن اقواما

''اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے قوموں کو بلندی عطا فرما دیتے ہیں''۔

(خطبات فقیر ج29 ص184)

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عشق قرآن

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

ہمارے حضرت پیر غلام حبیب رحمۃ اللہ علیہ مرشد عالم کہلائے جاتے تھے۔یہ مرشد عالم کیسے بنے؟ قرآن کی محبت کی وجہ سے۔اتنا عشق تھا ان کو قرآن سے کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت تھکے ہوئے آتے تھے اور قرآن سن کر بالکل فریش ہو جاتے۔فرماتے تھے کہ قرآن سننے سے میری تھکن دور ہو جاتی ہے۔ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

ایک دفعہ مری میں حضرت کے ساتھ رمضان المبارک میں کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا۔رمضان کا مہینہ تھا اور وہ ایک ایسی رات تھی کہ وہاں مسجد والوں نے پورے ملک سے قراء کو بلایا ہوا تھا۔اور انہوں نے اپنا قرآن سنانا تھا۔وہ امام صاحب بتانے لگے کہ اس مصلے پر چھتیس سال سے ہم یہ رات گزارتے ہیں اور چھتیس سال میں ایک بھی قاری کو کبھی لقمہ دینے کی بھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ایسے قاریوں کو بلاتے تھے کہ جن کو قرآن مجید اس طرح یاد ہوتا تھا۔جس طرح کہ لوگوں کو سورۃ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔ایسے لوگ آتے تھے۔حضرت بھی وہیں تھے اور حضرت کو شوگر کی بیماری تھی عمر نوے سال کے قریب تھی حضرت نے مغرب کے بعد افطاری کی، وضو فرمایا اور وضو کر کے مسجد میں تشریف لے آئے۔عشاء کی نماز ہوئی، تراویح شروع ہو گئی تراویح مکمل ہونے کے بعد قراء کی اپنی تراویح کچھ رہتی تھیں، دو دو رکعت کر کے چھوڑی ہوئی تھیں۔انہوں نے تراویح کی نیت کرنی تھی اور پیچھے والوں نے نفل کی نیت کرنی تھی۔چنانچہ انہوں نے قرآن سنانا شروع کر دیا۔میں نے پوچھا کہ حضرت! آپ وضو وغیرہ تازہ کرنے کے لئے کمرے میں جائیں گے

مغرب کا وضو اور اب تراویح وغیرہ بھی ہوگئی۔ حضرت نے فرمایا نہیں قرآن سنوں گا۔

حضرت نے نیت باندھ لی۔ ساری رات قرآن مجید سنتے رہے۔ حتیٰ کہ سحری سے ایک گھنٹہ پہلے مسجد والوں نے سحری کا انتظام وہیں پر کیا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت نے سحری بھی وہیں کی۔ اب جب سحری کر لی، اذان ہوگئی تو نماز میں تھوڑا وقفہ تھا۔ میں پھر قریب ہوا اور پوچھا کہ حضرت آپ کمرے میں تشریف لے جائیں گے وضو تازہ کرنا ہوگا؟

سحری کے بعد تو اچھے بھلے بندے کو بھی واش روم استعمال کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جب میں نے کہا کہ حضرت وضو کرنا ہے؟ تو فرمایا کہ میرا وضو کوئی کچا دھاگا ہے! حضرت نے آگے سے یہ الفاظ کہے۔ میں خاموش ہو گیا۔ شوگر کے مریض ہیں تقریباً نوے سال کی عمر ہے اور مغرب کا وضو کیا ہوا اور فرماتے ہیں کہ میرا وضو کوئی کچا دھاگا ہے۔ حضرت نے فجر کی نماز پڑھی اور فجر کی نماز پڑھنے کے بعد درس قرآن میں بیٹھ گئے۔ یا اللہ! حضرت نے ایک گھنٹے کا درس قرآن دیا، اس کے بعد اشراق کی نماز پڑھی اور اشراق پڑھنے کے بعد آئے اور آ کر نیا وضو کیا۔ لوگ امام اعظم پہ باتیں کرتے تھے کہ وہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے۔ اللہ کے بندو! ہم نے مغرب کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھتے ہوئے ایک اللہ والے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ چنانچہ حضرت جب گفتگو فرماتے تھے تو عام گفتگو میں قرآن مجید کی آیتیں بیان کرتے تھے۔ حضرت کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ابا جی پورے دن کی گفتگو میں جتنی آیتیں پڑھتے تھے اگر میں ان کو اکٹھا کروں تو میرے اندازے میں تین سے چار پارے قرآن مجید کی تلاوت مکمل ہو جاتی ہے۔ اس عشق قرآن کا اللہ نے ان کو کیا اجر دیا کہ آج پوری دنیا میں ہمارے حضرت کا فیض پھیلا ہوا ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھئے کہ جس کو بھی اللہ نے اٹھایا اگر آپ دیکھیں تو وہ بندہ یا اس کے پیچھے کوئی عاشق قرآن ہوگا۔ جس کی دعاؤں نے اس کو اٹھا کے، عزتوں کے تاج پہنائے ہوئے ہوں گے۔

اللہ رب العزت ہمیں قرآن مجید کے ساتھ سچی پکی محبت نصیب فرمائے۔ ہماری زندگی کا کوئی دن قرآن مجید کی تلاوت کے بغیر نہ گزرے۔ (خطبات فقیر ج 29 ص 185)

اللہ تعالیٰ کی نصرت کا عجیب واقعہ

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں۔

اس عاجز کے سسر محترم حضرت امام العلماء والصلحاء خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے پارٹیشن سے پہلے دہلی کے قریب ایک جگہ تھی، آج کل اس کا نام غازی آباد ہے، وہاں مدرسہ بنایا تھا۔ قرآن مجید کی کلاسیں ہوتی تھیں، تین چار سو طلباء وہاں پڑھتے تھے جب پارٹیشن ہونے لگی تو اساتذہ نے کہا کہ حضرت! مدرسہ بند کردیں۔

حضرت نے فرمایا کہ بھئی: اللہ کا قرآن پڑھنا کیسے بند کروادوں پڑھنے دو۔ اب مدرسہ کے اندر تین چار سو طلبا تھے اور قریب ہی سکھوں کی آبادی تھی۔ ایک دن مدرسے کے استاد باہر نکلے تو ان کو، وہاں کا ایک سکھ ملا، اس نے کہا: میاں جی! بات کرنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بتاؤ!! اس نے کہا: کیا تم لوگوں نے فوج منگوائی ہے؟

اس نے کہا: ہاں، کیوں؟ اس نے کہا کہ یہ جو قریب کی بستیوں والے سکھ ہیں نا تین مرتبہ انہوں نے مشورہ کیا کہ پائیں تلواریں، خنجر لے کر نکلیں اور ہم ان مسلمانوں کے بچوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیں لیکن عجیب بات ہے کہ جب وہ جاتے تھے تو مدرسے کے باہر پولیس نظر آتی تھی، فوج نظر آتی تھی۔ تو تم نے فوج منگوائی ہے؟

تو انہوں نے اس کو جو جواب دینا تھا دے دیا۔ جب واپس آئے تو انہوں نے یہ بات خواجہ صاحب کو بتائی کہ حضرت وہ سکھ یہ بات کر رہا ہے۔

حضرت کتاب ''تجلیات'' میں لکھتے ہیں کہ یہ اللہ کے حفاظت کرنے والے فرشتے تھے جو ان کو اس شکل میں نظر آئے۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ میرے مدرسے کے اندر گناہ نہیں تھا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مدرسے میں بڑے چھوٹے بچوں کو آپس میں مکس نہیں ہونے دیتے تھے، تربیت کرتے تھے، طلباء نیکی والے تھے، قرآن پڑھنے والے تھے۔

یہ گناہوں سے بچنے کی وجہ تھی کہ اللہ نے ان کی حفاظت فرمادی۔ تو اللہ اولیاء کی جان کی حفاظت فرماتے ہیں۔ (خطبات فقیر ج 33 ص 188)

حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا انداز نصیحت

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میں ایک دفعہ سفر میں ایک اپ ٹو ڈیٹ قسم کے آدمی سے ملا اس قدر نیاز مندی سے پیش آئے اور اتنی خدمت کی کہ میرے دل میں قدر ہوئی وہ تھے اصل میں منکرِ حدیث ان کا مقصد یہ تھا کہ مجھے انکارِ حدیث (کی بحث وتمحیص) کے اوپر لائیں۔ اس لئے خدمت کو انہوں نے پیش خیمہ بنایا اخیر میں انہوں نے اپنا مقصد ظاہر کیا احادیث پر کچھ اعتراضات کرنے شروع کئے کہ وہ قابل اعتبار نہیں۔ ایک تاریخ کا درجہ رکھتی ہیں۔“ میں نے کہا آپ کسی چیز کو مانتے بھی ہیں؟

کہنے لگے قرآن میں نے کہا: قرآن کا قرآن ہونا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

کیا آپ پر وحی آ گئی تھی کہ یہ قرآن ہے کیسے پتہ چلا؟

کہنے لگے اللہ کے رسول کے ارشادات سے میں نے کہا وہ ارشاد ہی تو حدیث ہے تو قرآن کا قرآن ہونا تو حدیث پر موقوف ہے۔ حدیث کا آپ انکار کر دیں گے تو کون سی شرط ہے قرآن کے قرآن ہونے کی؟ کیسے آپ انکار کرتے ہیں؟

تو وہ چپ ہو گئے کہنے لگے کہ دل سے تو حدیث کا انکار واقعی مشکل ہے۔ باقی حدیثیں ایسی بھی ہیں کہ بعض قابل اعتبار نہیں تو میں نے کہا کہ جنس کو تو آپ نے مان لیا آپ مصر کیوں ہیں کہ حدیث کی قسمیں ہیں۔ میں نے کہا جہاں تک حدیث کی قسمیں ہیں محدثین نے خود ان کی صراحت کی ہے کہ ہر حدیث کا ایک درجہ نہیں ہے۔

جو حدیث متواتر ہے اور تواتر سے ثابت ہے وہ مورث یقین ہے اس کا انکار ایسا ہی ہے جیسے قرآن کا انکار قرآن کی ایک آیت کا آدمی انکار کر دے تو اسلام سے خارج ہو جاتا ہے حدیث متواتر کے انکار سے بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

دوسرے درجہ کی حدیث حدیث مشہورہ ہے وہ اگر مورثِ یقین نہیں تو ظن غالب کی مورث تو ہے ہی ظن غالب تو پیدا ہو گا اور ظن غالب پر ہزاروں احکام کا مدار ہے تو وہ بھی حجت ہو گی۔

تیسرا درجہ خبر واحد کا ہے وہ اگر ظن غالب نہیں تو مطلق ظن تو پیدا کرتی ہے اور ظن

سے انکار نہیں کیا جاسکتا بہت سے احکام ظن اور گمان پر مبنی ہیں کہ آدمی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ جیسے وضو میں پیروں کا دھونا ضروری ہے اور ذرا بھی خشک رہ جائے وضو نہیں ہوگا لیکن آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ایڑی دھل گئی ہے یا نہیں؟

آپ دیکھ ہی نہیں سکتے ظن غالب ہی تو ہوتا ہے کہ پیر دھل گیا اس ظن غالب پر شریعت بھی حکم دیتی ہے کہ ہاں دھل گیا۔ وضو ہو گیا تو بہت سے احکام کا مدار ظن پر بھی ہوتا ہے تو حدیث اگر ظن ہی پیدا کردے وہ بھی حجت کی شان رکھتی ہے آپ کا گمان جب فعل کے جائز ہونے پر حجت بن جاتا ہے تو حدیث اگر ظن ہی پیدا کرے تو وہ کیوں حجت نہیں بنے گی؟

تو میں نے کہا یہ تو خود محدثین نے تصریح کردی ہے کہ ہر حدیث ایک درجے کی نہیں ہے تو جنس حدیث کو آپ نے مان لیا۔ اقسام حدیث قابل اعتراض ہیں تو خود محدثین ہی تقسیم کرتے ہیں۔ اب آپ کو اعتراض کیا ہے؟

کہنے لگے اب تو کچھ اعتراض نہیں میں نے کہا اب حدیث کا انکار نہیں کروگے؟

کہنے لگے نہیں اب نہیں کروں گا تو لاہور آتے آتے انکا خیال درست ہو گیا"

(از خطبات حکیم الاسلام)

حکیم الاسلام رحمہ اللہ بحیثیت فاتح بمبئی

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں پہلی مرتبہ بمبئی گیا تو میرے خلاف مخالف مسلک والوں نے قدآدم پوسٹر لگائے اور عوام کو بتایا گیا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا مرید ہے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا خلیفہ مجاز ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ رحمہ اللہ کا مخصوص شاگرد ہے اور حضرت قاسم العلوم نانوتویؒ کا سگا پوتا ہے اس لیے اس میں ساری کفریہ نسبتیں جمع ہیں۔ ہمارے مسلک کے بھائیوں کو چاہیے کہ اس کی صورت بھی نہ دیکھیں ورنہ ایمان کے ختم ہو جانے کا خطرہ ہے۔

عجیب اتفاق یہ پوسٹر ہی اس جلسہ میں جس میں حکیم الاسلام کی تقریر ہونیوالی تھی لوگوں کی غیر معمولی حاضری کا سبب بن گیا' لوگوں نے کہا کہ دیکھنا تو چاہیے کہ آخر اتنے بڑے

''کافر'' کی صورت شکل کیسی ہوگی اور وہ کیا کیا کفریہ باتیں لوگوں کو تلقین کرے گا۔

لیکن خلاف توقع اس دن وعظ میں اتنا بڑا اجتماع ہوا کہ بمبئی کی تاریخ میں اتنا بڑا مجمع لوگ کہتے ہیں کہ دیکھنے میں نہیں آیا تھا' لوگوں کا محتاط اندازہ ہے کہ تیس چالیس ہزار انسانوں کا اجتماع تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارا بمبئی ٹوٹ پڑا ہے اس دن آپ کا وعظ تقریباً تین گھنٹے ہوا۔ مجمع پر سکوت طاری تھا آپ اپنے دستور کے مطابق مثبت انداز میں تقریر فرمار ہے تھے آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کے حوالے سے اکابر اولیاء اللہ کے واقعات اور اپنے اسلاف واکابر کی خدمات کا تذکرہ بڑے مؤثر انداز میں بیان فرمار ہے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سامعین نے غیر معمولی اثر لیا اور پورے بمبئی میں مشہور ہو گیا کہ اگر علماء دیوبند ایسے ہوتے ہیں پھر ان سے بہتر تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان محلوں سے تقریر کی دعوتیں آنا شروع ہوگئیں جو خاص مخالفین کے محلے کہلاتے تھے اور پھر انتیس دن تک مسلسل یومیہ آپ کی تقریریں بمبئی کے مختلف محلوں میں ہوتی رہیں جن میں عوام وخواص کی بہت بڑی تعداد حاضر ہوتی رہی۔ اسی کے پیش نظر ''فاتح بمبئی'' کا خطاب عطا فرمایا۔ (مجالس حکیم الاسلام)

مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کا اصلاح افروز واقعہ

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی عالم ربانی حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ ایک مدرسہ میں پڑھاتے تھے۔ تنخواہ بہت کم اور عیالداری زیادہ تھی آپ نے اپنے شیخ حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھا اور کسی دوسرے ادارہ میں جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت نے جواب میں یوں تنبیہ فرمائی ''دوسو روپے مولوی کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں جو کچھ مل رہا ہے اسی پر قناعت کر کے بیٹھیں رہیں۔ اللہ تعالیٰ وسعت عطا فرمائیں گے''۔ حضرت مفتی صاحب نے شیخ کی ہدایت پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے کھول دیئے۔ آخر میں نوابوں سے بھی بڑھ کر زندگی گزار رہے تھے۔ (محبت الٰہیہ)

مولانا لال حسین اختر کا ایمان افروز واقعہ

مولانا لال حسین اختر پہلے پکے قادیانی تھے بعد میں مسلمان ہو گئے۔ایک بار ان سے کسی نے پوچھا ''آپ مرزائیت سے کیسے تائب ہوئے؟''انہوں نے جواب دیا۔

ایک بار میں نے خواب دیکھا کہ ایک جگہ لوگ قطار میں کھڑے ہو رہے ہیں۔میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے بندوبست ہو رہا ہے یہ سن کر میں بھی قطار میں لگ گیا۔لوگ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے اور ہر آدمی کے سر کے اوپر ایک بلب روشن تھا۔میں نے اپنا سر اوپر کر کے دیکھا تو میرے سر کے اوپر بلب تو ہے مگر بجھا ہوا ہے۔ میں بہت افسردہ اور شرمندہ ہوا کہ سب کے سروں پر بلب روشن ہیں۔میں ہی بدقسمت ہوں کہ میرا بلب بجھا ہوا ہے۔اسی ندامت کے ساتھ میں آگے بڑھتا جا رہا تھا۔آخر میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچ گیا مگر بہت شرمندہ تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوپر دیکھو میں نے دیکھا تو میرا بلب بھی روشن تھا آنکھ کھلی تو یقین ہو گیا کہ اب تک میرے ایمان کا بلب بجھا ہوا تھا اب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ والتفات سے روشن ہو گیا۔لہٰذا مرزائیت سے توبہ کر کے از سر نو مسلمان ہوا۔(یادگار واقعات)

ختم نبوت کے لئے بیٹے کی قربانی

''آپ کا بیٹا بس آج شام تک کا مہمان ہے....اس کا کوئی علاج نہیں''....

ڈاکٹر کے یہ الفاظ سن کر مولانا رو پڑے....اپنے بیٹے کو گھر لے آئے....گھر میں کھڑے اپنے بیٹے کی تیمار داری کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی....مولانا دروازے پر گئے ....باہر ایک بوڑھے شخص کو کھڑے پایا....حضرتؒ نے سلام ودعا کے بعد پوچھا بابا جی! خیریت سے آئے ہو؟ وہ کہنے لگا خیریت سے کہاں آیا ہوں....ہمارے علاقے میں ایک قادیانی مبلغ آیا ہوا ہے وہ لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے....پوری امت گمراہ ہو رہی ہے اور آپ گھر میں کھڑے ہیں۔

مولانا نے جیسے ہی یہ بات سنی آپؒ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے.... بیوی سے فرمایا بی بی! میرا بیگ کہاں ہے؟ بیوی نے بیگ اٹھا کر دیا اور آپؒ بیگ ہاتھ میں پکڑے گھر سے روانہ ہونے لگے.... بیوی نے دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی.... مولانا! آخری لمحات میں اپنے نوجوان بیٹے کو اس حالت میں چھوڑ کر جا رہے ہو؟ مولانا نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں اور رو کر روانہ ہونے لگے تو جاں بلب بیٹے نے کہا ابا جان! میں آج کا مہمان ہوں چند لمحے تو انتظار کر لیجئے میری روح نکل رہی ہے مجھے اس حال میں چھوڑ کر جا رہے ہو؟

مولانا نے اپنے نوجوان بیٹے کو بوسہ دیا رونے لگے اور فرمایا...اے بیٹے! بات یہ ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی خاطر جا رہا ہوں کل قیامت کے دن حوض کوثر پر ہماری تمہاری ملاقات ہو جائے گی.... یہ فرمایا اور گھر سے روانہ ہو گئے....اڈے پر پہنچے ابھی بس میں بیٹھے ہی تھے کہ چند لوگ دوڑے آئے اور کہنے لگے کہ مولانا! آپ کا بیٹا فوت ہو چکا ہے....اس کا جنازہ پڑھاتے جایئے....مولانا نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں اور رو کر فرمانے لگے .... جنازہ پڑھانا فرض کفایہ ہے اور امت محمدیہ کو گمراہی سے بچانا فرض عین ہے....فرض عین چھوڑ کر فرض کفایہ کی طرف نہیں جا سکتا....

پھر وہاں سے روانہ ہو گئے اس علاقے میں پہنچے اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا کی وہ قادیانی مبلغ بھاگ گیا....مولانا تین دن کے بعد گھر واپس پہنچے.... بیوی قدموں میں گر گئی اور رو کر کہنے لگی....مولانا! جب آپ جا رہے تھے تو بیٹا آپ کی راہ تکتا رہا اور کہتا رہا جب ابا جان واپس آ جائیں تو انہیں میرا اسلام عرض کر دینا....مولانا نے جب یہ سنا تو فوراً اپنے بیٹے کی قبر پر گئے اور دعا مانگنے لگے اے اللہ! ختم نبوت کے وسیلے سے میرے بیٹے کی قبر کو جنت کا باغ بنا دے....مولانا دُعا مانگ کر گھر واپس آئے تو رات بیٹے کو خواب میں دیکھا.... بیٹے نے اپنے ابا سے ملاقات کی اور کہا کہ رب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم! ختم نبوت کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے میری قبر کو جنت کا باغ بنا دیا ہے.... ختم نبوت کے اس مجاہد کو دنیا مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کے نام سے جانتی ہے....(بشکریہ ماہنامہ تذکرہ دارالعلوم کبیر والا)

علامہ عثمانی رحمہ اللہ کا یادگار واقعہ

ملتان تشریف آوری کے دوران ایک جلسہ کے اختتام کے بعد جب علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ واپس ہونے لگے تو اچانک سامنے ایک شخص عبدالستار نامی آ گیا اور اس نے آپ کو دیرینہ وعدہ یاد دلایا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جب ملتان آؤں گا تو تمہارے پاس ضرور چائے نوش کروں گا آپ کے چند ہمراہیوں نے انہیں یہ دعوت ٹالنے کے لئے کہا کیونکہ وہ بیچارہ ایک مسکین سا آدمی تھا جسے کوئی خاطر میں نہ لا رہا تھا.... حضرت نے فرمایا کہ میں نے وعدہ کیا تھا.... اس لئے میں اس کی دل شکنی کرنا نہیں چاہتا.... وہاں سے وہ اس کے ساتھ موٹر میں روانہ ہو پڑے میں ساتھ تھا.... اس غریب.... مسکین سے جو کچھ ہو سکا اسے آپ نے بڑی محبت سے نوش فرمایا اور واپسی پر مجھ سے فرمانے لگے کہ ہمارے جانے سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہوا مگر اس کا جو دل خوش ہوا ہے اس کا یہ لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے یہ ان کے علم و فضل کی ایک معمولی سی جھلک تھی جو اتنا بھی برداشت نہ کر سکے کہ جسے محض غربت و مسکینی اور پھٹے پرانے کپڑوں کی وجہ سے بنظرِ حقارت دیکھا جا رہا ہے اس کی دل شکنی کی جائے.... (چند نا قابل فراموش شخصیات)

شیخ الہند رحمہ اللہ سے ایک سوال اور اس کا جواب

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت مولانا محمد سہول عثمانی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ: ''حضرت! ہم دینی علوم پڑھاتے ہیں اور ان پر تنخواہ بھی لیتے ہیں تو کیا ایسی تدریس پر کچھ ثواب بھی ملے گا''؟ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا: ''مولوی صاحب! ثواب کی بات کرتے ہو.... اس تدریس میں جو کچھ کوتاہیاں ہم سے ہوتی ہیں اگر ان پر مواخذہ نہ ہو تو اسی کو غنیمت سمجھو''....

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت رحمہ اللہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ تنخواہ لینے کے بعد ثواب کی کوئی امید نہیں کیونکہ اگر نیت بخیر ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں بھی ثواب کی امید ہے....

لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ تنخواہ کا حق پورا پورا ادا کیا ہو اور اگر مقررہ وقت سے کم پڑھایا.... غیر حاضریاں کیں اور پڑھانے کیلئے جس محنت اور مطالعے کی ضرورت ہے اس وقت میں کوتاہی کی تو تنخواہ کا حلال ہونا بھی مشکوک ہے.... حضرت شیخ الہندؒ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے.... (البلاغ مفتی اعظم رحمہ اللہ)

استغناء کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے فرزند تھے قدیم علمائے دیوبند کی طرح ان کو انگریزوں سے نفرت اور ان کی تعظیم واحترام سے اجتناب تھا۔ وہ ایک مرتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں تشریف فرما تھے۔ اتفاق سے اسی دن ڈائریکٹر آف ایجوکیشن معائنہ کے لئے ندوہ آیا۔ مولانا دفتر میں تشریف فرما تھے۔ انگریز ڈائریکٹر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ چند مقامی ارکان انتظامی اور ندوہ کے عہدہ دار تھے سب لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے لیکن "مولانا نہ کھڑے ہوئے نہ ملتفت ہوئے۔ یہاں تک کہ اس کو اپنی اہانت محسوس ہوئی اور اس نے ترش لہجے میں پوچھا کہ یہ بڑے میاں کون ہیں؟"

منشی احتشام علی صاحب کاکوروی جو ہمراہ تھے انہوں نے موقع ومحل کے لحاظ سے اس کی تاویل کی اور ڈائریکٹر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ (یادگار واقعات)

حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ کا عشق قرآن

1953ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران ملتان میں جامع مسجد سراجاں (حسین آگاہی) کو مرکزی حیثیت حاصل تھی.... حضرت قاری صاحب پر ختم نبوت کا ایسا غلبہ عشق تھا کہ تدریس کے ساتھ اس تحریک میں بھی آپ پیش پیش تھے.... حتیٰ کہ جب حکومت کی طرف سے گرفتاریاں شروع ہوئیں تو قاری صاحب بھی گرفتار ہو کر لاہور جیل میں پہنچ گئے.... اسی دوران رمضان المبارک شروع ہوا تو قاری صاحب نے تراویح میں قرآن مجید

سنانا شروع کیا ابھی دس پارے ہی ختم ہوئے تھے کہ حکام کی طرف سے اطلاع آئی کہ اگلے دن کچھ قیدی رہا کر دیئے جائیں گے۔

ایک رکعت میں سترہ پاروں کی تلاوت: اسی رات قاری صاحب نے تراویح کی پہلی رکعت میں گیارہویں پارے کی تلاوت شروع فرمائی اور ستائیسویں پارے کے اختتام پر رکوع فرمایا اور اسی طرح پہلی دو رکعتوں میں سترہ پارے ختم فرما دیئے اور بقیہ اٹھارہ تراویح میں تین پارے سنا کر قرآن مجید کی تکمیل فرمائی اور فرمایا کہ بعض احباب نے رہا ہو جانا تھا اس لئے مجھے اندیشہ ہوا کہ ان کو قرآن کریم تراویح میں مکمل سننے کے لئے شاید بہ ترتیب نہ ملے اور تراویح میں پورا قرآن سننا اور سنانا سنت ہے اس لئے میں نے سوچا کہ آج ہی قرآن کریم مکمل کر کے یہ سنت ادا کر دی جائے اور رہا ہونے والوں کا بھی اس سنت پر عمل ہو جائے ان ایام اسیری میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ (کندیاں) بھی حضرت قاری صاحبؒ کے ساتھ تھے اور آپ کو بھی حضرت قاری صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہوا....

حضرت قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ کی اہم نصیحت: حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ رہا ہوئے تو پھر وہی تدریس قرآن اور ختم نبوت کی ذمہ داریاں....ایک دفعہ شیخ القراء حضرت قاری فتح محمد رحمہ اللہ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ دیکھو! تدریس قرآن بھی دین کا کام ہے اور ختم نبوت بھی دین کا کام ہے....لیکن ایک وقت میں ایک ہی کام ہوگا....اب یہ تم خود انتخاب کرلو کہ کونسا کام کرنا ہے؟

حضرت قاری صاحب نے استاد کی منشاء کے مطابق دیگر مشاغل سے خود کو مکمل فارغ کر کے تدریس قرآن کیلئے ایسا وقف کر دیا کہ پورے دھن و دھیان سے اسی کام میں لگے کہ آپ کا اٹھنا....بیٹھنا....چلنا پھرنا گویا پوری زندگی تلاوت و تدریس قرآن سے عبارت تھی اور اللہ پاک نے بھی ایسی برکت و قبولیت سے نوازا کہ آپ کا انداز تدریس بلا مبالغہ پورے عالم اسلام کیلئے مثال اور قابل تقلید نمونہ ثابت ہوا....(یادگار واقعات)

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کی ایک حسی کرامت

مولانا کے شاگرد غلام محمد صاحب نے صدق جدید لکھنو مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۶ء کے حوالہ سے لکھا ہے: مکارم احسن (مولانا کے چھوٹے بھائی) کا بیان ہے کہ مرض الموت میں

اکثر یہ فرماتے تھے کہ جنت میں کوئی بوڑھا نہ جائے گا.... ہر شخص جوان ہو کر جائے گا.... چنانچہ جیسے وہ اپنے وقت موعود کے قریب ہوتے جا رہے تھے....ان میں جوش و مسرت بڑھتا جا رہا تھا.... یہاں تک کہ جس رات سفر آخرت طے تھا اس میں تو فرط انبساط سے بے قابو ہوتے جا رہے تھے....اور اسی عالم فرحت میں بظاہر سو بھی گئے....جب صبح ان کی روح پرواز کر چکی تھی....تو چہرہ پر گوشت ترو تازہ تھا....سفید داڑھی بالکل سیاہ تھی....اور لاغر و نزار جسم بالکل گداز تھا....اس منظر کو مکارم احسن صاحب ہی نے نہیں دیکھا بلکہ ہر شریک جنازہ نے حیرت کی آنکھ سے دیکھا اور اس میں لذت روحانی محسوس کی....مولانا کے جنتی ہونے کی اس سے زیادہ واضح نشانی اور کیا ہو سکتی ہے۔(حیات مولانا گیلانیؒ)

مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کا مقام

ایک دفعہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور نے اپنے صاحبزادے جناب حافظ ولی اللہ صاحب سے بطور سوال یہ فرمایا کہ:...

''تم دیکھتے ہو کہ میرے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں آنے والوں کے اندر امیر..غریب اعلیٰ افسر اور علماء ہر قسم کے لوگ آتے ہیں..اب میں یہ پوچھتا ہوں کہ آخر یہ کیوں آتے ہیں...''

صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں خاموش ہو گیا... جب کوئی جواب نہ ملا تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے خود ہی فرمایا:...

''میرے پاس کیا ہے کچھ نہیں...لیکن ان لوگوں کو شبہ ہو گیا ہے کہ میں دیندار ہوں تو گویا یہ لوگ دین کی وجہ سے میرے پاس آتے ہیں...اس سے اندازہ کر لو کہ دین میں کتنی عظمت پوشیدہ ہے...دین کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے...دین اللہ کی رحمت و برکت کا سرچشمہ ہے...دولت کوئی چیز نہیں وہ ہوا کے جھونکے کی طرح نکل جاتی ہے...'' (تذکرۂ حسن ۶۱)

ایک دفعہ صبح سویرے جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ نے دیکھا کہ اساتذہ اور طلبہ ادھر ادھر بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں...کہیں فرش صاف کیا جا رہا ہے اور کہیں کتابیں سنوار کر رکھی جا رہی ہیں...حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے

دریافت فرمایا کہ:..."اس سارے اہتمام کا کیا باعث ہے"...

آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ:...

"جناب گورنر (سردار عبدالرب نشتر) صاحب نے اطلاع بھیجی ہے کہ وہ جناب والا سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کیلئے آج تشریف لائیں گے..."

اس وقت تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ خاموش ہو گئے..مگر جب گورنر پنجاب جناب نشتر صاحب مرحوم تشریف لائے تو آپ نے انتہائی استغناء کے ساتھ انہیں ہدایت فرمائی:...

"آئندہ جب آپ کبھی احقر کے پاس تشریف لائیں..بغیر کسی اطلاع کے آئیں اس طرح اطلاع کر کے آنے سے یہاں کے اساتذہ وطلبہ کو بے حد زحمت وتکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے..."

نشتر صاحب مرحوم نے آئندہ ہمیشہ اس بات کی پابندی کی اور ہمیشہ بغیر کسی پیشگی اطلاع کے آئے...(احسن السوانح ص ۲۱۲)

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوری رحمہ اللہ کی طالب علمی

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب غالب پوری رحمہ اللہ جب دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے تو چونکہ شرح جامی کے معیار کی تعلیم نہیں ہوئی تھی اس لئے مدرسہ میں داخلہ نہ ہو سکا...اتفاقاً گھر واپس ہونے کیلئے کرایہ بھی نہیں تھا...اس لئے بڑی الجھن میں پھنس گئے... نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن...اس وقت جب حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوری رحمہ اللہ کو دیگر طلبہ کی زبانی مولانا بشیر احمد صاحب کی پریشان حالی کی اطلاع ہوئی تو انہیں اپنے حجرہ میں بلایا اور تسکین اور حوصلہ افزائی کے بعد فرمایا کہ:...

"کھانے کی طرف سے آپ بالکل بے فکر رہیں...میرا دوپہر کا پورا کھانا اور شام کا آدھا آپ کو مل جایا کرے گا...آپ ایک سال کے اندر اپنی علمی کمزوری کو دور کریں..."

چنانچہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوری نے حسب وعدہ مکمل ایک سال تک نصف کھانے پر اکتفاء کر کے دوسرے کی مدد کی...مولانا فتح پوری اکثر روزے سے رہتے تھے..شام کے کھانے سے آدھا افطار وغیرہ کیلئے رکھ لیتے تھے اور بقیہ مولانا بشیر احمد

صاحب رحمہ اللہ کے حوالے کر دیتے تھے...

یہ قابل رشک اور بے نظیر مجاہدہ اور ایثار ہے جو مولانا فتح پوری نے زمانہ طالب علمی میں پیش کیا... (تذکرہ علماء اعظم گڑھ ص ۳۲۵)

حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ کی درویشی

حضرت شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ سفر میں ایک پرانا بکس ساتھ رکھتے تھے جس کا تالا بھی نہیں ہوتا تھا ایک دفعہ مولانا محمد حسن جان صاحب سے فرمایا کہ:... ''لوگ سفر اور خصوصاً ریل گاڑی میں پوری رات اپنے نئے بکسوں کی چوکیداری کرتے رہتے ہیں اور میں آرام سے سوتا رہتا ہوں... میرا بکس پرانا اور بے تالا ہوتا ہے... چور اگر اسے لے جانا چاہے تو پہلے کھول کر دیکھے گا کہ اس میں درویشوں کے ایک دو جوڑے کے علاوہ اور چند کتابوں اوراق اور قلم دوات کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے تو لے جانے کی تکلیف قطعاً گوارا نہیں کرے گا...'' حضرت مولانا موصوف ہمیشہ قلم اور کالی روشنائی استعمال فرماتے تھے آپ کے پاس لکڑی کا ایک پرانا قلمدان تھا... جس کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا کہ یہ قلمدان میرے پاس بائیس سال سے ہے... (الحق ص ۴۲ ماہ دسمبر ۱۹۷۴ء)

صاحب بذل المجہود کے اخلاص کا واقعہ

جس زمانہ میں مصر میں بذل المجہود کی طباعت ہو رہی تھی تو اس کی تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ہزاروں روپے خرچ کر کے انتظامات کئے جا رہے تھے تو حضرت مولانا شیخ سلیم صاحب رحمہ اللہ سابق مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب قدس سرہ سے عرض کیا کہ ''آپ اتنا روپیہ خرچ کر کے اتنے اہتمام سے کتاب طبع کرا رہے ہیں اور اس کی رجسٹری کروائی نہیں اگر کوئی اس کا فوٹو لے کر چھاپ لے گا تو وہ کتاب کو چوتھائی قیمت پر بیچ سکے گا اور آپ کی کتاب رہ جائے گی...

حضرت شیخ نے فرمایا کہ:... ''اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو فوٹو کروانے کی اجرت تو میں خود پیش کر دوں گا اور بعد میں یہ کتاب میری بھی بک جائے گی... (اکابر کا تقویٰ ۱۰۳)

حضرت علامہ سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ کا تقویٰ

حضرت علامہ سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ کے تقوے اور ان کی خدا ترسی کا یہ حال تھا کہ زکوٰۃ فنڈ صرف طلبہ کے لئے رکھتے تھے... اس کو کبھی کسی حالت میں مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیرات یا کتابوں کی خرید پر صرف نہیں کرتے تھے اور دوسرے سال مدرسہ کی حالت زکوٰۃ فنڈ میں قابل اطمینان ہوگئی...

ایک دفعہ زکوٰۃ فنڈ میں ۲۵ ہزار روپیہ جمع تھا... مگر غیر زکوٰۃ کی مد خالی تھی... جب تنخواہ دینے کا وقت آیا تو خزانچی صاحب حاجی یعقوب مرحوم نے عرض کیا کہ:...

مدرسین کی تنخواہ کے لئے کچھ نہیں... اگر آپ اجازت دیں تو زکوٰۃ فنڈ میں سے قرض لے کر مدرسین کی تنخواہ ادا کر دی جائے... بعد میں زکوٰۃ فنڈ میں یہ رقم لوٹا دی جائے گی..."

فرمایا:... "ہرگز نہیں! میں مدرسین کی آسائش کی خاطر دوزخ کا ایندھن بننا نہیں چاہتا مدرسین کو صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہئے کہ انکے فنڈ میں اللہ تعالیٰ کچھ بھیج دے جو مدرس صبر نہیں کر سکتا... اس کو اختیار ہے کہ مدرسہ چھوڑ کر چلا جائے۔ (ماہنامہ بینات شیخ بنوری نمبر ص ۴۲)

حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ کی دُعا

حضرت سید تاج محمود امروٹی قدس سرہ کی خدمت میں ایک انگریز اپنی میم (بیگم) صاحبہ کو لے کر حاضر ہوا اور بڑی عاجزی اور انکساری سے عرض کیا کہ:... "حضرت! میم صاحبہ کو عرصہ سے پیٹ کا درد ہے... اس کی صحت کے لئے اپنے رب سے دعا فرما دیں ہم نے علاج معالجہ بہت کرایا ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا..."

یہ سن کر حضرت امروٹی نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:... "یا اللہ! یہ ہے تو تیرے دین کا دشمن مگر (میری) اس سفید داڑھی کی لاج رکھ لے..."

حضرت کی زبان سے یہ الفاظ نکلے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شرف قبولیت عطا فرمایا اور میم صاحبہ فوراً ٹھیک ہوگئیں... (ہفت روزہ ترجمان اسلام ص ۱۵... ۱۰ ار نومبر ۱۹۸۷ء)

قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ کا انداز تفہیم

قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ ایک دفعہ ریل گاڑی میں سیکنڈ کلاس میں سفر کر رہے تھے... آپ کے ڈبہ میں ایک نہایت ''اپ ٹو ڈیٹ'' نوجوان شریک سفر تھا... کہنے لگا:...

''مولانا پردہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟''

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ:... ''آپ کو پردے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی... مجھے پردہ میں بھیجنا چاہتے ہیں یا خود پردہ میں جانا چاہتے ہیں...''

اس نے خفت مٹاتے ہوئے کہا کہ:...

''نہیں! میرا مقصد یہ ہے کہ آپ لوگ عورتوں کے لئے پردہ لازمی قرار دیتے ہیں اس سے نصف معاشرہ ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے... نیز جب جانور تک آزادانہ پھرتے ہیں تو عورتوں نے کونسا گناہ کیا ہے کہ وہ پردہ کی قید میں محبوس رہیں اور گھٹ گھٹ کر مر جائیں...''

قاضی صاحب نے فرمایا:... ''بیٹا! خوبصورت چیز دیکھ کر انسان اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کا گناہ کی طرف قدم بڑھنے لگتا ہے...''

نوجوان نے کہا:... ''یہ بھی کوئی شرافت ہے کہ دوسرے کے مال کو دیکھ کر آدمی لالچی بنے... طبیعت پر کنٹرول چاہئے کنٹرول''...

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اندازہ لگالیا کہ نوجوان فطری رجحان اور دلائل کی بات سننے کے موڈ میں نہیں... چنانچہ آپ نے مثال سے سمجھانے کی کوشش کی... آپ نے اپنی ٹوکری سے ایک لیموں نکالا اور چاقو سے اس کے دو ٹکڑے کئے اور فرمایا:...

''دیکھو بیٹا! ایمان سے کہنا... تمہارے منہ میں لیموں کو دیکھ کر پانی تو نہیں آیا؟''

نوجوان کہنے لگا... ''پانی تو آیا ہے کیونکہ فطری تقاضہ ہے...''

آپ نے کہا:... ''مال میرا... پانی آپ کے منہ میں؟ کچھ شرافت چاہئے اور طبیعت پر کنٹرول چاہئے کنٹرول...''

نوجوان فوراً آپ کا مطلب سمجھ گیا اور لاجواب ہو گیا... (حیات قاضی احسان احمد شجاع آبادی ص ۳۰)

نعمتوں سے تجلی مشاہدہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ایک شخص نے مرزا مظہر جانجاناںؒ سے عرض کیا کہ ایک شخص خالص شوربا نہیں کھاتا پانی ملا کر کھاتا ہے۔فرمایا کہ وہ ناقص ہے جو خدا کی خاص تجلی خالص میں ہے وہ اس پانی ملے میں کہاں ہے۔راز اس میں یہ ہے کہ خالص شوربا کھا کر جی خوش ہوگا۔روئیں روئیں سے شکر پیدا ہوگا اور تجلی سے مراد رویت نہیں ہے۔معرفت ہے یہ تجلی ہے۔جس سے حق تعالیٰ اپنے کلام میں متجلی ہے یہی تجلی ہے۔جس سے وہ اپنی نعمتوں میں متجلی ہے۔کلام میں اس کا مشاہدہ کرو نعمتوں میں اس کا مشاہدہ کرو۔(وعظ روح الصیام نمبر ۳۶)

نسبت کا القاء

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمہ اللہ اپنے شیخ کی پالکی کے ساتھ دوڑے ہوئے جا رہے تھے۔راستے میں مسجد میں چند قلندر مکاری گردن جھکائے بیٹھے تھے ان میں ایک پیر بھی تھے۔شیخ نے انہیں اس حالت میں مبتلا دیکھ کر فرمایا مرزا اگر شیاطین نہ دیکھے ہوں تو دیکھ لو۔پالکی چلی گئی یہ ٹھہر گئے تھوڑی دیر کے بعد یہ بھی پہنچے پوچھا مرزا کہاں رہ گئے تھے عرض کیا حضور جس وقت چلے گئے تو میں نے سوچا کہ سب کے سب خاص بزرگوں کی وضع میں ہیں اور ان پر حضور کی نظر بھی پڑی ہے گو نظر عتاب ہی سہی، تو جنہوں نے بزرگوں کی شکل بنائی ہے ان پر حضور کی نظر بھی پڑی ہے وہ محروم رہیں؟ میں ان کے قلوب میں القاء نسبت کرنے کے لئے ٹھہر گیا تھا۔سب کے سب صاحب نسبت ہو گئے اور آ کر شیخ سے بیعت ہوئے۔(وعظ روح الحج والثج ص ۲۷)

حضرت مرزا صاحب مظہر جانجاں رحمہ اللہ جس روز شہید کئے گئے تھے آپ کو کشف ہو گیا تھا چنانچہ آپ صبح ہی سے نہایت شاداں اور فرحاں تھے۔موت کی وجہ سے اور بار بار یہ کہتے تھے۔

سر جدا کرد از تنم یارے کہ با ما یار بود   قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

(وعظ آثار المربع ص ۵۱)

میرٹھ کے ایک دیندار اور متقی تاجر کا واقعہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں۔

میرٹھ میں ایک تاجر تھے حاجی عبدالغنی صاحب مرحوم وہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سے بیعت تھے۔ نہایت دین دار تاجروں میں سے تھے اور ٹوپیوں کی ان کی تجارت تھی۔ میرٹھ کی ٹوپیاں اس زمانہ میں مشہور تھیں اور ریشم کا زری کا کلاتبور کا کام بھی ان کے یہاں ہوتا تھا۔ دارالعلوم کے ایک فاضل کو دو ٹوپیاں بنوانے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے حاجی صاحب سے فرمائش کی مگر یہ کہا کہ مغرق ہونی چاہئیں کپڑا نظر نہ آئے صرف سچی زری کا کام ہو کپڑے کے اوپر اور کپڑا اس زری کے اندر چھپ جائے۔ اسے مغرق کہتے ہیں۔ گویا کپڑا زری میں غرق ہے۔ حاجی صاحب نے ٹوپیاں بنوا دیں۔ دس پندرہ روز میں مولوی صاحب سے کہا ٹوپیاں بن گئیں اور ہر ایک ٹوپی کی قیمت پندرہ روپے ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ بہت اچھا ٹوپی دیدیجئے قیمت کل کو آ جائے گی۔ حاجی صاحب نے کہا کہ قیمت کل کے بجائے چاہے دو مہینے میں آ جائے آپ سے کوئی بے اعتباری نہیں لیکن یہ جائز بھی ہے یا نہیں اس کو سوچئے۔ مولوی صاحب کہنے لگے ناجائز ہونے کی کیا بات ہے حاجی صاحب نے کہا کہ مغرق کپڑا حکم میں زری کے ہوتا ہے اس میں ادھار جائز نہیں ورنہ سود ہو جائے گا۔ وہ تو نقداً یداً بید مثلاً بمثل ہاتھ در ہاتھ برابر سرابر ہونا چاہئے۔ اس میں ادھار جائز نہیں اس لئے کہ وہ چاندی کی بیع ہے۔ وہ کپڑے کی بیع نہیں۔ کیونکہ مغرق کپڑا چاندی کے حکم میں ہوتا ہے تو اس لئے قیمت تو جب چاہے آ جائے کوئی بے اعتباری نہیں مگر یہ جائز نہیں۔ تو وہ نادم ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں فاضل دارالعلوم ہوں اور یہ دکان پر بیٹھنے والے ان پڑھ۔ انہیں اتنے مسئلے معلوم اور مجھے اس کا پتہ بھی نہیں بہت ندامت ہوئی۔ کہا کہ حاجی صاحب میں شرمندہ ہوں۔ واقعی مجھے ذہول ہوا۔ مسئلے کی طرف التفات نہیں میں دو تین دن میں آ ؤں گا اور نقد خرید کر لے جاؤں گا۔

حاجی صاحب نے کہا کہ ایسی صورت نہ تمہیں بتا دوں کہ نقد بھی ہو جائے اور ادھار بھی

ہو جائے اور جائز بھی ہو جائے۔ کہنے لگے کہ وہ کیا صورت ہوگی۔ حاجی صاحب نے کہا کہ تم تیس روپے مجھ سے قرض لے لو۔ ٹوپیاں نقد خرید لو اور قرض چاہے دو مہینے میں ادا کر دیجئے' کہنے لگے کہ میں فاضل دارالعلوم ہو کر بھی ان مسائل کی طرف التفات نہیں کرسکا اور یہ تجار دکان پر بیٹھ کر اتنے مسائل جانتے ہیں۔ یہ اثر تھا اہل اللہ کی صحبت کا۔ خود عالم نہیں تھے مگر علماء کی صحبت میں بیٹھنے والے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے اندر حرام وحلال کی تمیز کا اس قدر مادہ تھا اور حرام سے بال بال بھی بچنے کی کوشش کرتے تھے اور یہی جذبہ تھا کہ مسائل پر اتنی نظر تھی تو وہی کام ادھار بھی ہو گیا اور جائز بھی ہو گیا صرف تھوڑے سے تغیر سے۔ (خطبات طیب)

حفاظ کرام کے ادب کا خاص انعام

فخر المحدثین حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے بیٹے نے ان کے حالات میں بیان کیا کہ میرے والد کی قبر کو حکومت سعودیہ نے اپنے قانون کے مطابق چھ چھ ماہ کے بعد تین مرتبہ کھودا، تاکہ اس کی جگہ دوسرا مردہ دفن کیا جائے لیکن ہر مرتبہ دیکھا کہ بڑے میاں صحیح سلامت موجود ہیں، جسم میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا تھا جیسے ابھی کا ہے۔

ان کو یہ مقام کیسے ملا؟ ان کے صاحبزادے مولانا آفتاب عالم صاحب نے اپنا گمان ظاہر کیا کہ میرے والد کا ایک خاص عمل یہ تھا کہ وہ حافظ قرآن بچوں کی طرف پیر نہیں کرتے تھے اگرچہ معمر تھے بڑے عالم تھے اور اس عمل کی وجہ وہ یہ بیان کرتے تھے کہ جس طرف قرآن شریف رکھا جاتا ہے ادھر پاؤں نہیں کرنے چاہئیں تو جس کے سینہ میں قرآن پاک ہے جو سینہ حامل قرآن ہے اس کی طرف پاؤں کرنا بھلا خلاف ادب نہ ہوگا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ادب کی برکت سے مولانا پر یہ فضل عظیم ہو گیا کہ ان کا جسم بھی محفوظ کر دیا گیا۔ (دین ودانش جلد ا)

قرآن کریم کی مظلومیت

ایک صاحب نے سورہ نصر کی بالکل جدید تفسیر لکھ کر حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کی خدمت میں آپ کی رائے معلوم کرنے کے لئے بھیجی، اس جدید تفسیر کو

پڑھنے کے بعد حکیم الاسلام کا جواب پڑھئے۔

جدید تفسیر کا نمونہ: لکھتے ہیں کہ...... اذا جاء نصر الله سے مراد مفید ہوا اور بارش ہے جس کو دیکھ کر لوگ فوج درفوج مسرت کے ساتھ اللہ کے دین وکام میں جو "زراعت" ہے، جس کو خدا نے نحن الزارعون کہہ کر اپنا کام اور دین قرار دیا ہے خوشی کے ساتھ لوگ اس میں داخل ہوجاتے ہیں اور مسرت کا اظہار لفظ افواجاً سے ہوتا ہے اس جگہ دین اللہ سے زراعت مراد ہے اور نصر اللہ سے مفید ہوا مراد ہے اور فتح سے مناسب بارش مراد ہے اس لئے نصر اللہ سے فوجی مدد اور فتح سے مکہ کا فتح مراد لینا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں خونریزی ہو کر لوگوں کو کچھ جانی نقصان پہنچا ہے جو خدا کی عام مدد کے خلاف ہے فوج کی مدد سے جو ملک فتح ہوتا ہے اس کے متعلق خدا کا فرمان ہے ان الملوک اذا دخلوا قریة افسدوھا و جعلوا اعزة اھلھا اذلة الخ اور فسبح بحمد ربک و استغفرہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ استغفار کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہے بلکہ عام انسانوں خصوصاً کاشتکاروں کو ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشتکاری سے عدم واقفیت کا اظہار فرمادیا تھا۔

حکیم الاسلام کا حکیمانہ جواب

محترمی، زید مجدکم سلام مسنون

گرامی نامہ پہنچا بوجہ کثرت کار و ہجوم اسفار جواب میں تاخیر ہوئی معذرت پیش کرتا ہوں۔

آپ نے سورہ نصر کی جو کاشتکارانہ تفسیر فرمائی ہے اس کی سند اور ماخذ کیا ہے؟ اور اگر یہ بلا سند محض تخیل ہے تو اگر کوئی لوہار اس کی لوہارانہ تفسیر لکھے اور کہے دین اللہ سے مراد فولاد سازی ہے اور نصر اللہ سے مراد لوہا بنانے کی بھٹی اور دھونکنی ہے اور یدخلون فی دین اللہ سے مراد فولادی فیکٹریوں میں مزدوروں اور کاریگروں کا داخلہ ہے اور فتح سے مراد فیکٹری کے آہنی مال کی دنیا میں سپلائی ہے جس سے مالی فتوحات کا دروازہ کھل جاتا ہے اور استغفار کا حکم لوہاروں اور آہنی فیکٹریوں کے کاریگروں کو ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں یا اسی طرح ایک نجار اس سورت کی ایک نجارانہ تفسیر لکھے کہ دین اللہ سے مراد لکڑی کی صنعت ہے اور نصر اللہ سے مراد آرہ مشین اور نہانی و بسولہ اور دخول افواج سے مراد فرنیچر کے کارخانوں میں کاریگروں کا داخلہ اور

استغفار کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ بڑھیوں کو ہے تو کیا اپنے تخیل کے نقطہ نظر سے اس کو قبول فرمائیں گے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر قبول فرمائیں گے دراں حالیکہ آپ کی تفسیر کی نفی ہوگی تو آپ نے خود ہی اپنی تفسیر کی نفی کردی اور اسے رد کردیا اب اگر اسی طرح دوسرے سارے لوگ بھی اس صورتحال کے ہوتے ہوئے اسے رد کردیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ اور جب یہ تفسیر اسی رد و نفی کے کنارہ پر ہے تو اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ایسی ردی چیز تفسیر نہیں ہوسکتی تحریف ہوگی تو اس میں کیا قباحت ہے؟ مقصد یہ ہے کہ آپ کے نزدیک تفسیر کا معیار کیا ہے اور تفسیر کے معنی کیا ہیں جسے پیش نظر رکھ کر آپ کی اس تفسیر کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جاسکے۔

والسلام محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند (از مکتوبات حکیم الاسلام)

مبارک! اے بے قرار مدینہ

حضرت مولانا وجیہ الدین صاحب عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین سے تھے آپ حج پر تشریف لے گئے مدینہ منورہ پہنچ کر جب ویزہ کی مدت ختم ہونے لگی تو انہوں نے متعلقہ دفتر جاکر ویزہ کی مدت بڑھانے کیلئے درخواست کی انہوں نے کہا اس کی وجہ بھی لکھ کر لائیں کہ آپ کس غرض کیلئے مزید یہاں رہنا چاہتے ہیں آپ نے اس وجہ والے خانے میں لکھ دیا ''للوفات'' یعنی یہاں فوت ہونے کیلئے ویزہ کی مدت بڑھوانا چاہتا ہوں، بہرحال دفتر والوں نے خانہ پری دیکھی اور پندرہ دن کیلئے ویزہ بڑھا دیا۔

جب پندرہ دنوں میں سے دو دن باقی تھے تو آپ روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور درخواست کی، یارسول اللہ! مدت ختم ہونے کو ہے اب تو آپ مجھے اپنی طرف بلالیں، بس پھر آپؒ اس مدت ختم ہونے سے پہلے ہی وہیں جاں بحق ہوگئے۔ (دین ودانش جلد ۱)

حرمین شریفین کا کمال ادب

ہمارے شیخ ومرشد سیدی ومولائی حضرت حاجی محمد شریف صاحب (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ حج کے موقع پر جب روضۂ انور پر حاضری ہوئی تو سلام عرض کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ میں کس منہ سے کچھ عرض کروں بالآخر اپنے نواسے

کو آگے کر کے اس کی معصومیت کے وسیلہ سے عرض کرنے کی ہمت پڑی اور یہی طریقہ رہا کہ اسی معصوم بچے کو آگے کر کے صلوٰۃ وسلام عرض کرتا تھا۔

اور آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مدینہ منورہ جانے والوں کے ہاتھوں صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں تو مجھے اس کی جرأت نہیں ہوتی میں کون ہوں کہ وہاں میرا نام لیا جائے میری کیا حیثیت ہے؟ ہاں الحمد للہ احباب بتاتے رہتے ہیں کہ ہم تیری طرف سے وہاں سلام عرض کرتے ہیں ورنہ مجھے از خود کسی کو کہنے کی جرأت کبھی نہیں ہوئی۔ (دین ودانش جلد ۱)

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے آخری کلمات

۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء کو حضرت مولانا شاہ جی رحمہ اللہ اپنے گھر میں وضو کر رہے تھے کہ جسم کے دائیں جانب فالج کا ہلکا سا حملہ ہوا مگر اس کا اثر جلد ہی زائل ہو گیا اواخر ۱۹۵۶ء میں جسمانی عوارض یکا یک عود کر آئے اور پھر ایسے گرے کہ چار برس تک چار پائی سے لگے رہے، کبھی برائے نام صحت ہو جاتی ۱۶ مارچ ۱۹۶۱ء کو فالج کا شدید حملہ ہوا اور ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کی شام کو یہ نابغہ روزگار اور تحریک ختم نبوت کا سپہ سالار کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہوا خالق حقیقی سے جا ملا مدفن ملتان میں ہے۔ (دین ودانش جلد ۱)

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ کے آخری کلمات

حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی کے مرید با صفا اور مولانا محمد خلیل احمد سہارنپوری کے خلیفہ ارشد، مشہور عالم تبلیغی جماعت کے بانی و موسس، آخری شب وضو کر کے نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی نماز حجرہ میں ادا کی اور فرمایا کہ آج کی رات دعاء اور دم کثرت سے کراؤ یہ بھی فرمایا کہ کہ آج میرے پاس ایسے لوگ رہنے چاہئیں جو شیاطین اور ملائکہ کے اثرات میں امتیاز کر سکیں، مولوی انعام الحسن سے پوچھا کہ وہ دعاء کس طرح ہے۔

اللھم ان مغفرتک انہوں نے پوری دعا یاد دلائی اللھم ان مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی. ترجمہ: اے اللہ تیری مغفرت

میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے عمل سے زیادہ تیری رحمت کا آسرا ہے یہ دعا ورد زبان رہی فرمایا آج یوں جی چاہتا ہے کہ مجھے غسل کرادو اور چارپائی سے نیچے اتار دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں دیکھو پھر نماز کیا رنگ لاتی ہے۔

رات کو بار بار اللہ اکبر کی آواز آتی رہی پچھلے پہر صاحبزادہ مولوی یوسف صاحب نے فرمایا "یوسف آمل ہم تو چلے" انہیں سینے سے لگایا اور ذکر اللہ میں مشغول رہ کر صبح کی اذان سے پہلے جان جان آفرین کے سپرد کی۔ (دین ودانش جلد ۱)

دینی تعلیم کی برکت

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کے والد صاحب وکیل تھے اور ان کے دو بیٹے تھے ایک کو انہوں نے وکیل اور ایک کو عالم دین بنایا۔ کسی نے پوچھا کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ کہا کہ جب میں کچہری سے کام کر کے شام کو تھکا ہارا گھر واپس آتا ہوں تو جو بیٹا عالم دین ہے وہ خود خدمت کیلئے آتا ہے حتیٰ کہ میرے پاؤں سے جوتے خود اتارتا ہے اور دوسرا بیٹا اپنے نوکر کو بھیج دیتا ہے بس یہی فرق ہے۔

سرسید احمد خان مرحوم برصغیر میں تعلیم جدید کے گویا مجدد تھے لیکن یہ افسوسناک حقیقت بھی سنئے کہ اپنے بچوں کی تربیت دینی خطوط پر نہ کرنے کا انجام کیا ہوا؟ کہ ان کے صاحبزادے سید محمود نے سرسید صاحب کو بڑھاپے کے عالم میں گھر سے نکال دیا حتیٰ کہ سرسید جب فوت ہوئے تو سید محمود اپنے بنگلے میں بیٹھا شراب سے لطف اندوز ہورہا تھا۔ اور باپ کی تجہیز و تکفین کے لئے شہر میں چندہ ہو رہا تھا نواب محسن الملک کے عطیہ سے تجہیز و تکفین ہوئی۔ (دین ودانش جلد ۲)

حکیم الاسلام رحمہ اللہ کو والد کی نصیحت

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں۔ "والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مولانا حافظ محمد احمد) کی وفات کو تقریباً ایک ماہ رہ گیا تھا کہ مجھ کو بلوچستان کا سفر پیش آیا اور مجھے اس کی کوئی اطلاع نہیں تھی کہ حضرت دکن جانے والے ہیں، کیونکہ اس

وقت تک کوئی پروگرام بھی طے نہیں ہوا تھا۔ میں دن کی دس بجے کی ٹرین سے سفر کرنے والا تھا، کوئی آٹھ بجے آپ نے مجھے یاد فرمایا۔ اس وقت آپ کوٹھی (اہتمام) کے برآمدہ والے حصہ میں تنہا تشریف رکھتے تھے، میں وہاں خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ گیا، دیکھا حضرت والد محترم آبدیدہ ہیں اور آپ پر گریہ وزاری طاری ہے، مجھے خطرہ ہوا کہیں مجھ سے کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی، میں نے عرض کیا حضرت! مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں ہوگئی؟

فرمایا یہ بات نہیں، بلکہ مجھے تم سے یہ کہنا ہے کہ اب میرا بہت تھوڑا وقت رہ گیا، اس لئے ایک واقعہ بیان کر کے تم کو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ والد ماجد (حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے زمانہ میں جب میں نے قرآن پاک حفظ کرلیا تو حضرت کو بے حد خوشی ہوئی، آپ گو تقریبات کے عادی نہیں تھے۔

لیکن میرے حفظ قرآن سے اس قدر خوش ہوئے کہ اس موقع پر ایک پوری گائے ذبح کی اور مدرسہ کے اکابر اساتذہ، اور شہر کے عزیزوں کی پر تکلف دعوت کی۔

جب سارے مہمان کھانا کھا کر واپس جاچکے تو حضرت (نانوتویؒ) نے مجھے تنہائی میں بلایا اور فرمایا میاں احمد! تم عالم بھی ہوگے، تمہاری عزت بھی ہوگی اور تم کو دولت بھی ملے گی مگر یہ سب کچھ تمہارے لئے ہوگا، قرآن شریف میں نے تم کو اپنے لئے یاد کرایا ہے۔ اس میں تم مجھے نہ بھولنا، فرمایا کہ میں اس وقت سے برابر دو پارے حضرت کی نیت سے پڑھتا ہوں، حضرت مہتمم صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں یہ واقعہ سنا کر مجھ سے فرمایا! الحمد للہ تم عالم بھی ہو، تمہاری عزت بھی ہوگی، شہرت بھی ہوگی اور تمہیں دولت بھی ملے گی، مگر یہ سب کچھ تمہارے لئے ہوگا، قرآن شریف میں نے تم کو اپنے لئے یاد کرایا ہے اور اسی لئے میں نے والد ماجد کا یہ واقعہ تمہیں سنایا ہے حضرت مہتمم صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ میں یہ باتیں سن کر خاموش رہا اور وقت پر بلوچستان کے لئے روانہ ہوگیا۔

سفر کے بعد واپس دیو بند پہنچا تو اچانک چند دنوں کے بعد آپ کی وفات کی خبر آئی، اس وقت سے میرا معمول یہ ہے کہ میں ایک پارہ یومیہ اوابین میں حضرت والد ہی کی نیت سے پڑھتا ہوں۔ والدہ کی وفات کے بعد ان کو بھی شامل کر لیتا ہوں۔" (دین ودانش جلد۲)

بڑی عمر میں حفظ قرآن

حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادی رحمہ اللہ کی پیدائش ۱۸۸۲ء میں الہ آباد کے شہر میں ہوئی 1902ء میں آپ بی اے کر رہے تھے کہ مجدد وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ الہ آباد تشریف لائے۔ آپ کو غائبانہ عقیدت تو پہلے سے تھی اب زیارت، ملاقات اور وعظ میں شرکت کی تو دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا اور فکر آخرت کا غلبہ ہوا۔ اور فیصلہ کر لیا کہ یہ انگریزی تعلیم کا آخری سال ہے۔ اپنے نفس کو تنبیہ و یاد دہانی کیلئے چند پرچوں پر یہ لکھ کر کہ ”اے نفس مجھے ایک بڑے امتحان (حشر) کی بھی تیاری کرنی ہے اس لیے اس چھوٹے امتحان (بی اے) کی تیاری جو کچھ کر سکے اسی سال کر لے اس کے بعد موقعہ نہ دیا جائیگا۔“ اپنے کمروں کی دیواروں پر کئی جگہ چسپاں کر لیا تا کہ ہر وقت ذہن و نظر کے سامنے رہے۔ اس طرح انگریزی تعلیم ترک کر کے دینی علوم کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔ حکیم الامت رحمہ اللہ کی طرف سے غالباً ۱۹۱۲ء میں خلافت سے نوازے گئے۔

۴۵ برس کی عمر میں حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا چونکہ تلاوت سے پہلے ہی کافی مناسبت تھی اس لیے اتنی عمر میں بھی بہت جلد حفظ کر لیا اور کئی سال تک تراویح میں بھی سناتے رہے۔ مجدد وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اجل خلفاء میں سے ہوئے اور کئی گراں قدر تصانیف لکھ کر علم و عمل کے اونچے درجے پر فائز ہوئے۔ (دین و دانش جلد ۲)

فکر آخرت کا نادر واقعہ

شاہ لطف رسول صاحب ایک بزرگ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ تھانہ بھون ہی میں قیام رہتا تھا۔ ان کے پاس ایک کارڈ بیرنگ آیا (پہلے کارڈ بھی لفافہ کی طرح بیرنگ چلتے تھے) انہوں نے بے ضرورت سمجھ کر اس کو بغیر پڑھے ہوئے واپس کر دیا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا: ”آپ کارڈ کا مضمون تو پڑھ لیتے پھر ہی واپس کرتے“ شاہ صاحب نے فرمایا کہ: ”مضمون پڑھ لینے کے بعد واپس کرنا خیانت ہوتی۔ کیونکہ

کارڈ سے فائدہ اٹھانا مقصود ہے وہ فائدہ میں اٹھالیتا اور ڈاکخانہ کو اس کی خدمت کا معاوضہ نہ ملتا۔

ف:۔ ایسے چھوٹے چھوٹے معاملات پر نظر انہیں لوگوں کی جاتی ہے جن کے دل پر آخرت کی فکر اور خوف خدا چھایا ہوا ہو۔ (مجالس حکیم الامت)

علامہ بنوری کا ٹی وی پر خطاب کرنے سے انکار

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

اسلامی مشاورتی کونسل اسلام آباد میں بعض حضرات ۔۔نے علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ سے فرمائش کی تھی وہ ٹیلی ویژن پر خطاب فرمائیں مولانا نے ریڈیو پر تو قبول کر لیا لیکن ٹی وی پر خطاب کرنے سے معذرت فرمادی تھی کہ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ اور فرمایا ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو لوگوں کو پکا مسلمان بنا کر چھوڑیں ہاں اس بات کے مکلف ضرور ہیں کہ تبلیغ دین کیلئے جتنے جائز ذرائع و وسائل ہمارے بس میں ہیں ان کو اختیار کر کے اپنی پوری کوشش صرف کر دیں۔ اسلام نے ہمیں جہاں تبلیغ کا حکم دیا ہے وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائے ہیں ہم ان طریقوں اور آداب کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلف ہیں اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو عین مراد ہے لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کر کے لوگوں کو دین کی دعوت دیں اور آداب تبلیغ کو پس پشت ڈال کر جس جائز و ناجائز طریقے سے ممکن ہو لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کریں۔ (نقوش رفتگاں)

مقری اعظم رحمہ اللہ کی کرامت

مقری اعظم حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ نے ساری زندگی قرآن پڑھنے پڑھانے میں گزار دی گویا قرآن آپکی زندگی میں رچ بس گیا تھا جیسا کہ حدیث شریف میں دعا وارد ہوئی ہے۔ حتی کہ ایک بزرگ نے فرمایا حضرت کے بالوں میں بھی قرآن کی نورانیت

نظر آتی تھی۔ ایسے عاشق قرآن استاد کی ایک ایسی کرامت ہے جو فی زمانہ ناممکن نہیں تو ناپید ضرور ہے کہ حضرت قاری صاحب طویل درس گاہ کے آخر میں بیٹھے ہوئے طالب علم کے ہونٹوں کی حرکت سے ہی اندازہ فرمالیا کرتے تھے کہ یہ قرآن کی کس جگہ سے پڑھ رہا ہے۔ پھر دس پندرہ منٹ بعد دیکھتے اور تلاوت کردہ منزل کا موازنہ فرماتے کہ اتنے وقت میں جو اس نے اتنا پڑھا ہے صحیح ہے یا نہیں اگر وہ وقت کے لحاظ سے زیادہ آگے نکلا ہوتا تو اسے بلاتے اور سرزنش فرماتے کہ ابھی دس منٹ پہلے تو تم یہاں تھے اور اب اتنی جلدی تم نے اتنا کیسے پڑھ لیا۔ وہ طالب علم حضرت قاری صاحب کی اس فراست کی تصدیق کرتا اور اپنی غلطی کا اقرار کر لیتا۔

؎ اولئک آبائی فجئنی بمثلهم　　(دین ودانش جلد ۳)

حکیم الاسلام رحمہ اللہ کی یادگار تقریر

ایک دفعہ جامعہ قاسم العلوم میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی تقریر تھی اس موقع پر بڑے بڑے اکابر جن میں مولانا محمد علی جالندھری، علامہ دوست محمد قریشی، قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور استاذ العلماء مولانا خیر محمد صاحب رحمہم اللہ جیسی شخصیات موجود تھیں۔

اس مبارک مجلس میں امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ بھی تشریف لائے۔ شاہ جی کرسی پر بیٹھنے کی بجائے اسٹیج کے قریب لکڑی کے تخت پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت حکیم الاسلام کی تقریر شروع ہوئی تو حضرت حسب عادت حکیمانہ انداز میں علم وحکمت کے موتی بکھیرنے لگے تقریر کے دوران شاہ جی کا جوش و ولولہ قابل دید تھا اور وہ اپنے خاص انداز میں داد دے رہے تھے۔ بار بار اکابر کو متوجہ کر کے فرماتے دیکھو! دیکھو! یہ کیا کہہ رہے ہیں یہ خود نہیں بلکہ ان میں حضرت نانوتوی کی روح بول رہی ہے۔ مولانا دیکھئے دیکھئے یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

یہ داد کیا تھی بلکہ شاہ جی صحیح معنوں میں حکیم الاسلام کا تعارف کرا رہے تھے۔ گویا پوری تقریر کے دوران شاہ جی نے اپنی داد کے ذریعے پورے مجمع کو مسحور کیے رکھا۔ اس طرح کی بے مثال اور پُرخلوص داد دیتے ہوئے میں نے آج تک اپنی زندگی میں کسی کو نہیں دیکھا۔ (دین ودانش جلد ۳)

شاہ جی کا گناہ گار کو تسلی دینا

ایک شخص امیر شریعت حضرت شاہ جی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بار بار اپنے گناہوں کا اقرار کرتا رہا کہ میں بہت گناہگار ہوں۔ میں نے بڑے بڑے گناہ کیے ہیں ۔شاہ جی اُسے سمجھاتے رہے اور تسلی دیتے رہے۔

بالآخر فرمایا کہ تم میں اتنی سکت ہی نہیں کہ تم بڑے گناہ کر سکو تم نے جو بھی گناہ کیے ہوں دو ندامت کے آنسو بہا کر اللہ رب العزت سے انہیں معاف کرا سکتے ہو۔ بڑے گناہگار تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے پوری قوم کے ساتھ غداری کی ہے۔ یہ لوگ اگر آنسوؤں کے سمندر بھی بہا دیں تب بھی اُن کے گناہ معاف نہیں ہوں گے۔ (دین ودانش جلد ۳)

امیر شریعت رحمہ اللہ کا حسرت ناک واقعہ

ایک دفعہ شاہ جی کسی عالم کے ہمراہ اپنے گھر تشریف لائے تو اُن عالم سے فرمایا میں تمہیں ایک تماشا دکھاتا ہوں پھر شاہ جی نے مخصوص انداز سے آواز نکالی تو گھر کی پالتو مرغیاں اور اُن کے بچے شاہ جی کے گرد جمع ہو گئے اس پر شاہ جی نے آہ بھرتے ہوئے کہا ''میں نے مسلمانوں کو بہت پکارا لیکن انہوں نے جب میری آواز پر لبیک نہ کہی تو میں نے دل بہلانے کیلئے ان جانوروں کو سدھا لیا کہ یہ جانور ہو کر بھی میری آواز پر جمع ہو جاتے ہیں لیکن افسوس ہے اس انسان پر جو اصلاح کی دعوت پر بھی کان نہیں دھرتا''۔ (دین ودانش جلد ۳)

مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کا واقعہ

محترم منشی عبدالرحمٰن خان مرحوم لکھتے ہیں۔

سردار عبدالرب نشتر کی عقیدت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری سے وابستہ تھی' جو ان کے عہد گورنری میں جامعہ اشرفیہ کے مہتمم تھے' سردار نشتر اگرچہ اپنے وقت کے گورنر تھے۔

لیکن جب انہیں علم ہوا کہ مفتی صاحب میو ہسپتال میں ٹانگ سُن کرائے بغیر کٹوا رہے ہیں تو بے چین ہو گئے گورنری کے حفاظتی تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر اکیلے ہسپتال پہنچ کر سب کو ششدر کر دیا وہ اپنے وقت کے گورنر تھے۔

لیکن وہ دربار اشرفیہ کے اس سفیر کے ہاں بلا کھٹکے جانے کی جرات نہ کرتے تھے' بلکہ جامعہ اشرفیہ کے طالب علم کے ہاتھ مفتی صاحب کو کہلا بھیجتے تھے کہ نشتر حاضری کی اجازت چاہتا ہے' اور جب تک اجازت حاضری نہ ملتی دروازہ پر کھڑے رہتے میں نے وہ آمر دیکھے ہیں جو اقتدار کے نشہ میں ہر وقت خودنمائی میں مصروف رہتے تھے' میں نے نشتر جیسا وہ گورنر بھی دیکھا کہ جب وہ مفتی صاحب کی مجلس میں پہنچتا ہے تو چپکے سے پیچھے بیٹھ جاتا ہے' مفتی صاحب اس وقت سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بیان فرما رہے تھے' کہ نشتر صاحب احسان قریشی صابری سے کوئی بات پوچھنے لگے تو اس گدائے دربار رسالت نے اپنے وقت کے گورنر کو اس کی ڈید وشنید میں ذرا سخت آواز سے کہا۔

''سردار صاحب یہ فقیر کی مجلس علم وعرفان ہے' یہاں دنیا کی باتیں نہ کیجئے' مانا کہ احسان قریشی ایک سرکاری ملازم ہے اور آپ کے ماتحت ہے مگر جو تفصیلات آپ اس سے پوچھنا چاہتے ہیں' اس کو باہر لے جا کر دریافت کر لیں' یہاں صرف قال اللہ وقال الرسول کی باتیں سکھئے گا۔ فقیر کی اس مجلس میں شاہ وگدا برابر ہیں''

اس واقعہ کے کوئی چھ ماہ بعد ایک اتوار کو پھر احسان قریشی حضرت مفتی صاحب کی مجلس میں نیلا گنبد پہنچتے ہیں۔ شفا الملک حکیم محمد حسن قریشی پاس بیٹھے ہیں۔ مفتی صاحب کے صاحبزادے مولانا قاری محمد عبید اللہ مجلس کو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے ملفوظات سنا رہے ہیں کہ ایک طالب علم آ کر اطلاع دیتا ہے' کہ گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر نیچے آئے ہوئے ہیں اور اوپر آنے کی اجازت چاہتے ہیں مفتی صاحب نے فرمایا کہ سردار صاحب کو آنے دو' سردار نشتر جب اوپر تشریف لائے تو احسان قریشی صابری پرنسپل کمرشل کالج سیالکوٹ ان کے استقبال کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ شفا الملک حکیم محمد حسن

قریشی نے بھی اُٹھ کر سردار صاحب کو ملنا چاہا۔ مگر مفتی صاحب کے سامنے وہ یہ جرات نہ کر سکے۔ اور تمام حاضرین مجلس بھی گورنر کا استقبال کئے بغیر جامد وساکت رہے' مفتی صاحب نے گورنر کے سامنے احسان قریشی کو ڈانٹا اور سختی سے کہا کہ:۔

''تم کیوں اُٹھے ہو جب تمام حاضرین مجلس بیٹھے ہوئے ہیں' میں بھی بیٹھا ہوا ہوں تو تمہارا اٹھنا آداب کے خلاف ہے' آئندہ سے محتاط رہو' یہ فقیر کی مجلس ہے اس مجلس میں شاہ وگدا برابر ہیں' سردار صاحب گورنر ہیں اور تم ایک مدرس ہو' اس مجلس میں تم دونوں برابر ہو احسان قریشی نے معافی چاہی تو مفتی صاحب نے اس کے جواب میں حدیث سنائی۔

ترجمہ: ''شاباش ہے اس امیر پر جو فقیر کے دروازے پر چل کر جائے' وہ بہترین امیر ہوگا۔ افسوس ہے اس فقیر پر جو امیر کے دروازے پر جائے۔

سردار صاحب کے ماتھے پر یہ کلمۂ حق سن کر تیوڑی نہیں آئی بلکہ جب مجلس ختم ہوئی تو گورنر صاحب واپسی کے وقت حضرت مفتی صاحب سے مصافحہ کرتے ہیں' مفتی صاحب کے ہاتھ چومتے ہیں اور آنسوؤں کی لڑیاں پروتے ہوئے الٹے پاؤں باادب واپس چلے جاتے ہیں' یہ ہیبت حق تھی۔ کہاں سردار صاحب کی وہ مونچھ جس کے ہلنے سے بھارت کے مرد آہن کا دل خوف کھانے لگتا تھا اور کہاں یہ ایک مردِ حق کا دربار جس میں گورنر آتے ہوئے سرنگوں ہو جاتے تھے۔ جب تک یہ مردانِ حق رہے' پاکستان سالم و یکتا رہا اور جب انہوں نے پیٹھ پھیر لی تو پاکستان دو ٹکڑے ہو گیا۔ (از چند ناقابل فراموش شخصیات)

حضرت بنوری رحمہ اللہ کا پر لطف واقعہ

حضرت علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ کے ابتدائی حالات میں لکھا ہے کہ اساتذہ کو تنخواہ دینے کے لئے رقم نہیں تھی۔ ہوٹل کا کھانا کھا کر اساتذہ بیمار پڑ گئے۔ مولانا لطف اللہ پشاوری نے درخواست کی کہ آمدنی کی کوئی صورت نہیں ہے گھر والوں کے لئے گندم فروخت کر کے اخراجات دے آؤں حضرت بنوریؒ نے فرمایا مجھے تنہا چھوڑ کر مت جاؤ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اساتذہ کی تنخواہوں کی رقم آئی ہے مولانا لطف اللہ پشاوری نے (بے تکلف دوست

ہونیکی وجہ سے) مذاق کے طور پر کہا ''بلی کے خواب میں چھیچھڑے'' دوسرے دن مولانا بنوریؒ سبق پڑھانے تشریف لے گئے تو ایک مخلص دوست نے اساتذہ کی تنخواہ کے لئے کچھ رقم دی مولانا بنوریؒ نے مولانا لطف اللہ کو رقم پیش کر کے کہا ''چھیچھڑے آ گئے'' (بشکریہ ماہنامہ الرشید)

مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ کا واقعہ

ہندوستان میں ایک بہت بڑے بزرگ ''حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ'' گزرے ہیں یہ بڑے زبردست عالم تھے۔ جب ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف تحریک شروع ہوئی تو گاندھی جی نے حکیم اجمل خان صاحب' ڈاکٹر انصاری صاحب' مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کو جمع کر کے یہ کہا کہ اس تحریک کے اندر اس وقت تک جوش پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں کوئی بڑے مذہبی پیشوا شامل نہیں ہوں گے۔ لہذا کسی طریقے سے مذہبی پیشواؤں کو اس میں شامل کیجئے۔!

طے یہ ہوا کہ ایک دن گاندھی جی کے ساتھ ایک ڈپوٹیشن (DEPUTATION) مولانا محمد علی مونگیری کے پاس جائے' چنانچہ سب کے سب مل کر گاندھی جی کے ساتھ مولانا محمد علی مونگیریؒ کے پاس گئے اور گاندھی جی نے مولانا سے کہا کہ مولانا میں نے پیغمبر اسلام کی زندگی کا مطالعہ کیا ان کی زندگی سے بہتر کسی کی زندگی کو میں نے نہیں پایا' ان کی زندگی سب سے اعلیٰ اور سب سے اونچی زندگی تھی اور میں نے قرآن کا بھی مطالعہ کیا ہے' میں نے اس کتاب کو سب سے اعلیٰ اور مقدس ترین کتاب پایا چنانچہ میں نے اس کا کچھ حصہ اپنی دعا میں بھی شامل کر لیا ہے' اس کے علاوہ اور بہت سی تعریفیں کیں۔

مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گاندھی جی! آپ نے پیغمبر اسلام کی جتنی تعریفیں کی ہیں وہ ٹھیک ہیں' ہمارے پیغمبر اس سے بھی اونچے تھے اور آپ نے قرآن کریم کی جتنی تعریفیں کی ہیں وہ بھی ٹھیک ہیں' ہمارا قرآن اس سے بھی اونچا ہے لیکن گاندھی جی! مہربانی کر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قرآن کریم کا وہ عیب (معاذ اللہ) بھی تو بتا دیجئے جس کی وجہ سے آپ نے اب تک ایمان قبول نہیں کیا ہے! جب قرآن کریم آپ

کوساری دنیا کی کتابوں میں سب سے بہتر کتاب معلوم ہوتا ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اوران کی زندگی آپ کو سب سے بہتر زندگی معلوم ہوتی ہے۔ پھر آپ کو وہ کون سا عیب ان کے اندر نظر آیا جس کی وجہ سے اب تک آپ ایمان نہیں لائے ہیں؟

اب گاندھی جی بغلیں جھانکنے لگے، ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔ مولانا نے فرمایا کہ جب کوئی شکاری شکار کرنے کے لیے نکلتا ہے تو شکارگاہ میں جا کر جانوروں کی بولی بولتا ہے تاکہ جانور جال میں پھنس جائیں، اسی طرح آپ کے دل میں نہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عظمت ہے اور نہ قرآن کریم کی کوئی عظمت ہے! آپ صرف مجھے پھانسنے کے لیے آئے ہیں اس لیے میری بولی بول رہے ہیں۔ (دین ودانش جلد ۳)

ایں خانہ تمام آفتاب شد

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ کے دادا مولانا محمد رحمت اللہ کا بیان ہے کہ

"1857ء کے بعد ایک رات میں نے پٹنہ (گنگا کے کنارے) مسجد میں گذاری ان دنوں حافظ ضیاء الدین بخاری (والد امیر شریعت رحمہ اللہ) کی عمر اُنتیس سال تھی اور انہوں نے ایک رات مجھے ایک ہی رکعت میں سارا قرآن کریم سنا دیا تھا۔" (حیات امیر شریعت)

حافظ سید ضیاء الدین بخاریؒ کے قرآن کریم سے والہانہ تعلق و وارفتگی اور عقیدت و عشق ہی کا ثمرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسا بیٹا دیا، جس نے ساری زندگی قرآن کے پیغام اور علوم و معارف کو بیان کرنے میں گذار دی اور جب ڈوب کر وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا "ابھی ابھی قرآن نازل ہو رہا ہے"۔ ؎ اللہ مغفرت کرے عجب لوگ تھے"۔ (دین ودانش جلد ۳)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی جرأت

غازی امان اللہ، شاہ افغانستان ملکہ ثریا کے ہمراہ جب یورپ کی سیر کو گئے تو وہاں ملکہ ثریا نے پردہ اُتار دیا جس پر افغانستان میں اس اسلامی شعار کے ترک کر دینے پر غیظ و

غضب کا ایسا طوفان آیا جو غازی امان اللہ خان کو خس وخاشاک کی طرح بہا لے گیا۔ اور تخت وتاج سے محروم ہو کر جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے لگے اخبارات میں جب پردہ موضوع بحث بن گیا۔ تو آپ نے بھی پردہ کے موضوع پر قلم اٹھایا اور اس کی حقیقت اور شرعی اہمیت واضح کرتے ہوئے شاہ افغانستان کو یہ پیغام بھیجا۔

''کاش کوئی صاحب ہمت، دولت علیہ افغانستان کے امیر غازی اور انکی ملکہ ثریا جاہ کے سمع ہمایوں تک حضرت کے یہ الفاظ پہنچادے کہ اے ابوعبیدہ! تم دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل حقیر اور کمتر تھے، اللہ نے اسلام کے ذریعہ سے تمہاری عزت بڑھائی پس جب کبھی تم غیر اللہ کے ذریعہ عزت حاصل کرو گے تو خدا تمہیں ذلیل کردے گا۔'' (چند نا قابل فراموش شخصیات)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی بے باک صداقت

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ حضرت علامہ عثمانی پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے رکن تھے ایک مرتبہ مولانا کی کسی تجویز پر غالباً (گورنر جنرل) نے یہ طعنہ دیا کہ ''مولانا یہ امور مملکت ہیں، علماء کو ان باتوں کی کیا خبر؟

لہٰذا ان معاملات میں علماء کو دخل اندازی نہ کرنی چاہیے۔ اس موقع پر حضرت علامہ نے جو تقریر فرمائی اس کا ایک بلیغ جملہ یہ تھا، ''ہمارے اور آپ کے درمیان صرف اے بی سی ڈی کے پردے حائل ہیں، ان مصنوعی پردوں کو اٹھا کر دیکھئے تو پتہ چلے گا کہ علم کس کے پاس ہے اور جاہل کون ہے۔'' (دین ودانش جلد ۴)

امیر شریعت رحمہ اللہ کی خطابت

حضرت امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بعض صفات میں یگانہ روزگار تھے ایسے ہی حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جنہیں ان کی زندگی میں عموماً شاہ جی کہا جاتا تھا۔ امام العصر نے ۱۹۲۹ء میں انہیں امیر شریعت منتخب فرمایا تھا۔ امام العصر نے خود حضرت شاہ جی کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تھی۔ اس کا ذکر بہت سی تاریخی کتب میں موجود

ہے۔حضرت شاہ جی کا علم بظاہر کتابوں کا مرہون منت نہیں تھا لیکن وہ ایک الہامی شخصیت تھی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں لحن داؤدی عنایت فرمایا تھا شکل وصورت کے لحاظ سے حسن ہی نہیں پیکر حسن و جمال تھے۔اپنے ابا سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فاتح خیبر کی طرح نان شعیر پر گزارہ کرنے والے تھے' ان کے رہن سہن سے فقر ابوذر رضی اللہ عنہ اور اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا عشق جھلکتا تھا۔حیرت ہوتی ہے کہ جب سٹیج پر تشریف لاتے اور بولنا شروع کرتے تو ہر طرف سناٹا چھا جاتا تھا۔گویا ملائک گوش بر آواز ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ ہندوؤں اور سکھوں کے ایک اجتماع میں اسلام کی حقانیت اور بت پرستی کی قباحت پر تقریر فرمائی۔حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تشریف رکھتے تھے۔تقریر کیا تھی؟ جادو تھا کہ حضرت علامہ بھی زاروقطار روتے رہے۔

حضرت علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ جی سے ہم نے عرض کیا شاہ جی! آج تو کہیں حضرت شاہ صاحب (حضرت امام العصر) پر تقریر فرمادیجئے۔ فرمایا بھائی یوسف کیا کہوں؟ صحابہ کا قافلہ جارہا تھا انور شاہ پیچھے رہ گئے' اس پر میں نے کہا: **حسبک اللہ یا عطاء اللہ** دیگر رفقاء نے یہ جملہ سنا تو سب تڑپ گئے۔(دین ودانش جلد ۵)

کیا مُردے سنتے ہیں؟

امیر شریعت رحمہ اللہ کی ایک تقریر کے دوران میں کسی نے آواز دی۔شاہ جیؒ! مردے سنتے ہیں کہ نہیں؟ ان دنوں سماع موتی کے مسئلہ پر بحث چل رہی تھی اور اس نے شاہ صاحب کو بھی اس مسئلہ میں الجھانے کی کوشش کی۔شاہ صاحبؒ بھلا اس کے داؤ میں کب آنے والے تھے۔جھٹ فرمایا بھلے مانس تمہیں مُردوں کی فکر ہے۔مجھے بیس سال ہوگئے ان زندوں کو پکار پکار کر تھک گیا مجھے تو یہ بتاؤ کہ یہ زندہ بھی سنتے ہیں کہ نہیں؟ پہلے زندوں کے متعلق تحقیق کرلیں پھر مُردوں کی بھی باری آجائے گی۔ان الفاظ سے مجمع قہقہہ زار بن گیا اور سائل اپنا سا منہ لے کے رہ گیا۔(دین ودانش جلد ۵)

تم نے مجھے منکوحہ سمجھا یا روٹی؟

ایک مرتبہ ضلع میانوالی میں قیام کے دوران ایک دیہاتی سفید ریش، حضرت شاہ صاحبؒ کی مجلس میں آیا اور بجائے السلام علیکم کہنے کے بسم اللہ، بسم اللہ کہہ کر پاؤں چھونے لگا۔ حضرت نے فوراً ہاتھ پکڑ کر فرمایا' میاں بسم اللہ عام طور پر دو جگہ پڑھی جاتی ہے۔ روٹی کھانے سے پہلے یا اپنی منکوحہ عورت کے پاس جانے سے پہلے۔ تم نے مجھے کیا سمجھا؟ روٹی یا منکوحہ بیوی؟ نووارد سخت نادم ہوا۔ آپ نے محبت آمیز لہجہ میں اسے سمجھایا کہ مسلمان جب کسی مجلس میں آئے تو پہلے السلام علیکم کہے جو شریعت کا حکم اور کار ثواب ہے۔ (پیام اسلام ۹۰)

اکابر کی باہمی الفت

ایک مرتبہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت بنوری رحمہ اللہ کو کہلا بھیجا کہ آپ مکی مسجد تشریف نہ لائیں میں خود مدرسہ حاضر ہونے والا ہوں لیکن حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ مغرب کے بعد پہنچ گئے اور فرمایا میں آپ سے لڑنے آیا ہوں۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پورے جسم کو حرکت دیتے ہوئے فرمایا آؤ لڑو۔

اس پر حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ ہنس پڑے۔ اب شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے محبت سے فرمایا آپ کیوں آئے جبکہ میں نے منع کیا تھا۔ یہ ایسا پیارا منظر تھا کہ سب خوش ہو رہے تھے۔ (بحوالہ ندوۃ العلم)

یزید کے متعلق حکیمانہ قول

ایک شخص نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ یزید پر لعنت کرنا کیسا ہے، فرمایا: اس شخص کو جائز ہے جسے یہ معلوم ہو جائے کہ میرا خاتمہ یزید سے اچھا ہوگا، ارے اپنے کام میں لگو، لعنت کا وظیفہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت رابعہ رحمہا اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا آپ ابلیس پر لعنت نہیں کرتیں، فرمایا: جتنی دیر میں اس پر لعنت کروں اپنے محبوب کو یاد ہی کیوں نہ کرلوں۔ (ماہنامہ محاسن اسلام)

مہتمم مظاہر العلوم کا واقعہ

مظاہر العلوم کے مہتمم حضرت حافظ عبداللطیف صاحب کا معمول یہ تھا کہ جب سالانہ جلسہ ہوتا اور دور سے آنے والے مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام ہوتا تو پہلے سارے مہمانوں کو کھانا کھلاتے پھر کھانے کی اس پوٹلی کو کھولتے جو گھر سے اپنے لئے لے کر آئے ہوتے۔ اس وقت تک وہ کھانا ٹھنڈا ہو چکا ہوتا لیکن آپ وہی ٹھنڈا کھانا تناول فرما لیتے، مدرسے والا کھانا نہ کھاتے، کیوں؟ اس لئے کہ مدرسے کا کھانا چندے کے پیسوں کا ہے اور یہ چندہ مہمانوں کے لئے آیا ہے، میرے لئے نہیں۔ (دین ودانش جلد ٦)

کمال تقویٰ کا واقعہ

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا رفیع الدین صاحبؒ ایک مرتبہ دہلی چندہ کرنے کیلئے گئے۔ وہاں سے دارالعلوم کے لئے تین سو روپے ملے۔

واپس آرہے تھے کہ راستے میں جیب کٹ گئی جب دارالعلوم پہنچے تو کہیں سے قرض وغیرہ کر کے یہ رقم دارالعلوم میں جمع کرائی۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت! شرعاً آپ پر ضمان نہیں، اس لئے کہ آپ تو امین تھے۔

آپ نے فرمایا ''لیکن میرا اس پر دل مطمئن نہیں ہوتا''۔ اس وقت دارالعلوم دیوبند کے سرپرست حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھے، کسی نے ان کو خط لکھ کر یہ صورتحال بتلائی۔ حضرت گنگوہیؒ نے بذریعہ خط مولانا رفیع الدین سے فرمایا کہ شرعی طور پر آپ کے ذمہ ضمان نہیں ہے، اس لئے آپ اس بارے میں فکر نہ کریں۔

جب یہ خط مولانا رفیع الدین صاحب کے پاس پہنچا تو فرمایا کہ مولانا گنگوہی کا سارا فتویٰ میرے ہی لئے رہ گیا تھا۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ وہ دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ اگر ان کے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تو وہ کیا کرتے؟

یہ تھا ان کے تقوے کا عالم۔ (دین ودانش جلد ٦)

کمال سادگی

ایک دفعہ مولانا رفیع الدین صاحب اپنی گائے چرا رہے تھے۔ اچانک دفتر کا کوئی کام یاد آیا تو گائے چراتے چراتے دارالعلوم کے احاطے میں باندھ دی اور خود دفتر میں چلے گئے۔ ایک صاحب نے دیکھا تو خوب شور وغل کیا کہ دارالعلوم دیوبند مہتمم صاحب کی گائے کا اصطبل بن گیا۔ حضرت باہر آئے، پوچھا کیا شور ہے۔ بتایا گیا کہ یہ فلاں صاحب شور کر رہے ہیں۔ فرمایا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ مدرسہ میری ذاتی جائیداد نہیں ہے۔ اُسے بلا کر کہا ماشاء اللہ تم نے ٹھیک کہا لو یہ گائے تم ہی لے لو، وہ بھی اللہ کا بندہ ایسا تھا کہ گائے لے کر چلتا بنا۔ (دین و دانش جلد ۶)

قطب الارشاد حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ کا اتباع سنت

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت کے خلیفہ خاص اور تربیت یافتہ حضرت حاجی عبدالستار صاحب (مقیم سکھر) کے متعلق ایک دفعہ فرمایا کہ اپنی اہلیہ کو علاج کے سلسلہ میں کراچی لے گئے وہاں ان کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا.... جب مجھے اطلاع ہوئی تو میں نے سوچا کہ اب دیکھیں گے کہ حاجی صاحب شریعت پر چلتے ہیں یا برادری کے رسم ورواج پر چلتے ہیں.... برادری کا رسم ورواج یہ ہے کہ جتنی دور جگہ میں موت واقع ہوئی ہو میت کو وطن لے آتے ہیں۔

اور شریعت کا حکم ہے کہ جہاں موت واقع ہوئی ہو وہیں تدفین بھی کی جائے.... حضرت حاجی صاحب کا امتحان تھا آخر وہ بھی حضرت ڈاکٹر صاحب کے تربیت یافتہ تھے بیٹوں کو وہاں بلوا لیا اور ان کو دین کی بات سمجھائی وہ بھی دل وجان سے مان گئے دفن کیا اور ہاتھ جھاڑ کر سکھر پہنچے.... حضرت فرمانے لگے ان کا یہ عمل دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی.... حضرت ڈاکٹر صاحب کا یہ ذوق وفات کے بعد رنگ لایا۔

سعودیہ کے دس بجے کے قریب وصال ہوا۔ ڈاکٹر اور پولیس کی رپورٹ اور دیگر

قانونی کاروائی پر بعض اوقات دو دن لگ جاتے ہیں اور بعض اوقات اس سے بھی زائد چار پانچ دن سے بھی زائد لگ جاتے ہیں۔

مگر حضرت کی کرامت ہے کہ بہت جلد کاروائی ہوگئی حضرت کے صاحبزادے ڈاکٹر کریم اللہ صاحب مکی فرماتے ہیں کہ عملہ کے لوگ اس طرح دوڑ دوڑ کر کاروائی کر رہے تھے جیسا کہ ان کا اپنا ذاتی کام ہے دس بجے وفات ہوئی اور حرم شریف کی عصر کے بعد جو آج کل ساڑھے تین بجے کے قریب ہوتی ہے جنازہ ہوا اور پھر تدفین بھی ہوگئی۔

ایک دفعہ جب حضرت کے صاحبزادے کالج میں پڑھتے تھے انہوں نے حضرت کو لکھا کہ کالج میں تعلیم کے وقت پینٹ پتلون پہننے کا قانون ہے ہم کیا کریں آپ کا کیا فرمان ہے.... حضرت نے لکھا کہ میرے بیٹے جو کام شریعت میں درست نہ ہو اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں.... بس اتنا کہتا ہوں جب تک مجبوری ہو پہن لو جب ختم ہوا تار دو....

اتباع سنت آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی ہر موقعہ کی دعائیں یاد تھیں.... حسب موقعہ پڑھتے رہتے جب کار میں بیٹھتے تو سواری پر سوار ہونے کے وقت کی دعائیں پڑھتے....

سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ استغفر اللہ....اور استغفر اللہ

کافی دیر تک پڑھتے رہتے.... یہ سوچتے تھے.... خدانخواستہ گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو جائے اور وقت آخر آ جائے تو توبہ کی ہوئی ہو جب منزل مقصود پہنچے تو زبان پر الحمدللہ جاری ہوتا کسی کے ہاں دعوت ہوتی تو آخر میں صاحب دعوت کیلئے مسنون دعائیں بغیر ہاتھ اٹھائے کرتے اور کبھی نہ بھولتے فرمایا کہ ایک دفعہ دعا بھولنے لگی تھی۔

مگر صاحب دعوت کے گھر سے نکلنے سے پہلے پڑھ لی تھی.... آپ کی زبان ذکر اللہ سے تر رہتی.... بالخصوص لا الہ الا اللہ اکثر زبان پر جاری رہتا....

سونے سے پہلے کی سنتیں باقاعدگی سے ادا فرماتے۔ مسواک فرماتے وضو فرماتے اگر کبھی تکلیف ہوتی تو تیمم فرما لیتے۔ سونے سے پہلے کی دعائیں پڑھتے اور دائیں کروٹ پر لیٹتے تھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلا وجہ کسی کی نیند میں خلل نہ ڈالتے تھے.... حضرت کے خلیفہ خاص حضرت حاجی عبدالستار مدظلہ

بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب دوپہر کو مریض چلے گئے تو حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اور حضرت مفتی عبدالحکیم صاحب مطب کے زنانہ وارڈ میں آرام فرمارہے تھے.... وہ جگہ بیسوئی کی تھی.... کوئی عورت یا مریض مطب میں نہ تھا.... حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی نیند پہلے کھل گئی.... جبکہ حضرت مفتی صاحب نیند فرمارہے تھے حضرت وضو کرنے کیلئے مردانہ وارڈ میں جانا چاہتے تھے.... درمیان میں ایک کواڑ والا دروازہ تھا.... جو زمین کی سطح سے فٹ ڈیڑھ فٹ اونچا تھا.... جب اس کو کھولا جاتا تو اس سے آواز پیدا ہوتی.... حضرت نے دروازہ نہیں کھولا تاکہ اس کی آواز سے حضرت مفتی صاحب کی نیند خراب نہ ہو.... بلکہ دروازے کے نیچے سے گھسٹ کر دروازہ پار کیا.... اب میں سمجھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی عظمت کی وجہ سے ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے.... مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ایک دفعہ آپ کا کمپاؤنڈر حافظ جی سویا ہوا تھا.... حضرت نے وضو کرنا تھا تو کواڑ نہ کھولا تاکہ حافظ جی کی نیند خراب نہ ہو دروازے کے نیچے سے گھسٹ کر پار کیا....

اب میں سمجھا کہ حضرت کا یہ معاملہ صرف حضرت مفتی صاحب کے ساتھ نہ تھا.... بلکہ اپنے ملازموں اور چھوٹوں سے بھی یہی معاملہ ہے.... بندہ (عبدالقادر) کو ایک دفعہ حضرت کیساتھ حج کی سعادت نصیب ہوئی.... رات کو ایک کمرے میں کئی حضرات لیٹتے تھے مگر حضرت بوقت تہجد بہت احتیاط سے اٹھتے اور احتیاط سے کواڑ کھولتے اور روشنی بھی نہ کرتے نہ بتی جلاتے اور استنجاء اور وضو سے فارغ ہو کر کمرے کے ایک کونے میں تہجد پڑھنا شروع فرما دیتے کیا مجال کہ آپ کے کسی عمل سے رفقاء کی نیند میں خلل آئے.... (محاسن اسلام خاص نمبر)

حضرت قاری محمد صدیق باندوی رحمہ اللہ کا اتباع سنت

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت قاری صاحب کے حالات میں لکھا ہے کہ اتباع سنت میں بھی آپ کا قدم بہت راسخ تھا.... معمولی سے معمولی سنت کی ادائیگی کا بھی نہایت اہتمام فرماتے.... گذشتہ سال ہم لوگ حاضر تھے.... رات میں آرام فرمانے سے قبل آپ نے وضو فرمایا.... پھر ارشاد

فرمانے لگے ''اب اٹھتے بیٹھتے تکلیف ہوتی ہے.... سوتے وقت وضو کا اہتمام دشوار ہوتا ہے لیکن بعض بزرگوں کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک رات باوضو سونے کے لئے انہیں ۱۴/ مرتبہ وضو کرنا پڑا اور ہر مرتبہ پوری بشاشت سے وضو کرتے رہے تاکہ انہیں سنت کے موافق سونا نصیب ہو جائے.... ایسے بزرگوں کے حالات سے عمل کی ہمت ہو جاتی ہے''....

آپ ہر عمل میں اتباع سنت کو ہی ملحوظ رکھتے.... اور اسی نیت سے تمام امور انجام دیتے تھے آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی عالم آپ سے ملنے حاضر ہوتا تو اس کو طلبہ میں بیان کرنے کا حکم فرماتے.... ہم چند احباب حاضر ہوئے تو حسب معمول آپ نے تقریر کا پروگرام رکھا.... ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت!

ہم تو استفادہ کے لئے حاضر ہوئے ہیں.... افادہ کے لائق نہیں ہیں.... تو آپ نے فرمایا کہ ''کیا مہمان کا اکرام سنت نہیں ہے''....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق آپ کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا.... کبھی کبھی یہ عشقیہ جذبات الفاظ کے پیکر میں ڈھل کر منظوم کلام کی شکل اختیار کر لیتے اور اس کے لفظ لفظ سے آپ کے سوز و گداز اور درد دل کا اظہار ہوتا تھا.... ایک مرتبہ بیماری کی حالت میں آپ نے بڑی درد انگیز نعت ارشاد فرمائی جس کے چند اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

دواؤں سے طبیعت رو بصحت ہے نہیں میری — طبیعت مضطرب ہے اب نہیں لگتی کہیں میری

نہیں سمجھا کوئی اس درد کو یہ درد کیسا ہے — دواؤں سے شفا ہرگز نہیں ہرگز نہیں میری

علاج اسکا فقط یہ ہے کہ طیبہ ہوں گا میں — دیار قدس میں اشکوں سے تر ہو آستیں میری

نہ دن میں چین ملتا ہے نہ شب میں نیند آتی ہے — سکوں باقی نہیں ہے خاطر اندوہ گیں میری

وہ نقشہ جم گیا ہے اب تو دل میں ذات اقدس کا — تصور میں وہ رہتے ہیں نگاہیں ہوں کہیں میری

ہوا دیوانہ جب سے آپکا خلوت میں رہتا ہوں — کسی سے بات کرنیکی کوئی خواہش نہیں میری

آپ کی دیگر نعتیں بھی انہی جذبات کی آئینہ دار ہیں جن میں سے بعض آپ کی تالیف ''سیرت سید المرسلین'' میں شائع ہو چکی ہیں.... (اللہ والوں کی مقبولیت کا راز)

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کی روضہ رسول پر حاضری

''آستانہ محمدیہ پر حضرت کی عجیب کیفیت ہوئی تھی، آواز نکلنا تو کیا مواجہ شریف کے قریب یا مقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے، خوفزدہ مؤدبانہ دبے پاؤں آتے اور مجرم وقیدی کی طرح دور کھڑے ہوئے یہ کمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے، زائرین جو بے باکانہ اونچی آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے۔

اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ کی ایذاء کا سبب ہے لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں....'' (سفرِ حجاز)

شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا شوق مدینہ

مرض وفات میں مدینہ طیبہ کا ذکر سن کر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی اور بعض اوقات بلند آواز سے رونے لگتے، مولانا محمد صاحب انوری عمرہ کیلئے روانہ ہو رہے تھے حضرت سے رخصت ہونے کے لئے آئے۔

مدینہ طیبہ کا ذکر ہوا تو حضرت دھاڑیں مار مار کر روئے، مولانا محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ''میں نے کبھی حضرت اقدس کو اس سے بلند آواز سے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا....'' بابو عبدالعزیز صاحب آئے تو ان سے فرمایا کہ دیکھو یہ مدینہ جا رہے ہیں یہ کہہ کر حضرت کی چیخیں نکل گئیں....(حج وعمرہ)

جدید اضافہ

اللہ والے کیسے اِصلاح کرتے ہیں؟

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنے خطبات میں یہ واقعہ نقل فرماتے ہیں کہا یک بزرگ کی خانقاہ میں لوگ اپنی تربیت کے لیے جمع ہوتے تھے اور شیخ کے ہاں طریقہ یہ تھا کہ بیس بیس اور پچاس پچاس مریدین جمع ہوگئے... کھانا شیخ کے گھر سے آتا تھا... ایک باندی اس کام کے لیے متعین تھی... وہ کھانا تقسیم کر جاتی تھی... ایک نئے مرید آ کر بیعت ہوئے... مقصد تو یہ تھا کہ اللہ اللہ کر کے اپنی حالت کی اصلاح کریں... باندی جب کھانا لے کر آئی تو وہ اتفاق سے کچھ ذرا قبول صورت تھی... ان مرید صاحب کی اِس سے آنکھ لڑ گئی... اس پر کچھ فریفتہ ہوگئے... اب جب وہ کھانا لے کر آتی ہے تو اُسے گھورتے ہیں، نہیں آتی تو منتظر رہتے ہیں کہ کب آئے گی... اس کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں... جب وہ آئی تو اُسے گھورنا شروع کیا... شیخ کو اس حالت کی اطلاع ہوگئی۔

تو اہل اللہ علاج کرتے ہیں... وہ زبان سے نہیں ہوتا... طریق عمل سے علاج ہوتا ہے کہ مرض کا خاتمہ ہو جائے... شیخ نے چاہا کہ ان کا یہ مرض دُور ہو... اگر زبانی نصیحت کر دیتے، فہمائش کر دیتے... بے شک تھوڑا بہت اثر ہوتا... مگر جب طبیعت مائل تھی تو طبیعت کا بدلنا مشکل تھا... شیخ نے ارادہ کیا کہ طبیعت ہی کو بدل دیا جائے تا کہ یہ قصہ ہی ختم ہو۔

تو شیخ نے ایک عجیب وغریب ترکیب استعمال کی... اس باندی کو دستوں کی دوا کھلا دی... صبح سے شام تک اُسے بڑی تعداد میں دست آ گئے... ایک جگہ متعین کر دی کہ اُسی جگہ جانا... غرض شام تک اسے بہت دست آ گئے... اور شام کو حالت یہ ہوئی کہ نہ وہ رنگ باقی رہا

نہ وہ روغن باقی رہا... ہڈی سے چمڑا لگ گیا... اس باندی کی صورت دیکھ کر ڈر معلوم ہونے لگا... عجیب بھیانک شکل بن گئی... اس کے بعد شیخ نے فرمایا کہ... اس مُرید کے پاس کھانا لے کر جا اور جو کچھ وہ کہے اس کی مجھے آ کر اطلاع کرنا۔

وہ کھانا لے کر بے چاری پہنچی، ناک پکڑو تو دم نکلے... قدم اس کا لرز رہا ہے... ضعف کی وجہ سے اس سے چلا نہیں جاتا اور صورت بھی بھیانک ہوگئی...... یا تو مُرید صاحب اس کے انتظار میں بیٹھے رہا کرتے تھے... اب جو آئی اور انہوں نے اس کی شکل دیکھی تو انہیں بڑی نفرت سی پیدا ہوئی... اور بجائے اس کے اُسے گھورتے... منہ پھیر کر کہا کہ کھانا رکھ دے اور چلی جا یہاں سے... وہ بے چاری کھانا رکھ کر چلی گئی اور شیخ کو جا کر اطلاع کر دی کہ آج اُس نے مجھے بجائے گھورنے کے نفرت سے کہا کہ چلی جا..... یہاں سے، دُور ہو جا، میں چلی آئی......

شیخ نے کہا... الحمدللہ! علاج ہو گیا... مگر ابھی علاج کی تکمیل نہیں ہوئی تھی.... ایک جز تھوڑا سا باقی تھا۔ شیخ، مرید کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ ذرا میرے ساتھ چلیں... وہ جگہ جہاں باندی نے بڑی تعداد میں دستوں کا ملبہ جمع کیا تھا.. مرید کو وہاں لے کر پہنچے اور فرمایا: ”یہ آپ کا معشوق ہے... یہ جو نجاست ہے... اِسے احتیاط سے لے جا کر اپنے حجرے میں صندوق میں رکھئے... اِس لیے کہ جب تک یہ باندی کے اندر تھا... آپ کو محبت تھی... جب یہ نکل گیا... آپ کو نفرت پیدا ہو گئی...... معلوم ہوا کہ آپ کو باندی سے محبت نہیں تھی... اس گندگی سے آپ کو محبت تھی... اس لیے اِسے اُٹھا کر لے جائیے.... یہ آپ کا محبوب ہے۔“

حقیقت میں شیخ نے بتلایا کہ صورتوں کا عشق در حقیقت گندگی کا عشق ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

دل کی دُنیا بدل گئی

حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر فتنہ کے ساتھ سحر ہوتا ہے...

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند مولوی عبدالمنان پنجابی تھے... ایک دفعہ سر راہ جوگی کے پاس رُک گئے، اس نے سحر کر دیا... واپس آئے تو طبیعت پر ہندو ہو جانے کے خیالات کا ہجوم ہو گیا... بھاگم بھاگ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ

اللہ علیہ کے پاس گئے... انہوں نے فرمایا... فوراً رائے پور چلے جاؤ... حاضر ہوئے... حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے صورتحال عرض کی... آپ نے خدام سے فرمایا کہ اسے فوراً سلا دو.... وہ تین دن سویا رہا... بیدار ہوا تو کہا کہ میں رائے پور سے جاتا ہوں....

میرے قلب کی وہی کیفیت ہے... ہندو ہو جانے... اسلام کو چھوڑنے اور مرتد ہو جانے پر دل مجبور کرتا ہے... اتنے میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ صبح کی سیر سے واپس تشریف لائے... مولوی عبدالمنان نے عرض کی کہ مجھے اجازت، میرے دل کی وہی کیفیت ہے، ہندو ہونا چاہتا ہوں... حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت کی انگلی سے اس کے دل کی طرف (چھبونے) کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ مولوی صاحب! اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے اب بھی موجود ہیں جو یوں اشارہ کریں تو دل کی دُنیا بدل جائے... اشارہ کرتے ہی ان کے دل کی دُنیا بدل گئی اور جوگی کے سحر کا اثر جاتا رہا... (حیات نفیس)

ذوق عبادت ایک لاکھ نوافل

عالم ربانی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ (شیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والا) عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں... ایک دفعہ حضرت کو بہت اہم حاجت پیش آئی تو حق تعالیٰ سے دُعا کی کہ یا اللہ! میری یہ حاجت پوری فرما دیں تو میں ایک لاکھ نفل پڑھوں گا... غالباً یہ مقصد ہوگا کہ جب حاجت پوری ہونے سے نفل واجب ہو جائیں گے تو ادا کرنا بھی ضروری ہوگا... تو اس طرح ایک لاکھ پڑھ لوں گا... چنانچہ آپ کی حاجت پوری ہوگئی اور آپ نے ایک لاکھ نوافل ادا کیے۔ (اصلاحی مضامین)

مومنانہ فراست کا عجیب واقعہ

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری جو بڑے صاحب کشفِ و کرامات تھے... ان کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ پنجاب سے حکیم نورالدین بسلسلہ معالجہ حضرت شاہ صاحب کے پاس آئے... حضرت نے ان سے فرمایا کہ حکیم صاحب پنجاب میں کوئی جگہ قادیان ہے...

وہاں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ تو نہیں کیا حکیم صاحب نے کہا کسی نے نہیں کیا...
حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہاں سے ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اور لوحِ محفوظ میں آپ کو اس کا مصاحب لکھا ہے... آپ کے اندر ایک مرض ہے (بحث کرنے اور الجھنے کا) یہ مرض آپ کو وہاں لے جائے گا اور آپ مبتلا ہوں گے... ہم تو اس وقت نہ ہوں گے... مگر آپ کو (باذن الٰہی) پہلے سے مطلع کیے دیتے ہیں... چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ حکیم صاحب اس سے مناظرہ کرنے کے لیے گئے... اور اس کے دام میں پھنس گئے اور اس پر ایمان لے آئے اور پھر اس کے خلیفہ اول ہوئے... (نعوذ باللہ منہ) (آپ بیتی از شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ)

اہل اللہ اور اہل دُنیا کا فرق

ایک دفعہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ چھتہ کی مسجد کے باہر حجامت بنوا رہے تھے کہ شیخ عبدالکریم رئیس لال کرتی میرٹھ حضرت سے ملنے کے لیے آئے... مولانا نے ان کو دور سے آتے ہوئے دیکھا... جب وہ قریب آئے تو ایک تغافل کے ساتھ رُخ دوسری طرف پھیرلیا... گویا کہ دیکھا ہی نہیں... وہ آ کر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے... ان کے ہاتھ میں رومال میں بندھے ہوئے بہت سے روپے تھے... جب انہیں کھڑے ہوئے کافی دیر ہوگئی... تو حضرت نے ان کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ آہا شیخ صاحب ہیں... مزاج اچھا ہے؟

انہوں نے سلام عرض کیا... اور قدم چوم لیے... اور بندھا ہوا روپیہ قدموں میں ڈال دیا... حضرت نے اسے قدموں سے الگ کر دیا... تب انہوں نے ہاتھ باندھ کر یہ منت قبول فرمالینے کی درخواست کی بالآخر بہت سے انکار کے بعد انہوں نے تمام روپیہ حضرت کے جوتوں میں ڈال دیا... حضرت جب اُٹھے تو نہایت استغناء کے ساتھ جوتے جھاڑے اور روپیہ سب زمین پر گر گیا... حضرت نے جوتے پہن لیے اور حافظ انوارالحق سے ہنس کر فرمایا: حافظ جی ہم بھی دُنیا کماتے ہیں اور اہل دُنیا بھی دُنیا کماتے ہیں... فرق صرف اتنا ہے کہ ہم دُنیا کو ٹھکراتے ہیں اور وہ قدموں میں پڑتی ہے اور دُنیا دار اس کے قدموں میں گرتے ہیں اور وہ انہیں ٹھکراتی ہے اور یہ فرما کر روپیہ وہیں پر تقسیم کر دیا... (از ارواح ثلاثہ)

پڑوسی کے ساتھ حُسنِ سلوک

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ اپنے ایک پڑوسی کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں ''دارالافتاء'' کے عقب میں اوپر کی منزل والے روزانہ دارالافتاء کے اندر کوڑا پھینک دیا کرتے تھے... انہیں کئی بار کہلوایا مگر کوئی اثر نہ ہوا کسی نے مجھ سے کہا کہ ایک ٹرک پتھروں کا منگوا لیتے ہیں اور ان پر برساتے ہیں تو ان کا دماغ درست ہو جائے گا... میں نے کہا کہ نہیں یہ مناسب طریقہ نہیں... پھر میں نے پڑوسی کو کہلوایا کہ میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ معلوم نہیں کہ آپ کس وقت گھر پر ہوتے ہیں اور فارغ اوقات کیا ہے؟... میرا یہ پیغام سن کر وہ میرے پاس خود ہی آ گئے... میں نے کہا کہ میں آپ کو کچھ ہدایا وغیرہ دینا چاہتا ہوں اس لیے خیال ہوا کہ پہلے جان پہچان ہو جائے تو بہتر ہے وہ کہنے لگے کہ یہ تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ہدایا دیا کریں... ہماری تو بدقسمتی ہے کہ اب تک محروم رہے۔ میں نے کوڑے کے ڈھیر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ نہیں آپ کے ہاں سے تو وافر مقدار میں ہدایا آتے ہیں... ٹوکروں کے ٹوکرے... اس لیے تو خیال ہوا کہ مجھے بھی احسان کا بدلہ دینا چاہئے...'' جب آپکے ہاں سے اس قدر ہدایا آتے رہتے ہیں تو مجھے بھی تو کچھ دینا چاہئے... یہ سن کر وہ بہت نادم ہوئے اور اسکے بعد ان کے گھر سے کوڑا آنا بند ہو گیا۔ (بحوالہ محبت الٰہیہ)

مفتی اعظم رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت والد صاحب (مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ) کے ساتھ لاہور گیا ہوا تھا... اس وقت میں چھوٹا بچہ تھا... لاہور میں میرے بڑے بھائی جناب ذکی کیفی صاحب مرحوم رہتے تھے... وہاں لاہور میں کسی جگہ میں... والد صاحب اور بھائی صاحب ہم تینوں پیدل جا رہے تھے...

رات کا وقت تھا... اندھیرا تھا... ایک جگہ خاردار تار لگے ہوئے تھے... آدمی بڑی مشکل سے وہاں سے گزر سکتا تھا... بڑے بھائی صاحب مرحوم جیب سے پیسے نکال رہے تھے کہ اس اندھیرے میں پیسے نکالتے ہوئے کوئی سکہ زمین پر گر گیا... اب اندھیرا بھی تھا... جلدی

بھی تھی اور خار دار تار بھی لگے ہوئے تھے... اس لیے بھائی صاحب نے سوچا کہ کون اس سکے کو اندھیرے میں تلاش کرے... چنانچہ وہ اس کو چھوڑ کر آگے بڑھنے لگے... حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے بھائی سے پوچھا کہ کیا گرا؟ بھائی صاحب نے کہا کہ کچھ سکے گر گئے... والد صاحب نے فرمایا کہ اس کو کیوں نہیں اُٹھاتے؟ بھائی صاحب نے کہا کہ وہ صرف دو پیسے یا ایک آنہ تھا... والد صاحب نے فرمایا کہ دو پیسے تھے یا ایک آنہ تھا... پہلے تھوڑی دیر اس کو تلاش ضرور کرو... پھر اگر ملنے سے مایوسی ہو جائے تو خیر ہے... چھوڑ دو لیکن تلاش ضرور کرو... چنانچہ والد صاحب نے کہیں سے ماچس منگوائی اور خود ہی ماچس جلائی اور پھر فرمایا کہ اب تلاش کرو، اب وہ دو پیسے تلاش کیے جا رہے ہیں...

با کمال لوگ اپنی اصلیت نہیں بھولتے

مولانا سید محمود صاحب شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے۔ حکومت اور عوام سب جگہ انتہائی عزت اور احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کے بیٹے سید حبیب صاحب مدینہ منورہ کے گورنر رہ چکے تھے۔

ایک واقعہ قابل ذکر ہے کہ ایک مرتبہ گرمیوں کے موسم میں میں اور بھائی رشید صاحب سید محمود صاحب کے مکان پر ان سے ملاقات کے لیے۔ ہم جب ملاقات کے لیے کمرے میں پہنچے تو سید محمود صاحب کمرے میں پسینے میں نہائے ہوئے بیٹھے تھے۔

ہمارے پہنچنے پر انہوں نے ایئر کنڈیشنر آن کر دیا اور چند منٹ میں کمرہ ٹھنڈا ہو گیا۔ ہمارے لیے بہت عمدہ قسم کا شربت منگوایا اور محبت آمیز گفتگو فرماتے رہے۔ ہم نے ہمت کر کے عرض کیا کہ سید صاحب ہم لوگ جب حاضر ہوئے تو آپ پسینے میں نہائے بیٹھے تھے، ایئر کنڈیشنر ہوتے ہوئے آپ گرمی میں بیٹھے رہے، ہم لوگوں کو اس پر حیرت ہے۔

اس کے جواب میں سید صاحب نے جو فرمایا وہ بڑا نصیحت آمیز ہے۔ کہنے لگے کہ جب ہم مدینہ طیبہ میں آئے تو بڑی مفلسی کی حالت تھی، ایک چھوٹا سا مکان اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا اور وہ اب بھی موجود ہے، کبھی آپ کو لے جا کر دکھائیں گے، میں مشینوں کا کام جانتا تھا،

محنت کرتا تھا اور آہستہ آہستہ ترقی کرتا گیا، آج آپ محل نما مکان دیکھ رہے ہیں، کبھی کبھی دل چاہتا ہے اپنے نفس کو یہ بات یاد دلا دی جائے کہ کبھی تمہاری کیا حالت تھی، بس اسی خیال سے پسینہ آنے کے باوجود اے سی نہیں چلایا کہ پرانی یاد تازہ رہے اور اس عیش وعشرت کی عادت نہ پڑ جائے۔ یہ تھے باکمال لوگ (بحوالہ روزنامہ اسلام ۹ ستمبر ۲۰۱۴ء)

جی ہاں خدا ہے

مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یورپ سے ہندوستان واپسی پر جہاز پر بیٹھے ہوئے برابر کی سیٹ پر ایک ہندو ڈاکٹر صاحب بیٹھے تھے۔ تعارف اور رواجی گفتگو کے بعد وہ کہنے لگے مولوی صاحب! میں نے کچھ پوچھنا ہے۔ میں نے کہا کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ ڈاکٹر صاحب بولے مسلمان اللہ کو مانتے ہیں، ہندو بھی اپنے بھگوان کو مانتے ہیں، کرسچن بھی اللہ کو مانتے ہیں لیکن کسی نے اللہ کو دیکھا ہے؟ اب ہم اسے کیسے مانیں جو دکھائی نہ دیتا ہوں، تم نماز پڑھتے ہو، رکوع سجدہ کرتے ہو تو کس کے سامنے کرتے ہو، کوئی دکھائی تو دیتا نہیں۔ آپ شاید مجھے سمجھا سکیں اس لیے میں نے یہ سوال آپ سے کیا ہے، اس سے پہلے میں نے یہی سوال جوگیوں، سادھوؤں سے بھی پوچھا لیکن ان کے جواب سے میں مطمئن نہ ہو سکا۔

میں نے کہا ڈاکٹر صاحب دُنیا میں لاکھوں کروڑوں چیزیں ایسی ہیں جن کو کروڑوں آدمی بغیر دیکھے جانتے ہیں۔ میں نے کہا ہوائی جہاز میں میں تم کو پانچ چیزیں دکھاتا ہوں لیکن ایک شرط ہے کہ اس کی کوئی نشانی ہونی چاہیے بغیر دیکھے جو چیز مانی جاتی ہے اس کی کوئی نشانی ہو تو مانی جاتی ہے کیونکہ وہ خود تو دکھائی نہیں دیتی اس کی نشانی ہونی چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ہاں آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے۔

❶ ...میں نے کہا پہلی چیز تو عقل ہے، جہاز میں جتنے مسافر بیٹھے ہیں ان میں عقل ہے، عقل کو مانتے ہو؟ اس نے کہا مانتا ہوں، میں نے کہا عقل دیکھی ہے؟ اس نے کہا عقل دکھائی تو نہیں دیتی۔ میں نے کہا پھر عقل کو بغیر دیکھے کیسے مان لیا؟ میں نے کہا تم نے عقل کو

ایسے ہی نہیں مان لیا بلکہ اس کی نشانی سے مانا ہے کہ آدمی ڈھنگ سے کام کرتا ہے، بولتا ہے کھاتا پیتا ہے تو یہ سارے کام عقل کرا رہی ہے، عقل نہ ہوتی تو کپڑے پھاڑتا، گالیاں بکتا، اس نشانی سے عقل کو بغیر دیکھے مان لیا، وہ کہنے لگا مولوی صاحب آپ کی بات درست ہے۔

❷ ...میں نے کہا دوسری چیز تمہاری روح ہے جس سے میں اور آپ زندہ ہیں، کیا کبھی کسی نے روح دیکھی ہے؟ جب آپ آپریشن کرتے ہیں تو اندر کلیجہ، اوجھڑی، تلی، مثانہ، گردے، پھیپھڑے سب دکھائی دیتے ہیں لیکن کیا کبھی آپ نے روح دیکھی ہے؟ اس نے کہا نہیں، میں نے کہا اس روح کو بغیر دیکھے مانتے ہو یا نہیں؟ اس نے کہا مانتا ہوں لیکن بغیر دیکھے روح کو ایک نشانی سے مانا کہ آدمی دیکھتا ہے، سنتا ہے، نبض چالو ہے، یہ نشانی ہے کہ اندر روح موجود ہے۔

❸ ...میں نے کہا تیسری بات یہ سمجھو کہ ایک جنگل میں مکان بنا ہوا ہو تو اس مکان کو دیکھ کر آپ کا دل مانے گا کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔ اس نے کہا ہاں بالکل کہ بغیر بنانے والے کے مکان نہیں بن سکتا۔ میں نے کہا بنانے والا دکھائی نہیں دیتا تو آپ نے نشانی دیکھ کر مان لیا، اس نے کہاں بالکل ایسا ہی ہے۔

❹ ...میں نے کہا چوتھی چیز یہ ہے کہ آپ ڈاکٹر ہو، میں نے آپ کو کالج میں جاتے نہیں دیکھا، آپ کی ڈگری میرے سامنے نہیں، میں آپ کو دیکھے بغیر ڈاکٹر مانتا ہوں کہ آپ کی ایک نشانی ہے کہ بیمار آدمی کو دوا دیتے ہیں، جس سے اسے تندرستی مل جاتی ہے۔ یہ آپ کے ڈاکٹر ہونے کی نشانی ہے۔ اس نے کہا آپ کی یہ چوتھی بات بھی درست ہے۔

❺ ...میں نے مزید وضاحت کے طور پر کہا کہ جنگل بیابان میں اگر اونٹ کی مینگنی دکھائی دے تو دُنیا کا ہر پڑھا لکھا اور اَن پڑھ مانے گا کہ یہاں سے اونٹ گزرا ہے حالانکہ اس نے اونٹ کو نہیں دیکھا تو اونٹ کی نشانی یعنی مینگنی دیکھ کر اونٹ کو مان لیا۔ اتنا بڑا آسمان، اتنی بڑی زمین، چاند، سورج، پانی کے قطروں سے انسان کی پیدائش، چھوٹی سی گٹھلی سے اتنے بڑے درخت کا بننا، یہ سب کچھ دیکھ کر کیا یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان چیزوں کا کوئی بنانے والا موجود ہے، اسی بنانے والے کو ہم اللہ کہتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کہنے لگے میری اتنی عمر ہوگئی، میں نے یہ سوال بہت سے لوگوں سے پوچھا

لیکن اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی نے بھی اس طرح میری تسلی وتشفی نہیں کرائی۔ آپ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے میرے لیے، اللہ تعالیٰ کی ذات کو تسلیم کرنے کی راہ ہموار کردی۔ لہٰذا آج کے بعد میں اللہ کو مانتا ہوں۔ میں نے اس نومسلم ڈاکٹر کو دوسری بات بھی کردی کہ اللہ تعالیٰ راضی کیسے ہو؟ اور ناراض کب ہوتا ہے؟ جب راضی ہوتا ہے تو اس نے اپنا مہمان خانہ بنایا ہے جس کو جنت کہتے ہیں اور ناراض لوگوں کے لیے قید خانہ بنایا ہے جس کو جہنم کہتے ہیں۔ اللہ خود تو دکھائی نہیں دیتا تو اس کی طرف سے نبی بات لے کر آتے ہیں جو اللہ کی رضا مندی اور ناراضگی کا بتاتے ہیں کہ کن اعمال سے وہ راضی اور کن کاموں پر وہ ناراض ہوتا ہے۔ (تبلیغی جواہرات)

سادہ اور بابرکت نکاح کا حیرت انگیز واقعہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ایک سکھ گھرانے سے تھا... آپ ابتدائے جوانی میں مسلمان ہوگئے اور دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا... حتیٰ کہ آپ دورۂ حدیث کے درجے تک پہنچ گئے...

حضرت لاہوری رحمہ اللہ اپنے نکاح کا واقعہ خود سنایا کرتے تھے کہ جب میرے سسر کو ان کے گھر والوں نے کہا کہ اب ہماری لڑکی جوان ہے... اس لیے مناسب رشتہ تلاش کر کے نکاح کر دینا چاہیے تو وہ پنجاب کے مدارس کے دورے پر نکلے... تاکہ انہیں اپنی بچی کے لیے کوئی عالم فاضل نوجوان مل سکے۔ چلتے چلتے وہ دارالعلوم دیوبند پہنچ گئے... جب انہوں نے دورۂ حدیث کی کلاس کو دیکھا تو ان کی نگاہیں میرے اوپر ٹک گئیں... شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ یہ سکھ گھرانے سے تعلق رکھتا ہے اور مسلمان ہوکر ہمارے پاس علم حاصل کر رہا ہے... انہوں نے پوچھا کیا یہ شادی شدہ ہے؟ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں پھر مجھ سے پوچھا، کیا تم شادی کرنے کیلئے تیار ہو؟ میں نے عرض کیا حضرت! میں مسلمان ہوں اور میرا سارا خاندان کافر ہے... اب مجھ اکیلے کو کون اپنی بیٹی دیگا؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی اپنی بیٹی آپ کو دے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا، حضرت! میں اس سنت کو ضرور ادا کروں گا... چنانچہ میرے سسر صاحب نے فرمایا کہ کل عصر کے بعد نکاح ہوگا۔

اس کے بعد میں اپنے دوستوں کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ کل میرا نکاح ہے.. ایک دوست نے کہا:.... جی آپ کے کپڑے بڑے میلے ہیں... آپ اسی سوٹ کو دھو کر دوبارہ پہن لیں... میں نے اپنے دوستوں کی بات مان لی... چنانچہ میں نے اگلے دن دھوتی باندھی اور کپڑوں کا ایک ہی جوڑا تھا جو میں نے پہنا ہوا تھا اس کو دھولیا.. موسم سردی کا تھا اور اوپر سے آسمان ابر آلود ہو گیا.. عصر کا وقت آ گیا... میں نے مسجد کے ایک طرف کپڑے ہوا میں لہرانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی دُعائیں بھی مانگنی شروع کر دیں کہ اے اللہ! ان کپڑوں کو خشک فرما دے جبکہ موسم کی خرابی کی وجہ سے کپڑے خشک ہونے پر نہیں آ رہے تھے... حتیٰ کہ عصر کی اذان ہو گئی... چنانچہ میں نے سردی کے موسم میں گیلے کپڑے پہنے اور مجمع میں آ کر بیٹھ گیا... لیکن میرے سسر کا دل بھی سونے کا بنا ہوا تھا کہ ان کی نظر ان چیزوں پر بالکل نہیں تھی... انہوں نے دیکھا کہ کل بھی یہی کپڑے تھے اور میلے تھے اور آج بھی وہی کپڑے ہیں اور اس کے پاس کوئی دوسرا جوڑا بھی نہیں ہے.... اس کے باوجود انہوں نے نکاح کر دیا اور کچھ عرصے کے بعد رُخصتی بھی ہو گئی۔

ابتدائی دنوں میں میرے اوپر فاقے آئے کیوں کہ میں طالب علم تھا... تازہ تازہ پڑھ کر فارغ ہوا تھا... کمائی کا کوئی ایسا سلسلہ بھی نہیں تھا، کبھی کھانے کو ملتا اور کبھی نہ ملتا... کچھ عرصے تک میری دُلہن میرے گھر رہی... اسکے بعد وہ اپنے والدین کے گھر گئی تو اس کی والدہ نے اس سے پوچھا: بیٹی! تو نے اپنے نئے گھر کو کیسے پایا؟ فرماتے ہیں کہ میری بیوی بڑی نیک اور پاک عورت تھی... اس کی نظر ان فانی چیزوں پر نہیں تھی... چنانچہ اس نے اپنی والدہ سے کہا: "اماں میں تو سمجھتی تھی کہ مر کر جنت میں جائیں گے لیکن میں تو زندگی میں جنت پہنچ گئی ہوں..." (بشکریہ خواتین کا اسلام)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا ادب

ایک مرتبہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کسی فقہی مسئلہ میں تحقیق کرنے کیلئے خنزیر کے بارے میں تحقیق کرنی تھی تو لوگوں نے کہا یہ تو بھنگیوں سے معلوم ہو سکتا ہے.... وہی خنزیر پالتے ہیں.... انہی کو زیادہ معلوم ہوگا.... تو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے گھر میں جو بھنگی آتا تھا... ایک دن اس سے پوچھا کہ بھئی!.... خنزیر کے بارے

میں اس بات میں تمہاری کیا تحقیق ہے؟ کیا علم ہے؟

اس نے اپنی معلومات کے مطابق بتا دیا کہ یہ صورت ہوتی ہے...اس دن کے بعد سے جب وہ بھنگی آتا تو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اس کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے...فرماتے.... ''اس کے ذریعے مجھے ایک علم حاصل ہوا ہے۔'' اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اَنَا عَبْدُ مَنْ عَلَّمَنِیْ حَرْفًا اِنْ شَآءَ بَاعَ وَاِنْ شَآءَ عَتَقَ''

''میں اس کا زرخرید غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف سکھا دیا...چاہے مجھے بیچ دے...چاہے آزاد کر دے۔''

جبکہ ہم یہ چاہتے ہیں...کہ گھر بیٹھے سارا علم سمٹ کر....خود بخود ہمارے سینے میں آ جائے...یہ عادت اللہ کے خلاف ہے اسی ادب و احترام نے....حضرت کو قاسم العلوم والخیرات اور حجۃ الاسلام بنا دیا...

دلچسپ نصیحت آموز واقعہ

مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایک ڈاکو تھا....جس کی ساری زندگی ڈاکہ زنی میں گزری...جب بوڑھا ہو گیا...جسم میں طاقت نہ رہی...اعصاب کمزور ہو گئے...اور ڈاکہ ڈالنے سے عاجز ہو گیا...تو فاقوں کو نوبت پہنچنے لگی...اور گزر بسر کی کوئی صورت نہ رہی...

آخر اس نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے...دوستوں نے مشورہ دیا کہ پیر بن جاؤ...سبز رنگ کا تہبند...سبز رنگ کا چوغا اور موٹے موٹے دانوں کی تسبیح اور ایک لمبا عصا لے کر کسی گاؤں کے باہر بیٹھ جاؤ اور یادِ خدا میں مشغول رہو اور تصوف کی ایک کتاب مطالعہ میں رکھو اور جھاڑ پھونک شروع کرو...پھر دیکھو کیسی موج ہوتی ہے...پہننے کو کپڑے...کھانے کو طرح طرح کے کھانے...خدمت کیلئے ہمہ وقت خادم موجود ہوں گے اور زندگی راحت سے گزرے گی، کچھ کرنا نہ پڑے گا...

اس نے ایسا ہی کیا اور پیر بن کر کسی بستی کے باہر درخت کے نیچے بیٹھ گیا...چند روز تک لوگوں

نے کوئی توجہ نہ دی .. مگران کے مستقل قیام اور شغل عبادت نے ان کے ذہنوں میں ان کے بزرگ اور خدا رسیدہ ہونے کا خیال جمادیا.. بستی میں کسی کا بچہ بیمار ہوا... دم کے لیے اس کے پاس آئے اور دم کرنے کی درخواست کی... اس نے دم کر دیا.. اور تعویذ لکھ دیا... بچہ تندرست ہو گیا....

بچہ کا تندرست ہونا تھا کہ پوری بستی میں اس کی بزرگی.. للّٰہیت کی شہرت ہوگئی... اور لوگ اپنی مشکلات میں دُعائیں کرانے کیلئے حاضر ہونے لگے اور نذرانے آنے لگے اور چند ہی روز میں اچھا خاصا کام چل گیا... دُکان جم گئی... کھانے... پہننے کی کمی نہ رہی... خدمت گار...

عقیدت مند ہر وقت حاضر باش رہنے لگے اور زندگی بڑے آرام سے گزرنے لگی... جب اس کی بزرگی کی شہرت دُور... دُور ہوئی تو کچھ مخلص لوگ بھی اللہ کا نام اور اس کا راستہ دریافت کرنے حاضر ہوئے ... اور بیعت ہو گئے اور خلوص سے اللہ کی اطاعت کرنے لگے... اور یہ ڈاکو پیران کے اشکالات اور احوال کی اصلاح... تصوف کی کتابوں کے ذریعہ کرتا رہا...

یہاں تک یہ سب اپنے وقت کے کامل ولی ہو گئے اور مراقبہ کے ذریعہ ہر ایک کا مقام معلوم کرنے کے قابل ہو گئے... ایک روز ان سب نے سوچا اپنے حضرت کا مقام معلوم کرنا چاہیے.... وہ کس مرتبہ پر ہیں... چنانچہ یہ سب کے سب مراقبہ میں بیٹھے اور دیر تک اپنے شیخ کا مقام دریافت کرتے رہے... مگر سر توڑ کوشش کے باوجود اُن کے مقام تک رسائی نہ ہو سکی...

آخر مراقبہ سے نکلے اور سب اپنی اس حرکت پر نادم ہوئے اور کہنے لگے ہم سے سخت گستاخی ہوئی... ہم اس قابل کہاں کہ حضرت کا مقام معلوم کریں... حضرت کا مقام اتنا بلند ہے...

ہم میں اس کے معلوم کرنے کی استعداد ہی نہیں... چل کر حضرت سے معافی مانگنی چاہیے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو..... ہماری اس گستاخی سے یہ عطا شدہ دولت ہی چھن جائے... چنانچہ خلوت میں یہ سب اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گستاخی ذکر کر کے معافی چاہنے لگے، ڈاکو کی توبہ صادق کا وقت آچکا تھا.. فوراً اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے... اور ٹپ ٹپ نیچے گرنے لگے اور اس نے کہا کہ تم لوگ میرا مقام کہیں اعلیٰ علیین میں تلاش کرتے ہوں گے... میرا مقام تو کہیں بُرے لوگوں میں ڈھونڈتے تو ملتا... میں تو ڈاکو ہوں... ساری زندگی ڈاکہ زنی میں گزری... جب بوڑھا ہو گیا... اور ڈاکہ ڈالنا بس میں نہ رہا... تو زندگی گزارنے کے لیے یہ مصنوعی پیر بننے کا ڈھونگ

رچایا.. اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو آپ کے خلوص کی بدولت نواز دیا...

ورنہ میری حقیقت اس سے زیادہ نہیں جو بیان کی اور یہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور کہا میں آج صدقِ دل سے تمہارے سامنے اللہ سے توبہ کرتا ہوں... آپ حضرات بھی میرے لیے دُعا کریں، اللہ پاک مجھے معاف کر دے اور میری توبہ قبول فرمائے...

مریدین نے جب اپنے شیخ کا یہ حال سنا... رنج وغم سے انکی چیخیں نکل گئیں... اور وہ بھی سب رونے لگے اور دل سے اپنے شیخ کیلئے نہایت تڑپ کے ساتھ دُعا کرنے لگے... جس پر وہ مریدوں کی برکت سے صحیح اللہ والا بن گیا...

ہر روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

ہندوستان قصبہ تھانہ بھون میں ایک خانہ بدوش تھے جو ملا جیون کے نام سے مشہور ہو گئے تھے... پھر وہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سے اپنا اصلاحی تعلق کر لیا.. سلوک وطریقت کی راہ میں سفر کرتے کرتے "صاحب حضوری" کے درجہ پر پہنچ گئے۔ راہِ ولایت میں صاحب حضوری اس خوش نصیب کو کہا جاتا ہے... جس کو روزانہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو.. شریعت کی مکمل اتباع اور استقامت اور پھر حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی صحبت ان سب عوامل نے انہیں ولایت کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا۔

ملا جیون رحمہ اللہ ایک دن خلاف توقع حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے پاس آئے کہ ہاتھ میں چاقو تھا اور خودسوزی کا برا ارادہ کر چکے تھے... حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے پوچھا ملا جی! خیر تو ہے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ جواب میں کہا میں تو اپنے آپ کو جان سے مارنے کا ارادہ کر رہا تھا... مگر پھر کیا سوچا حضرت کو بتا دوں کہ مجھے کیا ہوا ہے۔ پھر کہا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے تو میں سلام عرض کرتا ہوں....

مگر جواب نہیں ملتا.... لہٰذا خیال آیا کہ اب مجھے زندہ رہنے سے کیا فائدہ... شاید حضور ناراض ہیں تو چلو اپنے آپ ہی کو ختم کر لوں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سلام کا جواب ضرور دیتے ہیں... مگر آپ سن

نہیں پاتے۔ پھر فرمایا، اچھا! آج آپ توجہ دینا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کو سن لوگے۔ رات کو جب زیارت سے مشرف ہوئے تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ حضور! میں آپ کا جواب نہیں سن پاتا کیا.... آپ خدانخواستہ مجھ سے ناراض تو نہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جواب تو دیتا تھا... لیکن تم سن نہ پاتے تھے.... اور کیا تمہیں ہمارے اشرف علی کی بھی بات کا یقین نہیں کہ ہم سلام کا جواب دیتے ہیں۔

بس پھر کیا تھا... ملا جیون رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کا بے پناہ شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بہکاوے سے بچالیا اور ایسا باکمال شیخ طریقت سے تعلق نصیب فرمادیا.... جو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی محبوب ہے... ایک مرتبہ ملا جیون رحمہ اللہ نے ایک طالب علم سے پوچھا بتاؤ... "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" کے معنی کیا ہیں؟

انہوں نے معروف جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں.... ملاجی نے پوچھا کچھ اور مطلب بیان کرو۔ پھر خود فرمایا کہ میں مشاہدہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور عبادت و بندگی کے لائق نہیں۔ (روزنامہ اسلام سے محترم محمد عبداللہ صدیقی صاحب کے مضمون سے انتخاب)

حکیم الامت کا حکمت بھرا عجیب واقعہ

میرٹھ میں ایک دیندار بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مستجاب الدعوات ہونے (یعنی اکثر ان کی دُعائیں فوراً قبول ہوتی تھیں) کا درجہ عطا فرمایا ہوا تھا.... کچھ لوگ انہیں چھیڑ چھاڑ کے علاوہ تنگ بھی کرتے تھے... انہوں نے کئی مرتبہ منع کیا مگر وہ باز نہ آئے، چارو ناچار وہ بزرگ ضرر رساں لوگوں کیلئے بددُعا کر بیٹھے....

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خاندان اور خصوصاً تنگ کرنے والے اللہ کی پکڑ میں آ گئے... جب ان کی دُشواریاں بڑھیں تو انہیں احساس ہوا کہ ہماری مشکلات اور رزق کی تنگی اللہ کے ولی کو ستانے ہی کی سزا ہے... تب وہ ان بزرگ سے معافیاں مانگنے لگے... لیکن وہ بزرگ چونکہ بہت دُکھی تھے... اس لیے معافی کا پروانہ دینے کو تیار نہ تھے۔

بالآخر یہ لوگ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور صورتحال عرض کی... جس سے حضرت کی طبیعت پر بھی بہت اثر ہوا اور اپنے دو آدمیوں کو ان کے ایک آدمی کے ساتھ ان بزرگ کو بلانے کیلئے روانہ کر دیا۔

ادھر اِن بزرگ کی یہ کیفیت کہ وہ خود ہی تھانہ بھون کیلئے چل پڑے... راستے میں جہاں ریل بدلنی تھی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بزرگ پلیٹ فارم پر آواز لگاتے پھرتے ہیں کہ وہ کون صاحب ہیں... جنہیں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے میرٹھ سے مجھے لانے کو بھیجا ہے وہ مجھ سے مل لیں.... میں ان کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔

یہ حضرات بزرگ کے ہمراہ تھانہ بھون پہنچے تو انہیں ایذا پہنچانے والوں کی حالت زار سنا کر معاف کر دینے کو کہا گیا... خود حضرت نے بھی معاف کر دینے کو کہا... مگر وہ اتنے ستم زدہ اور رنجیدہ تھے کہ روتے چلے جاتے تھے... مگر معافی اور دُعائے خیر ان کے منہ سے نہ نکل سکی.... حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے حالات کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے یہ ترکیب اختیار کی کہ بزرگ سے فرمایا بے شک آپ پر ان کے ستانے کا بہت اثر ہے...

اچھا آپ اتنا تو کریں کہ میں دُعا کرتا ہوں آپ صرف آمین کہہ دیں.... چنانچہ آپ نے معاف کر دینے کے الفاظ کہے اور ان بزرگ نے آپ کی دُعا پر آمین کہا... مقبولیت دُعا بھی سامنے آ گئی اور مدعا بھی حاصل ہو گیا... حضرت نے ان لوگوں کو سمجھا کر واپس بھیج دیا... بعد میں ان کے حالات بھی درست ہو گئے۔

پھر حضرت نے خلوت میں ان بزرگ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مستجاب الدعوات کا درجہ عطا فرمایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ بجائے مخلوق خدا کیلئے دُعائے خیر کرنے کے ایذاء پہنچانے والوں کیلئے بددُعا کرنے بیٹھ جائیں... آپ توبہ کریں اور آئندہ کسی کیلئے بھی بددُعا نہ کرنے کا عزم کریں... بلکہ اچھی دُعاؤں کی عادت بنائیں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو پھیرنے والے ہیں... وہ بڑے سے بڑے سخت دل کو بھی سیکنڈوں میں نیک فطرت بنانے کی پوری قدرت رکھتے ہیں۔ (محترم عبداللہ صدیقی کے مضمون سے انتخاب)

امیر شریعت شاہ جی رحمہ اللہ کی باتیں

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے بڑے بیٹے مولانا سید عطاء المنعم بخاری (سید ابوذر بخاری) رحمہ اللہ جامعہ خیر المدارس کے اوّلین تلامذہ میں سے تھے برصغیر کی تقسیم سے قبل جالندھر میں جامعہ خیر المدارس کے دورہ حدیث شریف کے طالب علم تھے۔ قیام پاکستان کے بعد جب جامعہ خیر المدارس ملتان منتقل ہوا تو آپ دورۂ حدیث شریف میں شریک تھے...۱۹۴۸ء میں درس نظامی سے فراغت کے بعد جامعہ ہی میں چند اسباق کی تدریس تھی... اس کے علاوہ اپنی رہائش گاہ کے قریب ایک دینی ادارہ مدرسہ ''حریت الاسلامیہ'' قائم کیا جس میں درسِ نظامی کی ابتدائی تعلیم کا انتظام تھا... اس وقت مدرسہ کے طلبا میں مولانا عبدالقادر آزاد رحمہ اللہ بھی تھے۔

ایک دن امیر شریعت رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد یاسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (سابق مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان) سے فرمایا کہ آپ شہر کے فلاں فلاں حضرات کو بلاؤ کہ وہ آج عصر کی چائے میرے ساتھ پئیں... جب وہ حضرات تشریف لے آئے تو امیر شریعت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ...

میرے بیٹے حافظ جی (عطاء المنعم شاہ جی) نے یہاں ایک مدرسہ بنایا ہے ....اور میرے علم میں ہے کہ مدرسہ کی ضروریات کے لیے آپ حضرات تعاون کرتے رہتے ہیں... میں آپ حضرات کو حکماً کہتا ہوں کہ آپ حافظ جی کے مدرسہ کے ساتھ تعاون کرنا بند کردیں۔ وہ سب حضرات حیران ہوئے کہ حضرت!

کیا کوئی خیانت کا اندیشہ ہے یا کیا بات ہے؟

شاہ جی نے فرمایا نہیں الحمدللہ ایسی کوئی بات نہیں... وجہ یہ ہے کہ آپ میری وجہ سے تعاون کریں گے یا میری وجہ سے تعاون نہ بھی کریں... تب بھی میں موجود ہوں تو میں نہیں چاہتا کہ میرے گھر میں وقف مال آئے چاہے وہ امانتاً ہی کیوں نہ ہو... میری خواہش یہ ہے کہ سید حافظ عطاء المنعم مدرسہ میں پڑھائیں اور تنخواہ لیں...

مسئولیت نہ ہو...ایک مرتبہ لیاقت پور سے ایک مہمان آئے تو شاہ جی کے فرزند حضرت عطاء المنعم خیرالمدارس میں تدریس کے بعد گھر پہنچے...امیر شریعت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مہمان کو مصافحہ کرو...پھر فرمایا کہ ان کیلئے کھانا لاؤ۔

ان کے ہاتھ دھلواؤ...ان کے جوتے سیدھے کر کے رکھو...کھانے کے بعد ان کے ہاتھ دھلوائے۔جب شاہ جی یہ ساری خدمت کر کے چلے گئے تو امیر شریعت رحمہ اللہ نے مہمان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔تمہیں معلوم ہے یہ نوجوان کون تھا؟ مہمان نے کہا جی آپکے بڑے صاحبزادے ہیں۔

فرمایا: یہ میرا صاحبزادہ نہیں بلکہ میرا بیٹا ہے اور فرماں بردار ہے...میں نے ان سے جو تمہاری خدمت کرائی ہے مت سمجھنا کہ یہ کوئی عام آدمی ہے اسکی علمی استعداد یہ ہے کہ میں خود اسکے سامنے بیٹھ کر اس سے استفادہ کروں اور یہ بھی بتادوں کہ اسے یہ مقام کیسے ملا؟ یہ اسی اطاعت....خدمت اور فرمانبرداری کی وجہ سے ملا ہے۔

اللہ ہمیں اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دیں آمین (بروایت سید کفیل شاہ مدظلہ)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتاب ہذا کی جدید ترتیب (برائے اشاعت ثانی) سے مورخہ ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ بمطابق 18 جنوری 2018ء فراغت ہوئی۔

والسلام محمد اسحٰق غفرلہ (مرتب کتاب ہذا)
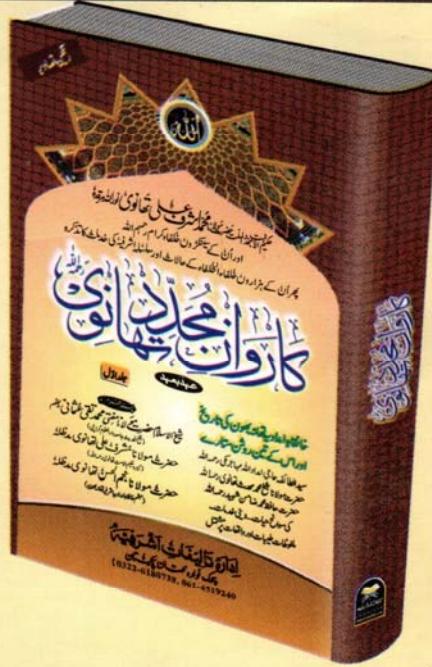
جلد 1 تاریخ تھانہ بھون......خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کا تعارف.....اور تفصیلی معلومات.......اقطابِ ثلاثہ یعنی سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی.....مولانا شیخ محمد محدث تھانوی اور حافظ محمد ضامن شہید رحمہم اللہ کا مبارک تذکرہ سوانح حیات....ملفوظاتِ طیبات.....اہم واقعات....اور دینی خدمات اور ان کے خلفائے کرام

جلد 2 میر کارواں حکیم الامت مجدد الملّت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی سوانح حیات (حصہ اوّل)

جلد 3 میر کارواں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی شخصیت پر اہم مقالات و مضامین (حصہ دوم)

جلد 4 خلفائے حکیم الامت میں سے حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری...حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب.....مسیح الامت مولانا مسیح اللہ.....حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہم اللہ کی سوانح......اہم واقعات.....اور تصوف و طریقت کیلئے خدمات کا تذکرہ اور ان کے خلفائے کرام

جلد 5 خلفائے حکیم الامت میں سے حضرت مولانا رسول خان ہزاروی ....حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری حضرت مولانا خیر محمد جالندھری...حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری....حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب غوری حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی رحمہم اللہ کی سوانح....خدمات کا تذکرہ اور ان کے خلفائے کرام

جلد 6 خلفاء حکیم الامت میں سے مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی حضرت علامہ محمد یوسف بنوری...حضرت مولانا اطہر سلہٹی رحمہم اللہ کی سوانح اور خدمات کا تذکرہ۔

جلد 7 خلفائے حکیم الامت رحمہ اللہ کے 80 مشاہیر خلفائے کرام .....مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری مولانا شاہ لطف الرسول تھانوی....مولانا عبدالغنی پھولپوری...مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادی....مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی مولانا قاضی عبدالسلام نوشہرہ....مولانا جلیل احمد شیرانی رحمہم اللہ وغیرہم کی سوانحی خدمات کا تذکرہ اور خلفائے کرام

جلد 8 حضرت حاجی محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہ (خلیفہ حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ) کے خودنوشت حالات اور حکیم الامت کی خدمت میں لکھے گئے آپکے اور آپکی اہلیہ محترمہ کے مکمل تفصیلی اصلاحی خطوط...جوابات اور آپکے خلفائے کرام کا تذکرہ۔

جلد 9 حکیم الامت رحمہ اللہ کے متوسلین و تلامذہ کا تذکرہ....خلفائے حکیم الامت کے خلفاء حضرات کا تذکرہ جنھوں نے اپنے اپنے حلقہ میں سلسلہ اشرفیہ کا فیض جاری کیا اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے

جلد 10 فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی و عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہم اللہ کی سوانح اور حالات و خدمات....حکیم الامت رحمہ اللہ کے خلفاء حضرات کے خُلفاءُ الخُلفاءُ حضرات کا تذکرہ

کاروان مجدد تھانوی سے وابستہ تقریباً **1500** خلفائے کرام کی دستیاب شدہ فہرستیں

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کی قدیم و جدید تقریباً 30 رنگین تصاویر